دیکھ کر داغ مرے دل کے فلک کہتا ہے — ایسے تارے کبھی مجھ سے بھی نکالے نہ گئے

کیسی مزے مزے کی ہین باتین جلیل کی — دل مین جو دیکھیے تو ہین چھریان بھری ہوئی

لیکے دل کر گئے اک داغ حوالے میرے — یارب آباد رہین لوٹنے والے میرے

رب اختم بالخیر

آپ اپنا شربتِ دیدار رہنے دیجئے ... یون ہی اچھا ہون مجھے بیمار رہنے دیجئے
جنبشِ ابرو کی حاجت کیا نگہ کے سامنے ... تیر چلنے دیجئے تلوار رہنے دیجئے

میری قسمت کیا جگائینگے نگاہِ لطف سے ... اُنکی آنکھین ہین فقط جادو جگانے کیلئے
ہم نگاہِ باغبان مین رہتے ہین اے ہمصفیر ... شاخ کیا نازک سی جھانٹی آشیانے کیلئے
بات کہنے کی نہین پر رشک ہوتا ہے ضرور ... ہم تو ہون تیرے لئے تو ہو زمانے کیلئے
مین نہین موسیٰ جو پردے سے نکالون یار کو ... اک صدا کافی ہے میرے لوٹ جانے کیلئے
سیر رونے کی دکھاتے ہین وہ ہنسکر غیر کو ... اشک آئے اور میرا جی جلانے کیلئے
بعدِ اُستاد اب غنیمت ہے دمِ اُکلاے جلیل ... مایۂ صد ناز ہین اختر زمانے کیلئے

بڑے ہی لطف کی چشمِ سیہ مین اُنکی مستی ہے ... مقدر نیند کا دیکھو جو اس مین رات بستی ہے

دل ایسی چیز کیا ہے دل کی پروا ہم نہین کرتے ... وہ دینگے تو لے لینگے تقاضا ہم نہین کرتے
یہ ظالم حسن وہ شے ہے کہ اے ناصح جہان دیکھا ... تمنا ہو ہی جاتی ہے تمنا ہم نہین کرتے

جب صراحی مے گلگون سے بھری آتی ہے ... دلِ دیوانہ یہ کہتا ہے پری آتی ہے

یہ چلتے پھرتے جادو کر گیا کون ؟ ... کہ دل تو ہے قرارِ دل نہین ہے
ہمارے ذکر پر قاصد یہ کہنا ... تمھاری یاد سے غافل نہین ہے
بنے ہو دلربا جس روز سے تم ... کسی سینے کے اندر دل نہین ہے

چلو اتنا تو نکلا کام باہم آشنائی سے　وفا سے ہو گئے ہم آشنا تم بیوفائی سے
تعجب ہے کہ ابتک دشمنوں سے نبھتی جاتی ہے　بڑی اُمید تھی ہم کو تمھاری بیوفائی سے

خوفِ صیاد سے دل شاد نہ کرنے پائے　گھُٹ کے ہم مر گئے فریاد نہ کرنے پائے

خدا بچائے بُرا روگ ہے محبت کا　جلیل تم نے کبھی آئینہ بھی دیکھا ہے ؟

اہلِ دل جتنے ہیں رکھتے ہیں محبت دل میں　ہم وہ دل رکھتے ہیں جس میں ہیں محبت والے

خوشی پوچھو نہ مرنے کی کہ تھے اک عمر کے ترسے　منائی عید یاروں نے گلے مل مل کے خنجر سے
رہی ہیں صحبتیں برسوں ہو گا مجھ سے اب واعظ　اُٹھالوں ہاتھ شیشے سے چُرالوں آنکھ ساغر سے
گرجنا میکدے پر آج بادل کا قیامت ہے　صراحی جوش میں آ کے لڑجاتی ہے ساغر سے
یہ کہہ کر آج قاتل نے بہایا خون کا دریا　پئے جاتے نہیں اب تو لہو کے گھونٹ خنجر سے

نمازیوں میں تمھیں تھے امام بننے کو　جلیل تم کو خدا سے حیا نہیں آتی

تیر پہلو میں نہ سینے میں رُکا　رہ گئے دونوں کلیجا تھام کے
چشمِ ساقی بھی ہو گردش میں شریک　دَورِ خالی جام کے کس کام کے
بے سہارے کے ہے اب جینا محال　بیٹھنا اُٹھنا کلیجا تھام کے
پڑ گیا ہے کیا اسیری کا مزہ　پیچھے پیچھے پھر رہا ہوں دام کے
ہے جنوں بھی کم نہ بازیگر جلیل　سر یہ چڑھ جاتا ہے دامن تھام کے

مجھے وہ دیکھ کے دشمن کو یون سُناتے ہین ہمارے چاہنے والے جلیل آتے ہین

جلا ہو دل نہ جس کا شمع کی صورت محبت مین وہ کیا جانے کہ آنسو آنکھ سے کیونکر نکلتے ہین

ابھی سے کر رہے ہین نام بیداد لستانی مین خدا رکھے قیامت ڈھائینگے چلکر جوانی مین

لوگ صورت کو پیار کرتے ہین ہم تری سادگی پہ مرتے ہین
مرکے پاتے ہین شہرت اہل کمال ڈوبنے والے ہی اُبھرتے ہین

جلیل آج بنلاتے ہو ہم کو دیوانہ ہمین تھے بیٹھے ہوے کل بُری حالون مین؟

ترے مجنون تو بیکاری مین بھی بیکار رہتے ہین تھکے جب کوچہ گردی سے تو لے بیٹھے گریبان کو

خوبانِ جہان بھرتے ہین پانی ترے آگے نعتیہ الیاس و خضر دونون ہین سقائے مدینہ
کچھ دُور تری بندہ نوازی سے نہین ہے تھک جاؤن تو لینے کو مجھے آے مدینہ

کہینگے وہ بھی لاکھ آرسی نکالے آنکھ وہ اپنی آنکھون سے پائے جو ہم پہ ڈالے آنکھ

یہ کون زیرِ زمین اسکو گدگداتا ہے کہ مُسکراتی ہوئی ہر کلی نکلتی ہے

جلیل خیر ہے کیسے اُداس اُداس ہو کیون کہان سے روگ محبت کا تم لگا لائے

جلیل پھر تمہین اسوقت چھیڑ کی سوجھی ابھی ابھی تو منے ہین وہ کل کے رُوٹھے ہوے

باتون باتون مین اُڑا لاتے ہو پریون کو جلیل
سچ بتاؤ تمھین جادو یہ کہان سے آیا

بن ٹھن کے آج وہ جو ادھر سے گزر گیا
اک تیر تھا کہ میرے جگر سے گزر گیا

ہم نے جانا تھا کہ دل سے کوئی ارمان نکلا
خوب دیکھا تو وہ اک تیر کا پیکان نکلا

حال میرا یہ بے شراب ہوا
آتش غم سے دل کباب ہوا
اچھے حالون گزر گئی اُس کی
جو خرابات مین خراب ہوا

غل ہوا آج جو گھر سے وہ ستمگر نکلا
چرخ سے برق گری میان سے خنجر نکلا

یہ عشق کا پہاڑ کہان اور کہان جلیل
ما را ازین گیاہِ ضعیف این گمان نبود

میری لحد پہ شمع صفت اشکبار ہین
پانی چھڑک رہے ہین وہ خاکِ مزار پر

مر رہے ہین ہجر کی رات اور دن کو دیکھکر
اب کہان پائین اُنھین جیتے تھے جن کو دیکھکر

نہ ہوا آہ جو زخم سینے کے قابل
ٹھہرتا ہے وہ میرے سینے کے قابل
یہ مرجانے کو میرے تھوڑا نہین ہے
سمجھتے ہین وہ مجکو جینے کے قابل

روز سیر باغ اے رنگین ادا اچھی نہین
یہ سمجھ رکھو زمانے کی ہوا اچھی نہین

بڑے مزے کا دہان قتلِ عام ہوتا ہے
چلو جلیل تمھین سیر ہم دکھا لائین

بام پر تھے وہ کھڑے لطف دوبالا ہوتا — مجھکو بھی دل نے اچھل کر جو اچھالا ہوتا

تیغِ قاتل کو نہا دھو کے نکھرنے نہ دیا — ہائے اتنا بھی لہو زخم جگر نے نہ دیا

خالی ان وعدون کے چھینٹے ہوش مین لائینگے کیا؟ — آپ تو آتے نہین ہم آپ مین آئینگے کیا؟

حسن کو دشمن وفا دیکھا — بارہا ہم نے دل لگا دیکھا
ارنی گو کی کھل گئین آنکھین — جو سنا اس سے کچھ سوا دیکھا

جو حال وصل مین ہے روزِ انتظار نہ تھا — نہ تھا قرار مگر یون مین بیقرار نہ تھا
تمھاری تیغ کا پھل کھا کے مین تڑپتا کیون — وہ ایک وجد کا عالم تھا بیقرار نہ تھا

شکوہ تھا، ارمان تھا دل مین مرے کیا کچھ نہ تھا — دم کے دم کو وہ جو آ بیٹھے تو گویا کچھ نہ تھا
پیار کرتے تھے ہم ان کو کوستے تھے وہ ہمین — بات اتنی تھی ہمارے ان کے جھگڑا کچھ نہ تھا

اب کے دشت مین کیا خاک لگا تو اے قیس — مرے جنون مری وحشت نے کچھ نہین چھوڑا
سبھی وہ کہہ گئے کہنے کے جتنے مضمون تھے — جلیل کیلئے حضرت نے کچھ نہین چھوڑا

دفنا چکے مجھے تو کیا خوں بہا ادا — مہندی لگے وہ ہاتھ سرِ قبر مل گئے

دیکھا گیا نہ حال دلِ بیقرار کا — نالے جگر سے آنکھ سے آنسو نکل گئے

سچ کہہ رہی ہے شمع کہ میرا قصور کیا؟ — پروانون کے نصیب مین جلنا تھا جل گئے

دل اپنے شوق سے شبِ غم نالہ کش ہوا — کہتا ہے اب کدھر مرے نالے نکل گئے

بکھرا کے رُخ پہ زلف دِیا عاشقون کو داغ — دن چھپ گیا، چراغ سرِ شام جل گئے

دو دن تو اُن کی یاد رہے اس خیال سے — چٹکی جگر مین لے گئے، دل کو مسل گئے

گھیرا تھا ہر طرف سے جو رنج و ملال نے — گھبرا کے دل سے رات کو نالے نکل گئے

وصفِ خرام کر کے اُنھین لاے راہ پر
تم بھی جلیل چال قیامت کی چل گئے

اپنے گھر ہی سے کرین آپ دُعا بخشش کی — ضبط ہونے کا نہین دیکھ کے تُربت میری

مین یہ سمجھون کوئی معشوق مرے ہاتھ آیا — میرے قابو مین جو آجاے طبیعت میری

بوسہ لینے کا عوض آپنے یون مجھ سے لیا — سامنے چار کے لے بیٹھے شکایت میری

سچ تو ہے آپ بھلا نازو ادا کیا جانین — اسکی شاہد ہے مری جان شہادت میری

کیا ہے صورت کہ مرا گھر ہو کسی کے دل مین — کہین رہنے نہین دیتی مجھے وحشت میری

اُن سے اظہارِ محبت جو کوئی کرتا ہے — دُور سے اُسکو دکھا دیتے ہین تربت میری

دیکھنے والون سے تنگ آکے وہ کہہ اُٹھتے ہین — ہو گئی روگ مری جان کو صورت میری

میرے ساقی کا وہ ساغر ہے لکھا ہے جس پر — جان بیعانہ ہے ایمان ہے قیمت میری

فیصلہ اب ہے مقدر کا زبان پر اُن کی — سُن چکے حال مرا دیکھ لی صورت میری

ایسی مُشتاق تھی آمد جو قیامت کی ہوئی — گود مین لینے کو شق ہو گئی تربت میری

جس طرح آگ ہے پتھر کے جگر مین یون ہی — دل مین اُس بُت کے الٰہی ہو محبت میری

بوسے گیسو نے شگوفہ یہ نیا چھوڑا ہے — نکہتِ گل سے اُلجھتی ہے طبیعت میری

داغ دیکھے دلِ عشاق کے اُسنے تو کہا — بانٹتی پھرتی ہے کیا پھول محبت میری

تھی زمین صاف مگر ضعف ہے ایسا کہ جلیل
تھک گئی چار ہی شعرون مین طبیعت میری

تیغ ادا کے دونون طرفدار چل گئے — ٹھنڈا کیا جو تم نے مجھے غیر جل گئے

تسکین کیا وہ دیگئے رکھ کر جگر پہ ہاتھ — اتنا کیا کہ درد کا پہلو بدل گئے

دل سوگ مین عدو کے مکدر تھا آپ کا — اچھا ہُوا کچھ آنکھ سے آنسو نکل گئے

تاب جمالِ یار کہان اہلِ عشق کو — روشن ہوئی جو شمع تو پروانے جل گئے

چشمِ خونریز سلامت رہے تیری قاتل ! نہین محتاج شہادت کی شہادت میری

کون آیا تھا سوِ گورِ غریبان یارب ! آج کچھ کہتی ہے روندی ہوئی تربت میری

خواب مین آنے سے بہتر تھا نہ آنا اُن کا گر گئی اور بھی بے چین طبیعت میری

تنگ آکر فلکِ پیر سے مین کہتا ہون، روزِ محشر سے بدل دے شبِ فرقت میری

تم دغا مجھ سے کرو، ظلم کرو قتل کرو مین یہی مُنہ سے کہے جاؤنگا قسمت میری

دیکھنا عرصۂ محشر مین تماشاے جنون کھُلے میدان مین کھُل کھیلے گی وحشت میری

کیا اُتارے گا مرے ضعف کی مانی تصویر آئینے سے تو اُترتی نہین صورت میری

کاٹ دی کہہ کے یہ ظالم نے زبانِ شکوہ شکر کرتے نہین کرتے ہو شکایت میری

جان کو صبر نہ کرلین تو کرین کیا عشاق وہ یہ کہتے ہین نہین مفت محبت میری

لُوٹتا ہون مگر اس کی خبر اے یار نہین کس ادا پر تری آئی ہے طبیعت میری

پیار سے تم نے کسی دن نہ لگائی ٹھوکر اسی صدمے سے مٹی جاتی ہے تربت میری

دے گئین صلح کا پیغام نگاہین اُن کی آج آنکھین جو لڑین لڑ گئی قسمت میری

وصل کی شام جو دیکھی تو کہا دل نے جلیل !
اِس اندھیرے مین چمک جائے گی قسمت میری

بن سکی کوچۂ جانان مین نہ تربت میری مل گئی خاک مین اک عُمر کی حسرت میری

کیا کہون اُس سے جو پوچھے کوئی حالت میری دل نہ پہلو مین نہ قابو مین طبیعت میری

یون بھی صورت کوئی اے یار نکل آئے گی اپنی صورت نہ دکھا دیکھ لے صورت میری

دمبدم درد کی ہوتی ہے چمک اسپر بھی ہے اندھیری کی اندھیری شبِ فرقت میری

سُرخ غصے سے جو قاتل ہے تو دل کہتا ہے رنگ لائی ہے تمنّاے شہادت میری

ہون وہ بیکس کہ مٹا مر گئے غمِ تنہائی
ہمنشین بن کے مری بیٹھی ہے تُربت میری

لُطف ہی لُطف ہے تلوار اُٹھا تو قاتل
تیری شُہرت ہوئی جاتی ہے شہادت میری

سچ ہے احسان کا بھی بوجھ بہت ہوتا ہے
چار پھولون سے دبی جاتی ہے تُربت میری

یہ ترے دل سے پلانے کا اثر ہے ساقی!
جام تو نے جو بھرا بھر گئی نیت میری

آپ مہندی سے نہ کیون ہاتھ کو رنگین کرتے
آپ کے ہاتھ تو لکھی تھی شہادت میری

آج قاصد جو شبِ وصل کا مژدہ لایا
کروٹین لینے لگی نیند مین قسمت میری

آسمان مجھکو ستاتا ہے تم اُس سے کہدو
یہ ہین عاشق مرے اپنی ہے عنایت میری

پی گیا اشک جو مین اور مواجوشِ اَلم
میری آنکھون سے ٹپکنے لگی حسرت میری

حشر اب تک تو بڑے شوق سے اُٹھا ہوتا
ڈھونڈتا ہے کہین ملتی نہین تُربت میری

وصل مین خوب چھنے گی کہ برابر کا ہے جوڑ
یار ہے شوخ تو بے چین طبیعت میری

دل مین رہنے کے لئے تم کو جگہ بہتیری
تم جو آؤ گے نکل جائیگی حسرت میری

جاتے جاتے وہ یہی کر گئے تاکید جلیل!
دل مین رکھئے گا حفاظت سے محبت میری

عکس ہے آئنۂ دہر مین صورت میری
کچھ حقیقت نہین اتنی ہے حقیقت میری

مین جو کہتا ہون کہ سُن لیجئے حالت میری
وہ یہ کہتے ہین کہ ایسی نہین عادت میری

آئنے سے اُنھین کچھ اُنس نہین بات یہ ہے
چاہتے ہین کوئی دیکھا کرے صورت میری

صبح ہوتے ہی جو آئے ہین وہ گھبرائے ہوئے
دیکھ لی خواب مین شاید شبِ فرقت میری

وہ پئے فاتحہ آئے بھی تو قسمت دیکھو
اسقدر پھول چڑھے چھپ گئی تُربت میری

رازِ اُلفت کو تو مین دل مین چھپالون لیکن
یہ ہے مشکل کہ نہ دیکھے کوئی صورت میری

ابھارا اُس نے سینے کو بڑھایا ہاتھ جب تم نے
خطا وار اسمیں ہم ہیں یا تری اُٹھتی جوانی ہے

لہو کی ندیاں چاروں طرف بہہ جائیں دم بھر میں
یہ کام اُس تیغ کا ہے جسمیں دریا کی روانی ہے

وہ اک بوسے پہ لیکر جان و دل مجھسے یہ کہتے ہیں
یہاں تک اصل قیمت تھی اب آگے قدردانی ہے

یہ سچ ہو یا غلط ہم نے سُنا ہے مرنے والوں سے
ترے خنجر میں قاتل چشمۂ حیوان کا پانی ہے

جِلاتے گر نہیں ہاں سے نہیں سے مار ہی ڈالیں
مرا یہ حال اور اُن کو لحاظِ بیدہانی ہے

بتاتے جاتے ہیں اوصاف و اپنی اداؤں کے
یہ شانِ دلربائی ہے یہ طرزِ جانستانی ہے

یہاں کیا جانے کس کس طرح دیکھا تصور میں
وہاں ابتک وہی پردے کے اندر لنترانی ہے

کریں تسخیر آؤ مل کے ہم تم دونوں عالم کو
اُدھر جادو نگاہی ہے اِدھر جادو بیانی ہے

رگِ گردن تو قاتل ذبح ہونے پر بھی پھڑکے گی
نہو گی پیاس کم جبتک ترے خنجر میں پانی ہے

زمانہ آئینہ خانہ نظر آتا ہے اُس بُت کا
جو اپنا آپ ہمسر ہے جو اپنا آپ ثانی ہے

جلیل اک شعر بھی خالی نہ پایا درد و حسرت سے
غزلخوانی نہیں یہ درحقیقت نوحہ خوانی ہے

کون کہتا ہے نکالیں گے وہ حسرت میری
نہ مروت اُنھیں میری نہ محبت میری

وصل کی شب سے نہیں کم شبِ فرقت میری
میرے پہلو سے لگی سوتی ہے قسمت میری

فاتحے کے لئے آنا تھا کسی رات تمھیں
آج تک شمع کی محتاج ہے تربت میری

دیکھتا میں اُسے کیونکر کہ نقاب اُٹھتے ہی
بن کے دیوار کھڑی ہو گئی حیرت میری

کاش ملجائے کہیں تیشۂ فرہاد مجھے
یوں تو کاٹے نہیں کٹتی شبِ فرقت میری

روز وہ خواب میں آتے ہیں گلے ملنے کو
میں جو سوتا ہوں تو جاگ اُٹھتی ہے قسمت میری

نہ تغافل پہ نظر کی نہ جفا کو دیکھا
تجھ پر آ ہی گئی کمبخت طبیعت میری

آگئی خیر سے جوانی بھی
اب تمھین انتظار کس کا ہے

ہائے اتنا بھی اب تو ہوش نہین
دھیان لیل و نہار کس کا ہے

مَے تو نفرت کی چیز تھی واعظ
ذکر یہ بار بار کس کا ہے

پھول لالے کا توڑ کر بولے
یہ دلِ داغدار کس کا ہے

جان تم پر تو مین ابھی دیدون
موت پر اختیار کس کا ہے

کس کو اُٹھ اُٹھ کے دیکھتے ہو جلیل
سچ کہو انتظار کس کا ہے

قفس مین اشکِ حسرت پر مدارِ زندگانی ہے
یہی دانے کا دانہ ہے یہی پانی کا پانی ہے

بہت ہی قابلِ قدر اُسکے خنجر کی روانی ہے
مگر ہم لطف اُٹھا سکتے نہین کیا ناتوانی ہے

ہمارا داغِ دل ناصح محبت کی نشانی ہے
یہی اک پھول ہے جو حاصلِ باغِ جوانی ہے

کسی سے لن ترانی ہے کسی سے چھیڑ خانی ہے
کوئی پوچھے کہ او مغرور کے دن کی جوانی ہے

زبان قاصد کی کاٹی اور اسی کے ہاتھ مین دیکر
کہا شوخی سے جا لیجا یہ پیغامِ زبانی ہے

تمھین عشاق سے ملنے کو مین کہتا نہین لیکن
یہ کہتا ہون غنیمت ہے جو دو دن کی جوانی ہے

جو واعظ آگ ہو کر سیکھے آتا ہے آنے دو
سلامت ہے جو دُخترِ رز تو دو چھینٹون مین پانی ہے

ملے تھے آج برسون مین مگر اللہ کی قدرت
وہی صورت وہی رنگت وہی جوشِ جوانی ہے

وہ بالین پر جو آ بیٹھے ہین مرتے بھی نہین بنتی
اجل کو جان دون کیونکر کہ خوفِ بدگمانی ہے

ہمین وہ جان بھی لین گے ہمین پہچان بھی لینگے
اُتر جائے گا سب نشہ ابھی چڑھتی جوانی ہے

جلا دیتا ہے جو دل کو بجھا دیتا ہے جو دل کو
مرا سوزِ نہانی ہے مری آنکھون کا پانی ہے

کلیجے سے لگا رکھون نہ کیون دردِ جدائی کو
یہی تو اک دلِ مرحوم کی باقی نشانی ہے

دلِ نالان مرا فریاد کرتا جاے گا یون ہی — فغان جب تک نہ او بیدرد تیرے دل سے نکلے گی
دکھا دیگی تماشا تم کو آہ آتشین اپنی — وہ لَو دیتی ہوئی جب دم ہمارے دل سے نکلے گی
اُڑے رنگ اک طرف ہوش اک طرف رُوح اک طرف اپنی — یہ حسرت تو ہوا ے دامنِ قاتل سے نکلے گی
نگاہِ یاس کو قاتل تجھے بھی ماننا ہوگا — وہ خنجر کھینچکر جب دیدۂ بسمل سے نکلے گی

جلیل اُس دلربا کی یاد دم کے ساتھ ہے اپنے
دل اُس کا ہو رہا وہ دل کی اب کیا دل سے نکلے گی

بیوفا یار ما رکسی کا ہے — ہم کو بھی انتظار کس کا ہے
حشر مین ہم خدا سے پوچھینگے — نامۂ عمرِ زنگار کس کا ہے
مُدّعی عشق کی خدائی ہے — آپ کو اعتبار کس کا ہے
مُدّتین ہو گئین وہی ہے بہار — چمنِ روزگار کس کا ہے
لوٹتا ہون مگر خبر یہ نہین — تیر سینے کے پار کس کا ہے
ہم نے مانا کہ تو چمن ہے مگر — اے دلِ داغدار کس کا ہے
جب تمھارا نہین نہ میرا ہے — پھر دلِ بیقرار کس کا ہے
کہکے یون رو دئے لحد پہ مری — یہ شکستہ مزار کس کا ہے
نالہ کرون تو یار سے پوچھون — آج دل بیقرار کس کا ہے
تو نگہبان ہے تو خوف مجھے — میرے پروردگار کس کا ہے
تو نے لیلیٰ جھٹک دیا دامن — یہ نہ سمجھی غبار کس کا ہے
تیرِ مژگان اِدھر اُدھر خمِ زلف — دیکھئے! دل شکار کس کا ہے
تو کسی کو اگر نہین ملتا — دل پھر امیدوار کس کا ہے

مین اُن کے سامنے جب آرزو کو عرض کرتا ہون
یہی ارشاد ہوتا ہے بڑی مشکل سے نکلے گی

جگر تھامے تمھین آنا پڑا کیون ہم نہ کہتے تھے
کہ تیر بے خطا ہوگی دُعا جو دل سے نکلے گی

تمھارے سامنے مرنا ہے اچھا ورنہ جان اپنی
نکلنے کو تو نکلے گی۔ مگر مشکل سے نکلے گی

نکلجائے تمنا وصل کی یہ بات ایسی ہے
نہ اُن کے دل مین آئیگی نہ میرے دل سے نکلے گی

نگاہِ شوق کو مجنون جما رکھ اپنے سینے پر
گریبان پھاڑ کر لیلے اسی محمل سے نکلے گی

ذرا چُبھتی ہوئی کہدی تھی مین نے اُسپہ برہم ہین
یہ کہتے ہین قیامت تک میرے دل سے نکلے گی

جگہ پاتے ہی مین رکھدونگا جلنے کے لئے دل کو
جو کوئی شمع گُل ہو کر تری محفل سے نکلے گی

جلیل اُن سے سوالِ وصل تم کرتے تو ہو لیکن
دہانِ تنگ کہتا ہے کہ ہان مشکل سے نکلے گی

جسے کہتے ہین غم کی پھانس وہ مشکل سے نکلے گی
جب اپنی جان نکلے گی تو وہ بھی دل سے نکلے گی

جو آہِ دردناک اے قیس سچے دل سے نکلے گی
مرے مجنون ادھر آ یہ صدا محمل سے نکلے گی

کہیگا کون قصہ درد کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے
زبان سے اُس کے آگے بات بھی مشکل سے نکلے گی

خجل ہونا پڑے گا مُفت مین کیون مانگئے بوسہ
ذرا سی جیبھ ہے لیکن نہ اُن کے دل سے نکلے گی

نکلتی ہے ابھی جانِ حزین خنجر نکالو تو
یہ کس نے کہدیا تم سے بڑی مشکل سے نکلے گی

تماشا لوگ دیکھینگے تمنا جب شہادت کی
تمھارے ہاتھ سے نکلے گی میرے دل سے نکلے گی

جو سر دینے کو آتے ہین پلٹ کر وہ نہین جاتے
ہماری لاش ہی اب کوچۂ قاتل سے نکلے گی

مرا دل توڑتے تو ہو مگر اتنا سمجھ رکھو
عوض لے لے گی وہ تم سے فغان جو دل سے نکلے گی

دلون کو شمع کی صورت جلانا چھپ نہین سکتا
خبر اسکی بہ رنگِ بُو تری محفل سے نکلے گی

نکالا میان سے قاتل کہ مشتاقون کا مجمع ہے
ترے حق مین دُعائے خیر لاکھ دل سے نکلے گی

گھونٹ رکھا ہے گلا دیر سے دیوانون کا
لے خبر دستِ جنون بڑھ کے گریبانون کی

فرشِ گل پر نہ سُلا قیس کو تو اے لیلےٰ
ہو مکدّر نہ کہین خاک بیابانون کی

شیخ صاحب ہوے میکش تو ہے مٹّی برباد
خاک تک چاٹ کے رکھدینگے یہ میخانون کی

بعدِ مُدت ترے وحشی کے جو آئے ہین قدم
گرد اُٹھ اُٹھ کے لپٹتی ہے بیابانون کی

میرے سرکار کو اللہ سلامت رکھے
سچ تو یہ ہے کہ کوئی حد نہین احسانون کی

دشت گردی کو ترے برہنہ پا نکلے ہین
خاک ہوجاے تبرّک نہ بیابانون کی

نہ رہے دشت مین وہ گور و کفن کے محتاج
آبرو خاک نے رکھ لی ترے دیوانون کی

تیرے وحشی کو نہین سوجھتی گلشن کی بہار
خاک آنکھون مین بھری ہے جو بیابانون کی

شمع گل ہو کے فنا کر گئی پروانون کو
دل کے مٹنے سے تباہی ہوئی ارمانون کی

حال پوچھو جو ذرا قیس کی بربادی کا
خاک اُڑ اُڑ کے بتاتی ہے بیابانون کی

ہوگیا سیرِ گلستان سے تو جی سیر جلیل
آؤ اب جل کے ہوا کھائین بیابانون کی

تجھے ہے قیس یہ سودا کہ حسرت دل سے نکلے گی
نکلی ہے نہ لیلےٰ پردۂ محمل سے نکلے گی

کسی کی یاد ناصح یون نہ میرے دل سے نکلے گی
بڑی مشکل سے آئی ہے بڑی مشکل سے نکلے گی

خدا جانے ہماری آرزو کب دل سے نکلے گی
وہ کہتے ہین کہ نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی

تم اپنے آنے کو خاک مین ناحق ملاتے ہو
کدورت جگئی دل مین تو پھر مشکل سے نکلے گی

اسی کو سوچکر اے دردِ دل! مین ضبط کرتا ہون
پڑے گی آہ وہ کس پر جو میرے دل سے نکلے گی

تمنائین مری سُنکر وہ کاش اتنا بتا دیتے
کہ یہ نکلے گی آسانی سے یہ مشکل سے نکلے گی

یہ مانا کھینچ لین گے آپ اپنے تیر کو دل سے
تُمھی سے ہے بھلا پھانس جو دل مین وہ کیونکر دل سے نکلے گی

مجھے ہوتا کدر کیون اگر تم صاف تھے مجھ سے
خبر دیتا ہے دل خود ہی جو کوئی دل سے ملتا ہے

سب آسانی سے ملجاتے ہین لیکن دل جسے چاہے
نہ آسانی سے ملتا ہے نہ وہ مشکل سے ملتا ہے

گلے ملکر وہ رخصت ہو رہے ہین ہائے کیا کہیے
یہ حالت ہے کہ بسمل جس طرح بسمل سے ملتا ہے

وہ مجکو دیکھ کر کچھ دل ہی دل مین جھیپ جاتے ہین
کوئی پروانہ جب شمعِ سرِ محفل سے ملتا ہے

خدا جانے وہ قاتل ہے کہ ارمانِ شہادت ہے
کسی کو دیکھتے ہین ہم کہ وہ بسمل سے ملتا ہے

نعتیہ

یہی کہتے سنا ہمنے مدینے جانے والون کو
کہ جنت کا مزہ ہمکو کسی منزل سے ملتا ہے

جلیل اس سے ہمین ملنا ہے لازم جان سے دل سے
غرض اس سے نہین ہمکو کہ وہ کس دل سے ملتا ہے

جلیل اسکی طلب سے باز رہنا سخت غفلت ہے
غنیمت جانیے اسکو کہ وہ مشکل سے ملتا ہے

یارب آباد رہے خاک بیابانون کی
پردہ پوشی ہوئی جس سے ترے عریانون کی

یہی کثرت جو رہی چاک گریبانون کی
خاک اُڑ جائیگی دو دن مین بیابانون کی

جامِ مے اور کسی رند کو دے پیرِ مغان
بو ہمین مست کیے دیتی ہے میخانون کی

سیکڑون چاک نظر آنے لگے دامن مین
لے جنون کھل گئین راہین یہ بیابانون کی

کیاریان دیکھ کے پھولون کی وہ فرماتے ہین
ٹکڑیان ہین یہ مرے چاک گریبانون کی

چار ہی دن مین ہوا سوکھ کے کانٹا اے قیس
راس آئی نہ ہوا تجھکو بیابانون کی

وحشت آئی ترے دیوانون مین آندھی کی طرح
دھجیان اُڑ گئین دم بھر مین گریبانون کی

بخیہ گر چاک گریبان کو یونہین رہنے دے
آتی رہتی ہے ہوا اس سے بیابانون کی

نذرِ صرصر جو ہوئی شمع مری آہون سے
پھر ہوا بند نہ تھی بزم مین پروانون کی

پاؤن چھلنی ہوے کانٹون سے چلو خوب ہوا
خاک اب اور بھی چھانین گے بیابانون کی

جوشِ جنون مین زورِ نخافت تو دیکھیے — مجنون غبارِ دامنِ صحرا ابھی سے ہے

لطف و غضب کی شان نگاہون مین آچلی — قاتل ابھی سے ہے وہ مسیحا ابھی سے ہے

تیر و کمان کا شوق مبارک ہو آپ کو — ہم کو تو اپنے خون کا دعویٰ ابھی سے ہے

انجامِ کار دیکھیے ہوتا ہے کیا جلیلؔ!
گھر گھر ہمارے عشق کا چرچا ابھی سے ہے

محبت رنگ دے جاتی ہے دل جب دل سے ملتا ہے — مگر مشکل تو یہ ہے دل بڑی مشکل سے ملتا ہے

دہانِ زخم سے ہر وار پر آواز آتی ہے — خدا رکھے مسیحا کا مزہ قاتل سے ملتا ہے

لٹاتے ہون وہ دولت حسن کی باور نہین آتا — ہمین تو ایک بوسہ بھی بڑی مشکل سے ملتا ہے

خدا کے واسطے پھر ایک بار ارشاد ہو جائے — کہ ملتے ہین سبھی ہم سے مگر تو دل سے ملتا ہے

ملین کیا اپنے مشتاقون سے وہ اتنا سمجھتے ہین — کہ ہوتی ہے اُسی کی قدر جو مشکل سے ملتا ہے

نگاہین ملتے ہی اُٹھ جائین پردے دونون جانب سے — یہ تب ہوتا ہے جب آنکھون سے دل دل سے ملتا ہے

شہادت کی خوشی ایسی ہے مشتاقِ شہادت کو — کبھی خنجر سے ملتا ہے کبھی قاتل سے ملتا ہے

تمھین غیرت نہین آتی کہ تم تو ہم سے کھچتے ہو — تمھارا تیر سینے مین اُتر کر دل سے ملتا ہے

کشش سے کب ہے خالی تشنہ کامی تشنہ کامون کی — کہ بڑھ کر موجۂ دریا لبِ ساحل سے ملتا ہے

تماشا ہو اگر ٹوٹا ہوا دل سامنے رکھدون — کہین پوچھین تو وہ مجھ سے کہ تو کس دل سے ملتا ہے

خدا جانے غبارِ راہ ہے یا قیس ہے لیلے — کوئی آغوش کھولے پردۂ محمل سے ملتا ہے

مری جان آئنے ہین سب یہ صورت دیکھنے والے — ادا کا دیکھنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

ہمارا صاف دل ہے ہم تو ملتے ہین صفائی سے — اب آپکو یار تو جانے کہ تو کس دل سے ملتا ہے

تڑپتا چھوڑ کر مجکو کہین تو چھپ نہین سکتا — ارے نادان قاتل کا پتا بسمل سے ملتا ہے

کردے گا بے حجاب یہ چلمن مین بیٹھنا ۔ اے شوخ رخنہ گر ترا پردا ابھی سے ہے

لیلےٰ کو چار دن مین رہیگا نہ کچھ حجاب ۔ محمل مین چشمِ قیس کا پردا ابھی سے ہے

جھگڑا جو کچھ پڑے تو ہو ثالث کی احتیاج ۔ کیون میرے اُنکے بیچ مین پردا ابھی سے ہے

نامہ ابھی لکھا نہین قاصد گیا نہین ۔ لیکن اُمید و یاس مین جھگڑا ابھی سے ہے

کیا مضطرب رہین وعدۂ فردا سے چشم و دل ۔ قسمت توکل لڑیگی یہ جھگڑا ابھی سے ہے

پردہ اُٹھا نہین کہ تماشائے حسن ہو ۔ مشتاق جو ترا ہے تماشا ابھی سے ہے

تر دامنی ڈبوے نہ یارب کہین مجھے ۔ اک ایک تارِ دامنِ دریا ابھی سے ہے

بدنامیون کا خوف رُلاتا ہے عشق مین ۔ طوفان ہے دُور جوش پہ دریا ابھی سے ہے

گُل پھاڑتے ہین اپنا گریبان بہار مین ۔ یان حضرتِ جنون کا تقاضا ابھی سے ہے

اُن کا تو قصد صبح کو رخصت کا ہے مگر ۔ کہتی ہے جان میرا ارادا ابھی سے ہے

ہم نے تو دل بتون کو دیا دیکھ بھال کر ۔ زاہد کے سر مین حُور کا سودا ابھی سے ہے

تنکے مین چُن رہا ہون ابھی فصلِ گل ہے دور ۔ اب کے بہار پر مرا سودا ابھی سے ہے

ہے یہ کمالِ حُسن کہ آیا نہین شباب ۔ اُن پر مہِ تمام کا دھوکا ابھی سے ہے

دل مین یہ ان کے ہو کہ نہ ہو ہم کو کیا خبر ۔ لیکن ہمارے قتل کا چرچا ابھی سے ہے

تم نا سمجھ سہی مگر اتنا تو جان لو ۔ کوئی تمھارا چاہنے والا ابھی سے ہے

بن ٹھن کے اُس نے شکل دکھائی نہین ابھی ۔ بگڑا ہوا ہر ایک کا نقشا ابھی سے ہے

نعتیہ

حضرت مٹ کرینگے یاد تو یثرب کو جائینگے ۔ اپنا خیال اپنا ارادا ابھی سے ہے

کیا جانے کب بنے گی مسیحا نگاہِ ناز ۔ دردِ جگر یہان مرے عیسیٰ ابھی سے ہے

سنتے ہین آج ہونگے وہ گلشن مین جلوہ گر ۔ اک ایک پھول دیدۂ موسیٰ ابھی سے ہے

وہ دن بھی یاد ہین کہ وہ سادہ مزاج تھے
کُھلتی تھی ہاتھ دیکھ کے اُن کو حنا کبھی

محفل مین رو نہ بیٹھ کے بنتے ہو شعروں
کچھ کہہ اُٹھے نہ مُنہ سے کوئی دلجلا کبھی

کہتے ہین بات کیسلئے لازم ثبات ہے
وعدہ ہی کب رہا جو ہُوا وہ وفا کبھی

کہتا ہون مین کہ جانِ من اب تو وفا کرو
کہتے ہین وہ کہ جان نے کی ہے وفا کبھی؟

قدرت خدا کی خون کو مہندی سمجھتے ہین
چھوتے نہ تھے جو ہاتھ سے عطرِ حنا کبھی

جب ہو مجھے یقین کہ بھولے بہت ہو تم
بھولے سے گر جفا کی جگہ ہو وفا کبھی

اُٹھتے شباب مین بھی ہین آنکھین جُھکی ہوئی
دبکر رہی کسی سے نہ اُن کی حیا کبھی

کیا نازکی کی شان ہے قربان جایئے
دل پر گران ہوئی نہ تمھاری جفا کبھی

ہوتا ہے روز اتو وفا وعدہ ستم
مُنہ سے نکل گیا تھا مرے بیوفا کبھی

تھا زاہدین کا ذکر زبان بول اُٹھا وہ شوخ
سُنتے ہین ہم جلیل بھی تھے پارسا کبھی

یارب ہو خیر جوشِ یہ سودا ابھی سے ہے
ہاتھ اپنا اور دامنِ صحرا ابھی سے ہے

پھرنے لگا وہ یوسفِ ثانی نگاہ مین
میرا خیال خوابِ زلیخا ابھی سے ہے

ہم کیا کرین سوال یہ ٹھہرا نہین ابھی
وہ کیا جواب دینگے یہ دھڑکا ابھی سے ہے

نکلین وہ میکے دیدہ و دل سے محال ہے
بچپن مین یہ حیا ہے کہ پردا ابھی سے ہے

کمسن سہی وہ شوخ سہی، ناسمجھ سہی
ہے کچھ تو بات ہم سے جو پردا ابھی سے ہے

بلبل کا حشر دیکھئے کیا ہو بہار تک
سارے چمن کی آنکھ مین کانٹا ابھی سے ہے

عاشق کو تیرِ ناز سے تاکا ابھی تو نہین
تھامے ہوے غریب کلیجا ابھی سے ہے

دیکھون گا اُس جمال کو یارب کس آنکھ سے
حیرت کا تو پڑا ہوا پردا ابھی سے ہے

تجکو پڑی ہے کیون مرے جرم و قصور کی
واعظ بُرا نہ مانے گی رحمت غفور کی

اللہ کس کے روے حسین کا خیال ہے
آتی ہے روز خواب مین اِک شکل حور کی

کچھ اور انکسار سے اپنی غرض نہین
منظور ہے شکست تمھارے غرور کی

تربت وہ کونسی ہے جو روندی نہین گئی
نکلے تھے آپ کرنے زیارت قبور کی

آتش بیانیون پہ مری کہتے ہین کلیم
مُنہ مین ترے زبان ہے کہ لو شمعِ طور کی

رُخسار سے اُلٹ دو ذرا گوشۂ نقاب
پھر سیر دیکھو میرے دلِ ناصبور کی

کس شان سے ہین بیٹھے ہوے پیشِ آئینہ
تصویر لے رہے ہین وہ اپنے غرور کی

الفاظ بیجدا ہین نامے مین یار کے
جو سطر ہے گُندھی ہوئی چوٹی ہے حور کی

قدرت خدا کی دستِ نگارین ہے یار کا
یاقوت کا ہے پنجہ کلائی بلور کی

یہ کہنے کے ہم سزا کے سزاوار ہو گئے
ملتی ہے عاشقون کو سزا کس قصور کی

شدت جو ہوگی پیاس کی میدانِ حشر مین
کردیگی آب آب ندامت قصور کی

بالاے بام پہونچے وہ جوڑا جو باندھ کر
چوٹی دکھائی دینے لگی کوہِ طور کی

چھوڑی نہ چاہ غیر کی اللہ رے تیری ضد
کرنی نہ تھی جو بات اُنھین وہ ضرور کی

طوفانِ نوح دیدۂ تر نے بپا کیا
ٹھنڈی ہی ہوئی نہ آگ مگر اس تنور کی

کیا بیکسی بیان ہو شامِ فراق کی
اِک مین ہون اِک تڑپ ہے دلِ ناصبور کی

مجنون کے سر پہ ان کو لئے پھرتی ہے ہوا
دامن کی دھجیان ہین کہ ٹکڑی طیور کی

دُنیا کا ذکر یان کبھی آتا نہین جلیل،
صُحبت ہمین پسند ہے اہلِ قبور کی

ممکن نہین کہ داغ ہون دل سے جدا کبھی
ان پھولون سے نہ جائیگی بوے وفا کبھی

آخر کو اُسنے پاؤن سے مل دل کے کھدیا
مٹی لگی ٹھکانے دلِ ناصبور کی

موسیٰ کے اضطراب نے اچھا دیا جواب
دیکھی تڑپ تو لوٹ گئی برق طور کی

گرمی سے اُسکے رُخ پہ ہے کاکُل عرق فشان
بوتل ڈھلک رہی ہے شرابِ طہور کی

پھر کیون نہ ہو قصور کسی سے خطا معاف
تم اپنے ہاتھ سے جو سزا دو قصور کی

عشاق تیرے تجکو نہین پاتے عُمر بھر
صورت تری پری کی ہے سیرت ہے حور کی

قاتل تو جب تڑاہون مین لے اضطرابِ شوق
پیدا ہو دردِ دل مین چمک برقِ طور کی

اللہ رے اپنے چاہنے والون کا امتحان
کس کس ادا سے ہوتی ہے تعریف حور کی

آئی جوابِ سمجھ تو وہ آنکھین نہین رہین
نرگس کے پھول دینے لگے بو غرور کی

قصرِ بہشت جس سے ملا وہ یہ بات تھی
پروردگار حد نہین میرے قصور کی

دیکھون ہزار آنکھ سے جلوہ ترا اگر
جب دیکھنے بھی دے مجھے کثرت ظہور کی

احسان آپ کا ہے کہ مایوس کردیا
تسکین اب تو ہوگئی دلِ ناصبور کی

کہتے ہین سب انی جسے قاتل کی آن ہے
تیغِ کشیدہ ایک ادا ہے غرور کی

کس بادہ کش کی آنکھ کھلی پچھلی رات سے
رہ رہ کے آرہی ہے صدا یا غفور کی

کیونکر کلیم کو شبِ تاریک روکتی
اُن کو تو تھی لگی ہوئی لَو شمعِ طور کی

دیکھو ذرا سکوت تم اپنی شبیہ کا
چھان دے رہی ہے یہ بھی تمھارے غرور کی

شرمِ گنہ سے حشر مین رُو پوش ہے خلیل
پھرتی ہے ڈھونڈتی اُسے رحمت غفور کی

جنت مین جاکے کھینچی ہے تصویر حور کی
تصور تگرِ خیال کو سوجھی ہے دور کی

تیوری اُتر چکی ہے بُتِ رشکِ حُور کی
رہتی چڑھی کمان کہان تک غرور کی

چاند سورج کی طرح آپ پھرا کرتے ہین
میرے گھر مین بھی کبھی جلوہ نمائی ہوتی

خواہشِ دید پر اب آنکھ دکھانا کیسا؟
تم نے پردے سے نہ آواز سنائی ہوتی

تھا جو تقدیر مین جلنا تو مجھے کیون انسان
شمع ہوتے تری محفل مین رسائی ہوتی

کوئی جلوے کا اگر دیکھنے والا ہوتا
یار کو خود ہوس جلوہ نمائی ہوتی

پی گئے اشک اُسے دیکھ کے ہم خیر ہوئی
چشمِ گریان نے ابھی آگ لگائی ہوتی

وہ بلا تیری محبت کا ہے پھندا صیاد
گر رہا بھی مجھے کرتا نہ رہائی ہوتی

اور کچھ دیر شہیدانِ وفا سو لیتے
آکے تربت پہ قیامت نہ اُٹھائی ہوتی

شوق لایا تھا مرا تا درِ دلدار مجھے
جذب تائید جو کرتا تو رسائی ہوتی

لذتِ آبِ خنک پیاس کا صدقہ سمجھو
وصل دیتا نہ مزہ گر نہ جُدائی ہوتی

آفتاب اوس کے قطرون کو اُڑا دیتا ہے
کون ہوتا جو تری جلوہ نمائی ہوتی

روح و قالب کی جُدائی کا نہین کچھ شکوہ
کاش دو دل مین نہ اے چرخ جُدائی ہوتی

گر اُسے پردۂ کثرت مین نہ چھپنا ہوتا
ذرے ذرے مین نہ یون جلوہ نمائی ہوتی

شکر ہے حشر مین پرسش نہ ہوئی اپنی **جلیل**
ورنہ ہم سے نہ کوئی بات بن آئی ہوتی،

آنکھین نشیلی دیکھیے اُس رشکِ حُور کی
ہین دو گلابیان یہ شرابِ طہور کی

کیا تمکنت بیان ہو بُتِ رشکِ حور کی
تصویر ہے کھچی ہوئی ناز و غرور کی

صورت ہر اک حسین نے پائی ہے نور کی
صورت یہ تو نے خوب نکالی ظہور کی

سبقت غضب پہ لیگئی رحمت غفور کی
پرسش نہ کچھ ہوئی مرے جرم و قصور کی

اُس آنکھ کو اور آنکھ کے سُرمے کو دیکھیے
دنبالہ کہہ رہا ہے کہ جوتی ہون حور کی

سیر ہوتی مرے دل سے جو بگڑتی مجھ سے — تم جدھر ہوتے اُدھر ساری خدائی ہوتی

تیری آنکھون کو تو جادو ہی جگاتے گزری — کوئی سوتی ہوئی تقدیر جگائی ہوتی

اور اثر میرے فسانے کا نہوتا نہ سہی — یہ تو ہوتا کہ تمھین نیند نہ آئی ہوتی

بال و پر ہین جو سلامت تو خوشی کیا صیاد — کچھ نہ ہوتا مگر اُمیدِ رہائی ہوتی

عمر بھر راہ دکھائی ہے اجل نے ہم کو — اب بھی کمبخت یہ کیون آئی نہ آئی ہوتی

حُسن پردے مین ہے اُس پر ہے یہ حالت اپنی — فیصلہ تھا جو نقاب اُسنے اُٹھائی ہوتی

مار ڈالا سرِ محفل مجھے غمزہ کر کے — رحم آیا نہ تمھین شرم تو آئی ہوتی

بیخودی خوب تھی پابند علائق کیلئے — یہ جو ہوتی تو اسیری مین رہائی ہوتی

مین اِدھر قتل ہوا کٹ گئے اغیار اُدھر — آپ نے دیکھ کے تلوار لگائی ہوتی

تجکو آنے سے ہے انکار یہ مانا ہم نے — بات جب تھی کہ تری یاد نہ آئی ہوتی

آپ کو دیکھ کے وہ اور بھی تن جاتے ہین — آئنہ بیچ سے اُٹھتا تو صفائی ہوتی

شوقِ دیدار مین اُفتاد جو پڑتی ہم پر — دیکھتے آپ کہ آنکھون سے اُٹھائی ہوتی

محفلِ شعر و سخن سرد پڑی ہے کب سے
تم نے کچھ پڑھ کے جلیل آگ لگائی ہوتی

طور کی آگ مرے دل مین لگائی ہوتی — ایسی بجلی کوئی اے چرخ گرائی ہوتی

تم نے ہم سے جو کبھی آنکھ ملائی ہوتی — دشمنون کو بخدا نیند نہ آئی ہوتی

پہلے اتنا غمِ فرقت نہ ستاتا تھا ہمین — وصل کے بعد نہ اے کاش جُدائی ہوتی

خواب مین بھی تمھین آنے سے حیا مانع ہے — اسی پردے مین کبھی جلوہ نمائی ہوتی

وعدہ دید ٹھہرتا نہ اگر محشر مین — مرنے والون کو کبھی نیند نہ آئی ہوتی

اسکے دل سے پوچھئے داغِ اسیری کی بہار — لائی ہے یہ پھول بلبل خانۂ صیاد سے

داغ دینگی یا امیرون کی چمن آرائیان — جُز گلِ حسرت ملا کیا پوچھئے شدّاد سے

دے رہا تھا بار اک شیرین ادا کا اشتیاق — ورنہ پتھر خاک کٹتا تیشۂ فرہاد سے

پھر رہا کرنے نہ کرنے کا ہے صیاد اختیار — ایک دو نالے تو سُن لے بلبلِ ناشاد سے

سیرِ گُل تو کر چکے ہنس ہنس کے یارانِ چمن — آؤ اب کچھ رو لین ملکر بلبلِ ناشاد سے

تیری اس مشاطگی پر اے جنون پتھر پڑین — مانگ شیرین کی بھری خونِ سرِ فرہاد سے

نغمۂ بلبل سے غنچے مسکرائے بھی تو کیا — گل فشانی کرکے ہم نے داد لی صیاد سے

ہنس رہے تھے یا تو گُل یا چھا گئی افسردگی — کچھ پتے کی کہہ گئی بلبل لبِ فریاد سے

باغ سے لایا مقدر خانۂ صیاد مین — دیکھین اب جانا کہان ہو خانۂ صیاد سے

اللہ اللہ کیا توجہ ہے کہ ہم اب تک جلیل — فیض پاتے ہین مزارِ حضرتِ اُستاد سے

مین وہ بلبل ہون قفس سے جو رہائی ہوتی — بوئے گل دُور سے لینے مجھے آئی ہوتی

سخت جان آپ کا یون ذبح نہین ہونے کا — تیغ فولاد کی پتھر کی کلائی ہوتی

تم سے دیکھا نہین جاتا جو تڑپنا دل کا — نگہِ شوخ کی بجلی نہ گرائی ہوتی

ہو گئی جب ترے گیسوے رسا کا حصہ — پھر کہان سے مری قسمت مین رسائی ہوتی

شرم نے اور بھی جھگڑے کو بڑھا رکھا ہے — نگہِ ناز جو لڑتی تو صفائی ہوتی

پھر کہان جلوۂ جانان کی بہار اے موسیٰ — ایسے موقع پہ تمھین نیند نہ آئی ہوتی

چاہتا ہون کوئی امید نہ رکھون اُن سے — کاش میری یہی اُمید بر آئی ہوتی

راحتِ وصل جو ملتی بھی تو کئے دن کیلئے — پھر وہی صبح وہی شام جدائی ہوتی

رات دن فکرِ عدو شام و سحر ذکرِ عدو
کیا غرض تم کو کسی بھولے ہوے کی یاد سے

فصلِ گل مین آدمی کے ہوش کیا رہتے بجا
تنکے چُنواے جنون نے بلبلِ ناشاد سے

سنگدل شیرین کو جوے شیر کی حاجت تھی کیا
خون کی ندی بہانی تھی سرِ فرہاد سے

ابتو جیتے جی قفس سے چھوٹنا ممکن نہین
بلبلو ناخوش رہو یا خوش رہو صیاد سے

شیشۂ لبریز سے مستون نے سیکھی ہے یہ بات
ایک دم بھی دل نہ خالی ہو کسی کی یاد سے

یہ تو ممکن ہے کہ بلبل آشیان مین چھپ رہے
آشیان کیونکر چھپائے دیدۂ صیاد سے

چاہتا ہے دل کہ سر ہوجاے گردن سے جُدا
ہو جدا گردن نہ لیکن خنجرِ جلاد سے

بے خلش ہمنے بسر کی زیست گلشن مین جلیل!
ربط گلچین سے تو یارانہ رہا صیاد سے

تم اگر بیچین ہوتے ہو مری فریاد سے
چٹکیان دل مین نہ لے کہدیہ اپنی یاد سے

چین کس کمبخت نے پایا دلِ ناشاد سے
میرے کہنے کو نہ مانو پوچھ لو فرہاد سے

اپنے دل سے پوچھنی تھی مرگِ شیرین کی خبر
کیا کہین فرہاد کو ہم رہ گئی اُستاد سے

گل ادھر بھولے ہوے غنچے اُدھر روٹھے ہوے
بات کیا ایسی ہوئی ہے بلبلِ ناشاد سے

کہہ رہی ہے سانس بسمل کی غنیمت ہے یہ دم
سیکھ لون رُک رُک کے چلنا خنجرِ جلاد سے

یہ قفس ہے بلبلو! من مانی گھر جانی نہین
نالہ کرنا ہے تو لو پروانگی صیاد سے

چل رہا تھا بے ستون پر اک ذرا بہکا جو ہاتھ
کٹ گئے دن زندگی کے تیشۂ فرہاد سے

قطع ہوجاتی مری اُمید بھی گردن کے ساتھ
رہگیا یہ ایک تسمہ خنجرِ جلاد سے

بو جہان غنچے سے نکلی ہاتھ آتی ہے کہان
جیسے طائر چھوٹ جائے پنجۂ صیاد سے

زہر کیا ہے خوابِ شیرین اپنی آنکھون کے لئے
خوف یہ ہے دل نہ غافل ہو تمھاری یاد سے

آہ کی کیا ہے خطا دل مین جو کچھ ہوتا ہے
وہ ٹپکتا ہے مرے دیدۂ تر سے پہلے

جیتے جی اپنے کہین عمرِ روان رُکتی ہے
ہے تماشا کہ سفر مین ہون سفر سے پہلے

نعتیہ

انبیا مین تمھین اے ختمِ رسلؐ افضل ہو
بات ہی کیا ہے جو پھول آئے ثمر سے پہلے

چارہ گر آج نیا عشق کا آزار نہین
تھا یہی زخمِ جگر داغِ جگر سے پہلے

لاگ نے آگ لگائی تھی وہ پروانون مین
سب کے سب ٹھنڈے ہوئے شمعِ سحر سے پہلے

اے جلیل آپ بھی کس دھیان مین ہین خیر تو ہے
خواہشِ قدرِ ہنر کسبِ ہنر سے پہلے

چھیڑ دیکھو تم کسی دن خنجرِ بیداد سے
دل تڑپ جائے وہ جسکی لون لبِ فریاد سے

رو رہا ہون اسکے آگے چرخ کی بیداد سے
ہے ستم ایجاد کا شکوہ ستم ایجاد سے

نیند تو اُن کی اُڑی کیا جانے کسکی یاد سے
مجھ سے برہم ہین اُلجھتے ہین مری فریاد سے

آئی بسمل کی اجل مقتل مین یہ کہتی ہوئی
ہو گلے ملنا مبارک خنجرِ جلاد سے

یاد جاتے جاتے جائے گی چمن کی ہمصفیر
اُنس ہوتے ہوتے ہوگا خانۂ صیاد سے

آدمی تو آدمی پتھر بھی پانی ہو گئے
روئی جب شیرین لپٹکر تربتِ فرہاد سے

دیکھتا ہون اُنکی آنکھین ڈھونڈتا ہون وہ نگاہ
جس نگہ نے صبر چھینا ہے دلِ ناشاد سے

لے گیا بلبل پکڑ کر سب کھڑے دیکھا کیے
کوئی کانٹا بھی نہ اُلجھا دامنِ صیاد سے

رنجِ تنہائی سہی لیکن بہل جاتا ہے دل
کچھ تمھاری یاد سے کچھ نالہ و فریاد سے

ایسی کیا تدبیر ہو جس سے کٹین دن ہجر کے
جی مین آتا ہے یہ پوچھون خنجرِ جلاد سے

مین یہ کیون کہتا کہ تم بیداد سے توبہ کرو
خو تمھین بیداد کی راحت مجھے بیداد سے

دام کی صورت جو دیکھی مر گئی بلبل غریب
پھنس گئی دامِ اجل مین بچ گئی صیاد سے

شام غربت کا فسانہ نہ ابھی چھیڑ اے دل
پوچھ یون حالِ وطن بادِ سحر سے پہلے

چھوڑ دو ساتھ ہی دونون کو تڑپنے کیلئے
دل سے تم ہاتھ اُٹھاؤ نہ جگر سے پہلے

وہ اُدھر تیغ بکف ہین مین اِدھر آہ بلب
دیکھنا یہ ہے کہ چلتی ہے کدھر سے پہلے

کہہ گیا آج وہ بیدرد گلے ملکے جلیل
ہم نہ واقف تھے ترے دردِ جگر سے پہلے

یون نہ ٹپکا تھا لہو دیدۂ تر سے پہلے
دیکھنا آگ لگی پھر اِسی گھر سے پہلے

آنکھ قاتل کی پڑی تیغِ دو سر سے پہلے
ملگیا زادِ سفر مجکو سفر سے پہلے

نامۂ یار پڑھونگا ابھی جلدی کیا ہے
نامہ بر کو تو لگا لون مین جگر سے پہلے

بڑھتی جاتی ہین یہ کہتی ہوئی زلفین اُنکی
دیکھئے کون لپٹتا ہے کمر سے پہلے

بال و پر کھو کے ترستے ہین چمن کو اب ہاے
ہم ہوا بنتے تھے کبھی بادِ سحر سے پہلے

وہ کماندار مری شکل سے بیزار سہی
غیر ممکن ہے پڑے تیر نظر سے پہلے

ڈرتے ڈرتے جو پیئے اُسکو ضرر کیا واعظ
دیدۂ تر ہے یہان دامنِ تر سے پہلے

یون تو نالے دلِ عاشق سے نکلنے کے نہین
کوئی لینے کو بڑھے بابِ اثر سے پہلے

مدعی عشق کی اب جا ہے خدائی ہو جائے
کس نے یہ بار اُٹھایا تھا بشر سے پہلے

قتل کرتی ہے لچکنے کی ادا عاشق کو
وہ یہی سمجھ لیتے ہین، کمر سے پہلے

وصل کی شب گئی دیوانہ بنا کر مجکو
جی مین ہے دست و گریبان ہون سحر سے پہلے

دل تو نادان سدا کا ہے اُسے کیا جھیلون
سچ تو یہ ہے کہ ہوئی چوک نظر سے پہلے

خلشِ دل کا ذرا دیر مزہ رہنے دے
کھینچ ناوک کو مرے یار جگر سے پہلے

وصل کا دن جو دکھاتی بھی ہے تقدیر کبھی
شام آتی ہے مرے گھر مین سحر سے پہلے

رکھتے ہین مین نے پھول عنا دل کے سامنے

اُسنے تاکا تھا جگر تیر نظر سے پہلے
دل تڑپ کر یہ پکارا کہ ادھر سے پہلے

شمع ٹھنڈی ہوئی دم بھر بھی سحر سے پہلے
روتے گزری ہے مسافر کو سفر سے پہلے

جیسے جیسے درِ دلدار قریب آتا ہے
دل یہ کہتا ہے کہ پہونچون مین نظر سے پہلے

تیری منزل بھی ہے منزل کوئی اے شمعِ مزار
شام کے بعد چلی پہونچی سحر سے پہلے

دل چرانے کی ادا خاص ہوا کرتی ہے
دیکھ لیتے ہین وہ دزدیدہ نظر سے پہلے

یار سے پردہ اُٹھانے کو ابھی کیا کہیے
ہوئے دامن تو جدا دیدۂ تر سے پہلے

دونون مظلوم ہین کچھ بن نہین پڑتی دمِ حشر
دل سے فریاد ہو پہلے کہ جگر سے پہلے

خوب ہو وصل کی شب مین جو وصال اپنا ہو
آپ رخصت ہون سحر کو مین سحر سے پہلے

موت کی یاد نے بیخود ہمین کر رکھا ہے
گھر کو چھوڑے ہوے بیٹھے ہین سفر سے پہلے

پھر ستمگر تری ناوک فگنی دیکھون گا
دیکھ لون مین تجھے حسرت کی نظر سے پہلے

راہ لینگے عدم آباد کی مرنے والے
آپ تلوار تو لین اپنی کمر سے پہلے

دونون مٹنے مین برابر ہین مگر سنتا ہون
خاتمہ دل کا ہوا میرے جگر سے پہلے

رُخ سے گیسو جو ہٹے دل کو شگفتہ پایا
کوئی غنچہ نہ ہوا پھول، سحر سے پہلے

ہے حسینون مین اُسی پر مجھے دعویٰ دل کا
جس نے دیکھا تھا لگاوٹ کی نظر سے پہلے

مین تو کہتا ہون لگانے دو گلے خنجر کو
وہ یہ کہتے ہین لگا لون مین کمر سے پہلے

پھر مزہ آئے گا آئینہ اگر دیکھو گے
دیکھ لو آپ کو تم میری نظر سے پہلے

اجنبی بن کے کوئی یار سے اتنا پوچھ آئے
آپ ملتے تھے کسی خستہ جگر سے پہلے

بے حجابی جو یہی ہے تری شوخ آنکھون کی
ہم پردے کی اُٹھے گی اِسی گھر سے پہلے

لایا نصیب ناوکِ قاتل کے سامنے / آیا ہمارے دل کا کیا دل کے سامنے

دعویٰ تھا اضطراب کا سیماب و برق کو / کوئی ٹھہر سکا نہ مرے دل کے سامنے

اس انفعال پر کوئی کس طرح مر نہ جاے / بیٹھے ہین سر جھکاے وہ بسمل کے سامنے

جن کو دلِ شگفتہ ملا اُن کا قول ہے / جنّت کی کچھ بساط نہین دل کے سامنے

اتنا تو اے فلک ہو کہ وہ ہاتھ ٹوٹ جائین / جو پھول توڑتے ہین عنادل کے سامنے

کیا ہوا ابھی جو کوند کے بجلی گرے کوئی / بیٹھے تو ہو تڑپتے ہوے دل کے سامنے

گُل ہون کہ غنچے سب یہ مسافر چمن مین ہین / کوئی ہے دور کوئی ہے منزل کے سامنے

کیا محتسب نے شیشۂ مے پر ستم کیا / یہ تذکرہ کرو نہ مرے دل کے سامنے

کہتا ہے نور چہرے کا چھنکر نقاب سے / ہلکا سا ابر ہے مہِ کامل کے سامنے

بیدردیون کا تجھ سے عوض لے الٰہ مین / کیا بات ہے یہ درد بھرے دل کے سامنے

جانے کو یون تو جان گئی سر گیا، مگر / صد شکر بات رہ گئی قاتل کے سامنے

آئینے مین وہ چھیڑ کے کہتے ہین عکس سے / چُپ لگ گئی ہے کیسی مقابل کے سامنے

پروانہ کہہ کے دیکھ لے وہ شمع رو مجھے / ہو گی جلی کٹی بھری محفل کے سامنے

اے لذّتِ نظارہ یہ کیون کر سمجھ سکون / آنکھون کے سامنے ہو کہ وہ دل کے سامنے

ہے مدعا کہ شوق مین باہر نکل پڑے / بیٹھے ہین تیر جوڑے مرے دل کے سامنے

نکلے تھے سیرِ گل کو یہ دیکھا چمن مین آج / ٹکڑے ہین کچھ جگر کے عنادل کے سامنے

یارب بنا دے آئنہ روے یار اسے / دل اُس کے سامنے رہے وہ دل کے سامنے

تلوار چل کے مانعِ رفتار ہو گئی / کُشتون کے پشتے بندھ گئے قاتل کے سامنے

چپکین ریاضِ مضطر و آہ اب کہین تامل

صیّاد کو تلاش چُھری کی ہے کس لئے
نامِ بہار ہے لے عنا دل کے سامنے

ناقہ چلا ہے نجد کو لیلےٰ کی ہے دعا
پردہ اُٹھے تو قیس ہو محمل کے سامنے

کیا بیخودیِ شوق ہے اُلفت کی راہ مین
منزل کی جستجو مین ہون منزل کے سامنے

اب قسمت آزمانے کی صورت ہے اک یہی
تلوار رکھ دون کھینچ کے قاتل کے سامنے

یان مثلِ شمع سینے سے اُٹھنے لگا دُھوان
کس نے بھری یہ آہ مرے دل کے سامنے

جو چاہے عاشقون پہ ستم کر لے سنگدل
دل کو نہ توڑ بہرِ خدا دل کے سامنے

آدابِ قتلگاہ سکھاتی ہے سب کو تیغ
گردن رہے جُھکی ہوئی قاتل کے سامنے

ایا ب تجھے تصوّرِ مژگان نہ چاہیے
نشتر کا ذکر آبلۂ دل کے سامنے

تکلیفِ ذبح دیکے ہون کس درجہ منفعل
خنجر کی پُشت ہے مرے قاتل کے سامنے

اُن کا بھی اب جو فضلِ خدا سے شباب ہے
کیا کیا وہ تنتے ہین مہِ کامل کے سامنے

آئینہ جوشِ گریہ سے بیتاب ہوگیا
مثلِ حباب پھوٹ بہا دل کے سامنے

یہ کہہ کے چاندنی مین کیا اُنکو بے نقاب
چھپتا نہین ہے حق کبھی باطل کے سامنے

پایا ہے زیرِ تیغ عجب لطفِ زندگی
سر پیٹ لے جو کہہ دون یہ قاتل کے سامنے

پر کی طرح ہوا سے بہت دور جا پڑا
مین نے لیا دم آکے جو منزل کے سامنے

سب جا رہتے ہین سینے مین پیکان لیے ترا
اُس دل کی قدر گھٹ گئی اس دل کے سامنے

رنگِ فنا جمانے کا موقع یہی تو ہے
رہنے دو میری لاش کو قاتل کے سامنے

تھا ذوقِ دید شوقِ شہادت کے ساتھ ساتھ
جھپکی نہ آنکھ خنجرِ قاتل کے سامنے

چلتا ہون سیرِ باغ کو اس شرط پر جلیلؔ!
سونگھے نہ کوئی پھول مرے دل کے سامنے

دو دو چھریان لیے رہتا ہے حسینون کا شباب
شان ہوتی ہے جدا آن جدا ہوتی ہے

بیچ مین تم نہ اگر ہو تو فلک سے پوچھون
نارسا ہوتی ہے یا آہ رسا ہوتی ہے

دولتِ حُسنِ جوانی ہو مبارک تم کو
کچھ خیرات بھی کچھ راہِ خدا ہوتی ہے

باغ مین شوخیِ رفتار کا موقع کیا ہے
دیکھیے دیکھیے پامال حنا ہوتی ہے

لن ترانی جو سُنی دل مین کہا موسیٰ نے
حُسن کی شان بھی کیا شانِ خدا ہوتی ہے

اب کہان آپ مین عشاق چلی بادِ بہار
ہوش اُڑانے مین تو آندھی یہ ہوا ہوتی ہے

دل جو لینا ہو کسی کا تو نگہ ہو کہ ادا
ایک سے ایک لگاوٹ مین سوا ہوتی ہے

فائدہ نامہ و پیغام سے کچھ خاک نہین
ہان یہ ہوتا ہے کہ تسکین ذرا ہوتی ہے

ناوک اندازیِ مژگان کوئی اُس دم دیکھے
ٹکے جب آنکھ سے وہ آنکھ جدا ہوتی ہے

کوستا ہے لبِ جان بخش سے کوئی مجھکو
مین سمجھتا ہون مری عمر سوا ہوتی ہے

بات ہی کیا ہے کسی سے جو نہین وہ ملتے
اُن کی ہر بات زمانے سے جدا ہوتی ہے

چٹکیان لے کے مرے دل مین کہا ظالم نے
یان گنہگار کو ایسی ہی سزا ہوتی ہے

وصل مین شرم و حیا دیکھ کے حیرت ہے مجھے
ایسے موقع پہ وہ شوخی تری کیا ہوتی ہے

آرزو خلد کی حورون کی تمنا زاہد
ایسے دل سے بھی کہین یادِ خدا ہوتی ہے

ٹھنڈے ٹھنڈے مرے سینے پہ نہ رکھے کوئی ہاتھ
آتشِ دل کی بھڑک اور سوا ہوتی ہے

ملگئی شاہ کے قدمون مین جگہ مجکو جلیل!
اس طرح ہوتی ہے قسمت جو رسا ہوتی ہے

رکھین نہ آپ گُل کو مرے دل کے سامنے
بسمل شگفتہ ہو گا نہ بسمل کے سامنے

مجنون ذرا نظر تو جما دل کے سامنے
محمل مین جو نہین وہ ہے محمل کے سامنے

تلخ کامی کا محبت مین ہے شکوہ بیکار
جیسا ہوتا ہے مرض ویسی دوا ہوتی ہے

ہین زبانین مژہ تر کی فقط کہنے کو
بات دل کی کہین آنکھون سے ادا ہوتی ہے

کیا اثر دردِ جدائی کا ہے اللہ اللہ
نامِ تاثیر سے بیزار دوا ہوتی ہے

دل سے پیکان جو کھچا ساتھ ہی آئی آواز
جسم سے جان اسی طرح جدا ہوتی ہے

دلربائی مرے ساقی کی جو ہوتی ہے شریک
تب کہین دخترِ رز ہوشربا ہوتی ہے

رنگ چہرے سے اُڑا خواب اُڑا آنکھون سے
کوچۂ عشق مین کیا تیز ہوا ہوتی ہے

خوب اُستاد ملا حُسن ستمگر تجھکو
مشغلے لاکھون ابھی مشقِ جفا ہوتی ہے

پوچھتا کون ہے یان شمعِ لحد کے آنسو
کچھ جو ہوتی ہے ہوا خواہ صبا ہوتی ہے

زور چٹکی مین نہین خاک چلے تیر اپنا
منفعل ہونٹون پہ آ آکے دعا ہوتی ہے

چاٹ دی خوب ہی خونِ شہدا کی تم نے
اب کہان ہاتھ سے تلوار جدا ہوتی ہے

عشق مین آہ کے گل کھلتے ہین یا اشکون سے
اس گلستان کی عجب آب وہوا ہوتی ہے

رنگ لئے ہاتھ مرا خونِ تمنا ملکر
اب بلا آپ کی پابندِ حنا ہوتی ہے

خاک مین چرخ ملاتا ہے ملانے دو جلیل!
اور بھی آئینۂ دل کی جِلا ہوتی ہے

یون تو شوخی ہر ادا ہوش ربا ہوتی ہے
جو ذرا شوخ نکلتی ہے قضا ہوتی ہے

گر خون مین وہی مقبول حنا ہوتی ہے
جس مین آمیزشِ خونِ شہدا ہوتی ہے

پھر سُنا ہے کہ وہان مشقِ جفا ہوتی ہے
آجکل پھر مرے جینے کی دعا ہوتی ہے

دردِ دل سُنکے علم تیغِ جفا ہوتی ہے
کچھ جو کہیے تو یہ کہتے ہین دوا ہوتی ہے

کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ نظر قاتل کی
جانستان ہوتی ہے یا روح فزا ہوتی ہے

چلتے ہین اٹھکھیلیون سے وہ تو اُن کے ساتھ ساتھ
کھنچی جاتی ہے قیامت ہائے کیا انداز ہے

گوش ولب کو آشنا کیون کیجیے کیا فائدہ
میرے تیرے دل مین جو ہے ایک ہی وہ راز ہے

مرغ دل کو سوزِ اُلفت نے بنایا ہے سپند
اِسکے حق مین شعلۂ آتش پرِ پرواز ہے

مجکو اے ذوق اسیری! تاب ہلنے کی نہین
لوگ سمجھے ہین مری زنجیر بے آواز ہے

زخمِ دل کے توڑ کر ٹانکے یہ ظالم نے کہا
ایک یہ بھی مُسکرانے کا مرے انداز ہے

پھول اُڑتے آگ سے دیکھا تو ہوگا باغبان
یہ حقیقت ہے مری آتنی مری پرواز ہے

حُسن جانان کی ترقی کا تقاضا ہے یہی
کہیے ہر انداز پر یہ اور ہی انداز ہے

نالے شکوے سب دلِ خستہ سے سُن لو چھیڑ کر
ٹوٹے پھوٹے ساز مین سو طرح کی آواز ہے

ہو رہا تھا تذکرہ محشر کا اُن کے سامنے
وہ ہوے چلتے یہ کہکر یہ بھی اک انداز ہے

حُسن والون مین کوئی پوچھے نہ پوچھے اے جلیل!
عشقبازون مین تو آج اپنا بڑا اعزاز ہے

توبہ جب توڑے پیدا یہ صدا ہوتی ہے
ہاے کیا چیز ہے ہوشربا ہوتی ہے

قبرِ عاشق کی اُداسی بھی بلا ہوتی ہے
شمع کہتی ہے مری روح ہوا ہوتی ہے

ہم ترستے ہین رقیبون پہ جفا ہوتی ہے
کونسا جرم ہے جس کی یہ سزا ہوتی ہے

عالمِ قید مین بھی روح رہا ہوتی ہے
کچھ عجب حالتِ اربابِ فنا ہوتی ہے

اے فلک دلشکنی کی تو ہے یہ یاد رہے
آہ ٹوٹے ہی ہوے دل کی رسا ہوتی ہے

دوسے معشوق سے اُس کا ہے اُٹھانا دشوار
لاکھ پردون کا جو اک پردہ حیا ہوتی ہے

آپ زخمون پہ نمک یون ہی چھڑکتے جائین
لذّتِ درد تڑپنے سے سوا ہوتی ہے

کبھی اس بُت کا نظارہ ہے کبھی اُس بت کا
پردے پردے مین یہان یادِ خدا ہوتی ہے

سنکر کہدیا مایوسیون نے دل کو غربت مین — کہین منہ سے یہ نکلا تھا وطن کی یاد باقی ہے

تپ غم سے شفا کب دیکھیے اللہ دیتا ہے — مسیحا کر چکے میری دوا جلاد باقی ہے

جنون آبادِ اُلفت مین ہزارون قیس و وامق تھے

اب اُن سب مین جلیل اک خانمان برباد باقی ہے

میرے قاتل کا زمانے سے جدا انداز ہے — تیر، برچھی، تیغ جو سمجھو نگاہِ ناز ہے

ایک شوخی کیا ادا ہے عشوہ ہے انداز ہے — سب ہین لیکن ناز ہے جس پر انھین وہ ناز ہے

دل کے حق مین ایک آفت وہ نگاہِ ناز ہے — مثلِ مرگِ ناگہانی تیر بے آواز ہے

آنکھون آنکھون مین کہا ساقی نے میخوارون سے آج — دو پیالون مین ہے جو کچھ میکدے کا راز ہے

نازنین معشوق کو جلاد کہنا ہے گناہ — جو گلے پر پھیر دیتا ہے چھری وہ ناز ہے

رہ چلے؟ قیدی! ترے دیوانہ نازک مزاج — یان گرانِ زنجیر سے کم زنجیر کی آواز ہے

بیوفا کہہ کہہ کے مجکو مسکراتے جائیے — ہان مری جان جان لینے کا یہی انداز ہے

جیسے بو غنچے سے پھوٹے وہ ہی صورت آجکل — شق ہوا جاتا ہے دل کھلنے پر اپنا راز ہے

ناز اُٹھاتے ہی اُٹھاتے عمر آخر ہو گئی — ہم نہ سمجھے تھے کہ ظالم تو سراپا ناز ہے

گفتگو کرتے تو ہو موسیٰ، ذرا سنبھلے ہوے — ہوش پر بجلی گراتی ہے یہ وہ آواز ہے

دام مین ہون یا قفس مین خوفِ تنہائی نہین — مین جہان ہون ساتھ میرے حسرتِ پرواز ہے

خوبرو کیا کیا چھپاتے ہین مگر چھپتا نہین — ہاے جوبن بھی کسی بیچین دل کا راز ہے

کہدیا مین نے کوئی لیتا ہے دل مین چٹکیان — اب یہ تو جانے ترا انداز ہے یا ناز ہے

تو سہی پہچان لون تجکو ہجومِ حشر مین — شکل گو دیکھی نہین گوشِ آشنا آواز ہے

آنکھ لڑتے ہی جو نکلی آہِ دل سمجھا یہ مین — تیر تھی اُن کی نظر یہ تیر کی آواز ہے

پرزے اُڑا کے رکھدئے داماں و جیب کے
کیا ایسی بات گل نے سُنی عندلیب سے

تم نے تو اپنے جلتے کمی کی نہین کوئی
جیتا رہا مین آج تک اپنے نصیب سے

اے شمع جان لے کے بھی ٹھنڈی نہ تو ہوئی
کیا اور چاہتی ہے پتنگے غریب سے

کہتے نہ تھے یہ ہم کہ چمن ہے بہشت کا
آیا کوئی پلٹ کے نہ کوے حبیب سے

ہو رشک تو اُسے جو تمھین جانتا نہ ہو
مجھ سے نہین نبھی تو نبھے گی رقیب سے؟

غم تھا جو اپنے حصے مین اُس سے بھی یاس ہے
غمخوار کتنے ہو گئے پیدا نصیب سے

جس نے مرض دیا ہے وہی چارہ ساز ہے
کیون اپنے دل کا درد کہون مین طبیب سے

اک دُور کی جھلک نے تو ہم کو لٹا دیا
اللہ رے آنکھ جو تجھے دیکھے قریب سے

لڑتے اگر نصیب تو ہان ایک بات تھی
مجکو کہان دماغ کہ جھگڑون رقیب سے

خامی ترے خیال کی ہے ورنہ اے جلیل
تجکو ترا یہ درد ہے کیا کم طبیب سے

غنیمت ہے جو پہلو مین دلِ ناشاد باقی ہے
ابھی اِس مین خدا رکھے کسی کی یاد باقی ہے

غم اتنا اپنے مٹنے کا نہین جتنا ہے غم اِس کا
کہ اُس بیداد گر کو حسرتِ بیداد باقی ہے

کبھی سرمایہ دارِ عشق ہم بھی تھے مگر اب تو
کچھ آنسو چشمِ تر مین لب پہ کچھ فریاد باقی ہے

اسیری مین نہین کچھ عذر لیکن بات اتنی ہے
بہارِ گل ابھی کچھ کچھ مرے صیاد باقی ہے

مٹے جھگڑا کہین یہ بھی نصیبِ یاس ہو جائے
جو تھوڑی سی تمنائے دلِ ناشاد باقی ہے

ترے صدقے ہزارون کو تو اپنا کر لیا تو نے
مری قسمت کا بھی پھندا کوئی صیاد باقی ہے

بہارِ لعل و لالہ کہہ رہی ہے کوہسارون مین
کہ ابتک گرمیِ خونِ سرِ فرہاد باقی ہے

اُٹھا کر بال و پر کیون ہاتھ کھینچا ہم اسیرون سے
ابھی تو حسرتِ پرواز اے صیاد باقی ہے

جمال ہوشربا خط و خال ہوشربا
یہ مجھ سے ہوش مین آنے کی تم نے خوب کہی

کہا تھا دردِ دل اِس واسطے کہ داد ملے
مرے بیان پہ فسانے کی تم نے خوب کہی

کہا جو تیر لگانے کو دل پہ فرمایا
یہ ایک بات ٹھکانے کی تم نے خوب کہی

کہین یہ سوزِ جگر بھی مٹا ہے رونے سے
لگا کے آگ بجھانے کی تم نے خوب کہی

دکن مین آج بھی قدرِ کمال ہوتی ہے
جلیل اگلے زمانے کی تم نے خوب کہی

نعتیہ

جانا ہوا اے صبا جو مدینے نصیب سے
کہنا مرا سلام خدا کے حبیب سے

تم دلربا ہو تم سے کہون آرزوے دل
اچھا نہین مرض کا چھپانا طبیب سے

اک پھول بھی پہاڑ ہے عاشق کے واسطے
داغِ فراقِ گل نہ اُٹھا عندلیب سے

غفلت سے اپنی پوچھ دو یہ بات تم مجھے
کیا اب کوئی اُمید نہ رکھون نصیب سے

عشاق سے ہے شہرۂ معشوق خلق مین
اُڑتے ہین پھول بال و پرِ عندلیب سے

حسرت نے بڑھ کے سینے پہ برچھی رسید کی
ناوک نکل گیا جو ہمارے قریب سے

قاصد سے کچھ نہ ہو مگر اپنا یہ حال ہے
جیسے مریض کو ہو تسلّی طبیب سے

انجام یہ ہوا کہ قفس توڑنا پڑا
پوچھا جو ماجراے چمن عندلیب سے

کھینچا تھا دل سے تیر جو قاتل نے یاد ہے
یارب جُدا نہو کوئی اپنے حبیب سے

ہم کیا کھلائینگے غمِ جانان کو لختِ دل
کھاتے ہین سب جہان مین اپنے نصیب سے

قسمت نے خوش کیا نہ کسی بات سے ہمین
وصلِ حبیب سے نہ وصالِ رقیب سے

اہلِ زبان کہین بھی ہون رہتے ہین گلفشان
گلزار ہو رہا ہے قفس عندلیب سے

لے اُڑ کے میری خاک نہ دامن جبھی سہی
تم دیکھ لو نکل کے لحد کے قریب سے

تجھ سے اے ساقیِ بے مہر یہ اُمید نہ تھی
ایک ساغر کے لئے آنکھ چُرا رکھی ہے

بیکسی دیکھ کے احباب کا دل جلتا ہے
میری تربت پہ نئی شمع جلا رکھی ہے

اُسکی قدرت کا مین ہون دیکھنے والا جس نے
تیری جادو بھری آنکھون مین حیا رکھی ہے

حسرتِ دید ہے کیا شے کوئی ہم سے پوچھے
یہ لگی وہ ہے کہ آنکھون سے لگا رکھی ہے

کیا قیامت ہے وہ دل توڑ رہے ہین میرا
اس گمان پر کہ کوئی بات چھپا رکھی ہے

دین و ایمان دل و جان عشق مین کھو بیٹھے ہم
سب کو رونے کے لئے آنکھ بچا رکھی ہے

تم لئے بیٹھے رہو رازِ محبّت دل مین
چشمِ پُرخون نے یہان آگ لگا رکھی ہے

تیغِ خوش آب کی تعریف وہ یون کرتے ہین
یہ دوا حلق سے اُتری، کہ شفا رکھی ہے

سُوجھتا ہی نہین کچھ جوشِ جوانی مین ہمین
کس قدر خاک اس آندھی نے اُڑا رکھی ہے

بدگمان ہم سے خدا کے لئے کیون ہوتا ہے
آرزو ہے تری جو دل سے لگا رکھی ہے

مین ترستا ہون دہان بے خبری ہے اللہ
ایسی کس نے مرے ساقی کو پلا رکھی ہے

کچھ مرے گوہرِ مضمون تو نہ تھے ایسے جلیل
آبرو حضرتِ آصف نے بڑھا رکھی ہے

بنی ہے جان پہ جانے کی تم نے خوب کہی
مرا یہ حال پھر آنے کی تم نے خوب کہی

لگا دُ تیر اُنھین جن سے آنکھ لڑتی ہے
مجھے نشانہ بنانے کی تم نے خوب کہی

منائے وہ تمھین جس نے کوئی خطا کی ہو
بگڑ کے مجھ سے منانے کی تم نے خوب کہی

یہان تو خواب کا آنا خیال مین بھی نہین
ہمارے خواب مین آنے کی تم نے خوب کہی

مجھے زمانہ بُرا کہہ رہا ہے کہنے دو
غرض ہے تم سے زمانے کی تم نے خوب کہی

جمے ہوے ہین قدم اُن کے ناصحو! دل مین
بتون سے ہاتھ اُٹھانے کی تم نے خوب کہی

آج وہ کہتے ہین مین واقف نہین اس نام سے

سان پر تم نے اگر تیغِ جفا رکھی ہے
ہم نے بھی گردنِ تسلیم جھکا رکھی ہے

دیکھنے والون سے آنکھ اُسنے چُرا رکھی ہے
قابلِ دید تھی جو چیز چھپا رکھی ہے

تیرے کھچنے سے تو جھگڑا نہین چُکتا قاتل
کھینچ اُسکو بھی کمر سے جو لگا رکھی ہے

قدمِ یار پہ گرنے کی ہوس ہے اے چرخ
تو نے کسدن کو یہ اُفتاد اُٹھا رکھی ہے

دوستی کی تو ہے اغیار سے پھر جھینکین گے
وہ سمجھتے ہین کہ ہر دل مین دغا رکھی ہے

حُسنِ یوسف سے فقط مصر کا بازار تھا گرم
آپ نے چار طرف آگ لگا رکھی ہے

سامنا اُس کا زمانے مین کہان ہوتا ہے
یہ قیامت بھی قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے

سخت جان بھی کوئی جانباز نکل آتا ہے
ایسے موقع کے لئے تیغِ ادا رکھی ہے

اور تو خاک نہین کچھ دلِ ویران مین مگر
ہمنے تھوڑی سی تری آس لگا رکھی ہے

ہم تو بیتاب ہین دل تھامے ہوئے بیٹھے ہین
آپ کہتے ہین کوئی چیز چھپا رکھی ہے

بانٹتی پھرتی ہے سب مین اُسے چشمِ موسیٰ
تو نے دولت جو قیامت پہ اُٹھا رکھی ہے

بات کرتی نہین تصویر تمھاری ہم سے
ساتھ صورت کے یہ سیرت بھی اُڑا رکھی ہے

کیا نہ تھا کوئی گلے اس کو لگانے والا
تم نے تلوار کمر سے جو لگا رکھی ہے

غیر کیون ہوتے ہین شامل مری رسوائی مین
کون سی بات مرے دل نے اُٹھا رکھی ہے

شوق کا خون شبِ وعدہ ہوا جاتا ہے
تم نے مہندی کی بُری شاخ لگا رکھی ہے

قطعِ اُمید جو ہو جاے تو مین کیون تڑپون
اک یہی رگ مرے قاتل نے لگا رکھی ہے

خوبرویون کی ادا بھی اک ادا ہے لیکن
شوخی و ناز نے تلوار بنا رکھی ہے

ہو چکے ہوتے ہم اے جان تصدق کب کے
آس کمبخت نے اک سانس لگا رکھی ہے

مرزیوانے خوب چھوٹے گردشِ ایام سے
سو رہے ہین پاؤن پھیلائے ہوئے آرام سے

اور تو مطلب نہین کچھ ہم کو دورِ جام سے
ہان عوض لینا ہے ساقی گردشِ ایام سے

گرچہ ترکِ آشنائی کو زمانہ ہوگیا
لیکن اب تک چونک اُٹھتے ہین وہ میرے نام سے

اشتیاقِ میکشی کچھ میکشی سے کم نہین
ہم تو ساقی مست ہوجاتے ہین خالی جام سے

ہر طرح اپنے دلِ مضطر کو ٹھہراتا ہون مین
مدعا یہ ہے کہ تم دل مین رہو آرام سے

میکدے کا راز پردے ہی مین رہنا خوب تھا
دیکھ ساقی شیشہ کچھ کہتا ہے جھک کر جام سے

بال و پر نے ساتھ چھوڑا ہمصفیرون کی طرح
اب ہمین یکسان ہے چھوٹین یا نہ چھوٹین دام سے

ہم مسافر تھے اگر قاتل کی مرضی دیکھتے
تیغ کے سائے مین دم بھر بیٹھتے آرام سے

شمعِ حسرت ہون یہان کیا ہے بجز سوز و گداز
صبح تک ہے فیصلہ رونے جو بیٹھون شام سے

دل کو لوٹا رفتہ رفتہ چشمِ مستِ یار نے
شیشہ ہوجاتا ہے خالی ملتے ملتے جام سے

دل تڑپتا ہے مرا تڑپے خوشی کی بات ہے
آپ پہلو مین جمے بیٹھے رہین آرام سے

آج تک مینوش آنکھون سے لگاتے ہین اُسے
توبہ ٹوٹی تھی مری جس ٹوٹے پھوٹے جام سے

بادشاہِ حُسن ہو تم کچھ تدارک چاہیے
دردِ دل رہنے نہین دیتا مجھے آرام سے

زلفِ سنبل نکہتِ گل موجِ سبزہ موجِ آب
باغ مین کوئی جگہ خالی نہ دیکھی دام سے

آفتین ساری جبھی تک تھین کہ تھی تم سے امید
اب ہماری بھی گزرتی ہے بڑے آرام سے

ہم فقیرِ میکدہ ساقی ہمین کیا چاہیے
ہے وہی کافی چھلک جاتی ہے جتنی جام سے

بے نشان تجکو سمجھ کر صبر آجاتا مجھے
پر یہ مشکل ہے کہ مین واقف ہون تیرے نام سے

کیا بلا ہے اے فلک دن اپنے پھرتے ہی نہین
تھی بڑی اُمید ہم کو گردشِ ایام سے

خواب میں آنے کو یوسف سیکڑوں
خواب کو چشمِ زلیخا چاہیے

وہ جنوں زا موسمِ گل جا چکا
اب تمھیں عاشق سے پردا چاہیے

حضرتِ دل سا کوئی قانع کہاں
صرف اِن کو دین و دُنیا چاہیے

کہتی ہے ساقی بہارِ سرو و گل
ارتباطِ جام و مینا چاہیے

مجکو دیکھو اور میری آرزو
اِک حسین اچھے سے اچھا چاہیے

وہ بہت دیر آشنا ہے اے جلیلؔ!
آشنائی کو زمانا چاہیے

ہٹا دے اپنے چہرے سے نقاب اے یار تھوڑی سی
نکلنے دے خدا را حسرتِ دیدار تھوڑی سی

ہوا پورا نہ یہ ارمان بھی قاتل کی نزاکت سے
گلے پر میرے چلکر رہگئی تلوار تھوڑی سی

اثر ہو یا نہو حالت مری اُنسے بیان کردین
کرین تکلیف میرے ہمدم و غمخوار تھوڑی سی

تمنا ہے کہ تیرے ہاتھ سے پینے کو ملجائے
نہین پروا بہت سی ہو کہ ہو اے یار تھوڑی سی

کوئی بوسے کا طالب ہے کوئی ہو وصل کا خواہان
نگاہِ لطف ہے تیری ہمین درکار تھوڑی سی

بڑی قسمت ہے اُن کی جو پڑے ہین آپ کے در پر
جگہ ہم کو بھی ملجائے پسِ دیوار تھوڑی سی

کہا تھا مین نے گورے گال پر کیا خوشنما تل ہے
اسی پر میرے اُنکے ہو گئی تکرار تھوڑی سی

خدا والے بہت مشتاق ہین شورِ قیامت کے
سنا دو چلکے تم پازیب کی جھنکار تھوڑی سی

تری چُبھتی ہوئی مژگان کا پورا لطف تو جب ہے
کہ تھوڑی سی ہو دل مین اور لگے یار تھوڑی سی

خطا میری نہ تھی کچھ وہ رقیبون پر برستے تھے
ادھر بھی آ گئی تقدیر سے بوچھار تھوڑی سی

ہزارون کی تمنا آپ کے ہاتھون ہوئی پوری
جلیلؔ زار کی بھی عرض ہے سرکار تھوڑی سی

دل مین رہتے تھے آکے وہ دو روز کیلئے
کیا جانتے تھے ہم کہ اسے گھر بنائینگے

زینت کا ہے یہ شوق تو نظارہ ہو چکا
آئینے کو وہ سدِ سکندر بنائینگے

بچپن ہی سے یہ کہتے ہین انداز آپ کے
جو اہلِ دل ہین وہ ہمین دلبر بنائینگے

آسان نہین ہے منزلِ مقصود تک گزر
دل کو رفیق، شوق کو رہبر بنائینگے

دل مین جو آگئی ہے اُسے کہدو اے جلیل
بگڑینگے بھی تو کیا وہ بگڑ کر بنائینگے

چاہیئے دُنیا، نہ عقبےٰ چاہیے
جو تجھے چاہے اُسے کیا چاہیے

مین کہون دل دیکے اب کیا چاہیے
تم کہو تیرا کلیجا چاہیے

سامنا پہلے پہل ہے یار کا
آج کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیے

زندگی کیا جو بسر ہو چین سے
دل مین تھوڑی سی تمنا چاہیے

آجتک سنتے ہین دشتِ نجد مین
کوئی کہتا ہے کہ لیلےٰ چاہیے

رات بھر مین شمعِ محفل جل بجھی
چاہیے اُس کو تو ایسا چاہیے

مجکو اے وسعت وہ فرشِ زمین
بیٹھ رہنے کو ٹھکانا چاہیے

تابِ نظارہ اِن آنکھون کو کہان
دیکھنے والون سے پردا چاہیے

لو گلہ ہونے لگا فریاد کا
دل دُکھانے کو کلیجا چاہیے

غیر نے چاہا اگر، چاہا کرے
مہربان تم کو نہ ایسا چاہیے

مار ڈالا ہاے جس اُمید نے
کہتی ہے کچھ اور جینا چاہیے

روے لیلےٰ بہرِ مجنون ہر طرف
چشمِ مجنون بہرِ لیلےٰ چاہیے

یہ جگر اور آے دن کی سختیان
ایک پتھر کا کلیجا چاہیے

میری وحشت کا تقاضا ہے کہ خلاقِ جہان
اور اک عالم دو عالم کے سوا پیدا کرے

دل کسی کے ہجر مین افسردہ رہتا ہے جلیل
ایسی حالت مین کوئی مضمون کیا پیدا کرے

مار ڈالا مُسکرا کر ناز سے
ہان مری جان پھر اُسی انداز سے

ہجر کی شب راہ دیکھے موت کی
یہ نہو گا آپ کے جان باز سے

کس نے کہدی اُن سے میری داستان
چونک چونک اُٹھتے ہین خوابِ ناز سے

پھر وہی وہ تھے وہان اور کچھ نہ تھا
جس طرف دیکھا، نگاہِ ناز سے

نوچ ڈالے خود قفس مین بال و پر
تنگ آکر حسرتِ پرواز سے

ڈھونڈتا ہون اُسکو جس بیدرد نے
تیر مارے ہین نگاہِ ناز سے

لاکھ فتنون کا ہے گویا جاگنا
ایک اُٹھنا اُن کا خوابِ ناز سے

دردِ دل پہلے تو وہ سنتے نہ تھے
اب یہ کہتے ہین ذرا آواز سے

مٹ گئے شکوے جب اُس نے اے جلیل
ڈالدین باہین گلے مین ناز سے

شب بھر جو آپ زلفِ معنبر بنائینگے
بگڑی کسی غریب کی کیونکر بنائینگے

آنے تو دو عروج یہ حُسنِ شباب کو
عارض تمھارے چاند کو اختر بنائینگے

اُنکی مژہ سے حضرتِ دل کا یہ قول ہے
چھالا بنینگے ہم، تجھے نشتر بنائینگے

حیران کرینگے حُسن سے آئینے کی طرح
انسان سے یہ بُت ہمین پتھر بنائینگے

آنکھون سے یون نہ جائیگی دیدار کی ہوس
ہم ان کو آئینے کا ترے گھر بنائینگے

داغون کی ہین اگر یہی آتش فشانیان
دل کو سپند سینے کو مجمر بنائینگے

موسم گل رازِ مستی کا ہے دشمن ساقیا
کیا عجب ہے ٹوٹ کر توبہ صدا پیدا کرے

حُسنِ یکتا کے فدا وحدت مین کثرت دیکھیے
ایک صورت اور لاکھون دل مین جا پیدا کرے

آفرینش سے مراد اُسکی تمھاری ذات تھی
تم کو پیدا کر چکا اب اور کیا پیدا کرے

نعتیہ

قدر دان جس کو شہِ آصف سا ملجائے جلیل
نام پھر کیونکر نہ وہ نامِ خدا پیدا کرے

سُرخروئی بے پسے کیونکر حنا پیدا کرے
خون ہو جب دل تو رنگِ مدعا پیدا کرے

کہتے ہو دل آرزوے دلربا پیدا کرے
آرزو جب خون ہو جائے تو کیا پیدا کرے

جان جس کے ہاتھ مین ہے کاش وہ تم پر مجھے
بارہا صدقے کرے اور بارہا پیدا کرے

کہہ چکے ہم جسکو یوسف بک گئے ہم جسکے ہاتھ
ہاے وہ ہر روز اک گاہک نیا پیدا کرے

چرخ سے کہدو طبیعت ہے مری جدت پسند
غم ہوا کُہنہ کوئی مضمون نیا پیدا کرے

ہو رسائی تیرے قدمون تک خدا کی شان ہے
بات جو ہم سے نہ پیدا ہو حنا پیدا کرے

وصل کی اُمید تو پیدا ہوئی تدبیر سے
دیکھیے اب خوبیِ تقدیر کیا پیدا کرے

روز نظارہ نہو لیکن رہے اتنا خیال
یاد کر لے مجکو جب کوئی ادا پیدا کرے

اُس کا جلوہ دلنشین رخ دلنشین خود دلنشین
پھر خیالِ غیر کیونکر دل مین جا پیدا کرے

صورت و سیرت مین یکسان ہون حسین تو لطف کیا
چاہیے ہر پھول رنگ و بو جدا پیدا کرے

آئنہ بننے کو دل بن جاے اسپر ناز کیا
بات جب ہے کوئی صورت آشنا پیدا کرے

یون تو ہر غمزے پہ اپنے ناز ہے اُن کو مگر
وہ سوا پیارا ہے جو آفت سوا پیدا کرے

بت نہو تو یون نہو ترسین عدد بھی بات کو
بات اتنی تو لبِ معجز نما پیدا کرے

غیر پر ہو کیا بھروسا جب ہو اپنون کا یہ حال
مین جو پنہان ہون تو مجکو نقشِ پا پیدا کرے

اے شمع لحد اور ذرا دیر ٹھہر جا
ہونا نہ پڑے مجھکو خجل، بادِ سحر سے

رات اپنی عجب رات ہے دن اپنے عجب دن
یہ شام سے مایوس وہ محروم سحر سے

جب آتے ہین سُن جلتے ہین اُلفت کا فسانہ
کچھ میرے لبِ خشک سے کچھ دیدۂ تر سے

لے چرخ قیامت تو اُٹھی ہاتھ سے تیرے
برقع شبِ غم کا نہ اُٹھا دے سحر سے

پھر تیغِ تبسم سے اگر آپ نے چھیڑا
ہوگی نہ ہنسی ضبط مرے زخمِ جگر سے

وہ رند ہون پابند نہین دخترِ رز کا
اِک یہ بھی ہے وابستہ مرے دامنِ تر سے

کہدون تو جلیل اور بھی طوفان بپا ہو
جو بات ٹپکتی ہے ترے دیدۂ تر سے

دل اگر تڑپے تو یارب کچھ مزا پیدا کرے
درد دے ایسا کہ تاثیرِ دوا پیدا کرے

پھول سے موتی، صدف سے مے تیا پیدا کرے
ہے وہ قادر جس سے جو چاہے خدا پیدا کرے

ہے وہی جلنے کا اِک مضمون زبانِ شمع پر
بات کرنا جو نہ جانے بات کیا پیدا کرے

اک ذرا چٹکی سے ملکر دیکھئے دل کی بہار
بوے گل دینے لگے رنگِ حنا پیدا کرے

کب مسیحا جان سکتا ہے کسی کے دل کا حال
دردِ دل کہنا ہو تو درد آشنا پیدا کرے

بن نہین پڑتی شبِ وعدہ بُتِ عیار سے
دے چکا ہے وہ زبان اب کیا پیدا کرے

گل جہان کھلتے تھے وان ہمنے دل اپنا رکھ دیا
آج دیکھین کیا اثر بادِ صبا پیدا کرے

کوئی کیونکر جان دیوے اُسکو ہنستے بولتے
چاہیے پہلے قضا تیری ادا پیدا کرے

بات جو تیرِ مژہ مین ہے وہ ہے کس تیر مین
ہو خلش جتنی سوا لذت سوا پیدا کرے

ہے دلِ پُرخون سے ہمرنگی کا دعوی اے حنا
جب مین جانون لیکے تو بوے وفا پیدا کرے

جس کا غازہ عہدِ طفلی مین ہو خونِ عاشقان
دیکھیے اُسکی جوانی رنگ کیا پیدا کرے

تم مجھ سے ہو بیزار مگر یہ تو بتادو
نالے مرے کیون ہو گئے بیزار اثر سے

مین آہ سے گلزار مین کیون آگ لگاتا
جلتے ہین گل ولالہ مرے داغ جگر سے

حسرت مری تربت پہ جلاتی ہے دل اپنا
یہ شمع کبھی گل نہ ہوئی بادِ سحر سے

مین یہ نہین کہتا کہ تم آئینہ نہ دیکھو
دیکھو مگر اے جانِ جہان میری نظر سے

اور آگ لگائے گا جلیل آپ کا رونا
بجھتی ہے کہین دل کی لگی دیدۂ تر سے

ہو جائین گے آگاہ مرے دردِ جگر سے
اتنا ہو کہ ملجاے نظر اُن کی نظر سے

تم نے جو کبھی تیر لگائے تھے نظر سے
بن بن کے وہی آہ نکلتے ہین جگر سے

ایسا تجھے لازم تھا نہ اے بیخودیِ وصل
وہ گھر مین جو آئے تو نکالا مجھے گھر سے

مشکل ہے کہ ہو حُسن و محبت مین جدائی
وہ دل سے ہین نزدیک جو ہین دور نظر سے

یان دیکھ کے تیور ہی ہوا خاتمہ اپنا
اب آپ نکالا کرین تلوار کمر سے

دیتا ہے مزہ آپ کے بسمل کا فسانہ
سنئے تو کبھی روز لبِ زخمِ جگر سے

دربارِ محبت کے ہین آداب نرالے
آتے ہین یہان لوگ کفن باندھ کے سر سے

تعلیمِ ادا کی اِنھین حاجت نہین ہوتی
بت آتے ہین سیکھے ہوے اللہ کے گھر سے

آتے ہین وہ جس بزم مین کہتی ہے یہ چتون
ہشیار رہو دل سے، خبردار جگر سے

کچھ اور تو یان نذر کے قابل نہین لیکن
کچھ سجدے ترے در کے لگا رکھے ہین سر سے

شاعر کیلئے دردِ محبت بھی ہے درکار
وہ شعر ہے کیا شعر جو خالی ہو اثر سے

افسردہ ہوا دل مگر ارمان ہین باقی
پروانے ہین کچھ لپٹے ہوے شمعِ سحر سے

اے چرخ رُلائے گی کہان تک شبِ ہجران
اب پونچھ دے آنسو مرے دامانِ سحر سے

ہائے رے بچپن کہ خالی ہو گیا سارا جہان
یہ خبر اُن کو نہین سب کس پہ قربان ہو گئے

ایسے وحشی دل کو رکھنا ساتھ کچھ آسان نہ تھا
آخر اُن کے گیسوِ پیچان پریشان ہو گئے

شاعری اپنی جنون مین رنگ لائی اے جلیل!
شعر کے مصرع بہم دست و گریبان ہو گئے

جاتے ہی شبِ وصل چلے وہ مرے گھر سے
مُنہ اپنا چھپاتے ہوے دامانِ سحر سے

ہان تیر لگاؤ تو کوئی سیدھی نظر سے
ہم دادِ تحسین دینگے لبِ زخمِ جگر سے

ہے شام سے زور دن پہ یہان پنجۂ وحشت
اے چرخ خبردار! گریبانِ سحر سے

کہتے ہین ستم جس کو تمھارا وہ کرم ہے
سر جس کو چڑھاتے ہو گراتے ہو نظر سے

اے شمع مری طرح تجھے چاہیے جلنا
اُٹھے جو دھوان دل سے تو اونچا ہو نہ سر سے

دامن کی ہوا دو تو شگفتہ ہو مرا دل
یہ غنچہ نہین ہے جو کھلے بادِ سحر سے

بجلی جو گری چرخ سے پھر پہونچی سرِ چرخ
لیکن وہ نہ سنبھلا جو گرا تیری نظر سے

مین شکرِ عنایات سے غافل نہین قاتل
ہر تیر پر اک آہ نکلتی ہے جگر سے

بے لاگ لگاوٹ کے محبت کا مزہ کیا
کچھ سوز اِدھر سے ہو تو کچھ ساز اُدھر سے

دیوار نئی گردِ کدورت نے اُٹھائی
ملتی نہین اب اُن کی نظر میری نظر سے

جب سوے چمن کوچۂ محبوب سے آئی
گل کھول کے آغوش ملے بادِ سحر سے

ہلکا ہون جو مین ضعف سے غیرت سے ہون بھاری
گڑ جاؤن زمین مین جو گرون تیری نظر سے

تو اے دلِ صد چاک رہے شانۂ دلدار
سایہ نہ اُٹھے زلفِ سیہ کا ترے سر سے

بے مہرِ رُخشان نظر آتے نہین ذرّے
ٹل جائین ابھی ہم جو تم اوجھل ہو نظر سے

اے ضعف تڑپنے کے مزے کھو دئے تو نے
اُٹھا نہین جاتا ہے مرے دردِ جگر سے

جلیلؔ اغیار نے غمّاز یان کین فتنہ سازی کی
یہ سب سچ ہے تری قسمت مگر کچھ اور کہتی ہے

سیکڑون پر داغ سینے وقفِ پیکان ہو گئے
ایک غنچے پر فدا کتنے گلستان ہو گئے

میرے حق مین کیا بلا گیسوے جانان ہو گئے
دل مین اُلجھن آنکھ مین خوابِ پریشان ہو گئے

یان نگاہین تاک ہی مین تھین کہ ڈورے ڈالئے
واے قسمت رُخ پہ وان گیسو پریشان ہو گئے

چٹکیون کے نیل تھے دل مین مرے چھپتے وہ کیا
خال بنکر اُن کے چہرے پر نمایان ہو گئے

بسملِ لذت طلب کی کم نصیبی ہاے ہاے
زخم بھرتے ہی رہے خالی نمکدان ہو گئے

غنچہاے گل کا گل ہونا غضب ہے اے نسیم
جمگھٹے پریون کے دم بھر مین پریشان ہو گئے

بال زلفون کے جو بکھرے کھُل پڑے چوری کے دل
شام کو ڈوبے ہوے تارے نمایان ہو گئے

دل جگر مین خون تھا جو کچھ ہوا پلکون کے نذر
پھول کانٹا ہو گئے کانٹے گلستان ہو گئے

تجھ سے اے آشفتہ حالی مر کے بھی پایا نہ چین
دیدۂ تربت مین ہم خوابِ پریشان ہو گئے

تیرے ارمان بھی ہین اے سفّاک کیا چُبھتے ہوے
چار دن دل مین یہ ٹھہرے اور پیکان ہو گئے

کر رہی ہے اُن کے غصّے کی ادا مجکو حلال
ہو کے جامے سے وہ باہر تیغِ عریان ہو گئے

ایک سی حالت تصور مین ہے یان کس کو خبر
کب نظر آئے وہ کب نظرون سے پنہان ہو گئے

ہنس رہے تھے وہ مری صورت جو دیکھی رو پڑے
گلفشانی کرتے کرتے گوہر افشان ہو گئے

خوبرویون نے بگاڑا ہے ہمارا بھی مزاج
چار پریون مین جہان بیٹھے سلیمان ہو گئے

اِک جنون کے سر چڑھانے سے ہوا کیا کیا نہ کچھ
پا برہنہ پابزندان پابجولان ہو گئے

اے فلک اِک چاند کے چھپنے سے ہے تیرا یہ حال
ایسے کتنے چاند زیرِ خاک پنہان ہو گئے

یہ تو مانا بال اُلجھے تھے صبا کے ہاتھ سے
دشمنون کو کیا ہوا تھا جو پریشان ہو گئے

دل مین کس پیار سے تیرِ ستم آ بیٹھا ہے
یون ہی ہوتی ہے جو چاہت کی نظر ہوتی ہے

قتلگہ مین کوئی قاتل کا تماشا دیکھے
تیر کی آنکھ تو جیتے کی کمر ہوتی ہے

شوقِ زینت نہ خدا دے کبھی معشوقون کو
نذرِ آئینہ محبت کی نظر ہوتی ہے

بیوفائی کا ہو شکوہ کہ ستم کی فریاد
سب کا توڑ ایک لگاوٹ کی نظر ہوتی ہے

سامنے اُن کے مرا نام کوئی لے دیکھے
قابلِ دید وہ شرمیلی نظر ہوتی ہے

خیر ہم شامِ غریبی کی مناتے ہین جلیل
جسکے سائے مین غریبون کی بسر ہوتی ہے

تری چتون تو ادِ بیداد گر کچھ اور کہتی ہے
زبان کچھ اور کہتی ہے نظر کچھ اور کہتی ہے

یہ مانا آج باندھی ہے کمر تیغ آزمائی پر
مگر ظالم تری نازک کمر کچھ اور کہتی ہے

صبا نے بلبل و گل مین شگوفہ چھوڑ رکھا ہے
اُدھر کچھ اور کہتی ہے، اِدھر کچھ اور کہتی ہے

کوئی خورشید رو کہتا ہے کوئی ماہرو تجکو
مرے یوسف لقا میری نظر کچھ اور کہتی ہے

جوان ہونے پہ دیکھا چاہیے کیا حشر برپا ہو
ابھی سے آنکھ تیری فتنہ گر کچھ اور کہتی ہے

ہوئی برخاست بزمِ عیش تو عبرت پکار اُٹھی
ذرا ٹھہرو، ابھی شمعِ سحر کچھ اور کہتی ہے

خبرگیری جسے سمجھا ہے تو اپنے اسیرون کی
اُسے خلقِ خدا اے بیخبر کچھ اور کہتی ہے

جوابِ نامہ لایا ہو مجھے باور نہین آتا
یہ صورت تو تری اے نامہ بر کچھ اور کہتی ہے

وہ کوئی اور ہوگا جسکو دشمن سے تعلق ہے
یہ تم کہتے ہو پر اُڑتی خبر کچھ اور کہتی ہے

مسیحائی کو اپنی آپ کہ چھوڑین مین باز آیا
یہان اب شدتِ دردِ جگر کچھ اور کہتی ہے

ترے انداز سے ظاہر ہے فرقِ اعجاز و جادو کا
کہ لب کچھ اور کہتے ہین نظر کچھ اور کہتی ہے

جلیل اُلفت مین کس غماز سے پالا پڑا مجھکو
چھپاؤن دردِ دل تو چشمِ تر کچھ اور کہتی ہے

کبھی آنکلتے ہین وہ خواب مین
ہمارا خیال اُن کو اِتنا تو ہے

چھپانے سے کیا فائدہ اے جلیل
کہین آپ نے دل لگایا تو ہے

کتنی گہری مرے ساقی کی نظر ہوتی ہے
مجکو پہر دن مین کہین اپنی خبر ہوتی ہے

زُلف و رُخ دیکھ کے پھر کس کو خبر ہوتی ہے
صبح ہوتی ہے کدھر شام کدھر ہوتی ہے

اُس طرف سے آنکھ لڑی لڑگئی تقدیر ادھر
یون ہی ہوتی ہے مرے اُنکے اگر ہوتی ہے

آئنہ آپ کو تکتا ہے نظر اسپہ نہین
اِک نظر ہم ابھی دیکھین تو نظر ہوتی ہے

چاند سورج کی طرح پھرتے ہین یون تو گھر گھر
جسے ملنے کیلئے شام و سحر ہوتی ہے

بس بس آواز سناؤ نہ مجھے پردے سے
دیدۂ شوق مین بے چین نظر ہوتی ہے

اِس طرح بھیس مین عاشق کے چھپا ہے معشوق
جس طرح آنکھ کے پردے مین نظر ہوتی ہے

حشر کیا ہوش مین لائیگا ترے ستون کو
پُھک چکا صور مگر کس کو خبر ہوتی ہے

آنکھ غصے کی دکھاتے ہین وہ اللہ رے نصیب
حال پر میرے یہ در پردہ نظر ہوتی ہے

جام مے شیشۂ لبریز کا دیتا ہے پتا
دل بھر آتا ہے جبھی آنکھ بھی تر ہوتی ہے

لطف بھی قہر سے خالی نہین معشوقون کا
تیر ہوتی ہے جو سیدھی سی نظر ہوتی ہے

طرزِ رفتار مین ہونے لگی جدت پیدا
روز تلوار نئی زیب کمر ہوتی ہے

فکرِ دُنیا سے غرض ہے نہ خبر عقبےٰ کی
زندگی تو ترے ستون کی بسر ہوتی ہے

دیکھنے کی اک ادا ہے اُسے جو کچھ کہہ لو
تیر ہوتی ہے نہ تلوار نظر ہوتی ہے

آہ سنکر وہ ترس کھاتے ہین کٹتے ہین عدو
یہی تلوار یہی میری سپر ہوتی ہے

شام ہوتے ہی کبھی جان سی آجاتی تھی
اب وہی شب ہے کہ مر مر کے بسر ہوتی ہے

آنکھون آنکھون مین اُڑا لیتے ہین دل | دل ربائی بھی نظر کا کام ہے
تیغ کیون چلنے مین بل کھانے لگی | یہ تری نازک کمر کا کام ہے
سینے سے کچھ ہٹ کے ہے دل کی جگہ | اِس جگہ ترچھی نظر کا کام ہے
بے چلے ہی پاؤن دیتے ہین جواب | منزلِ اُلفت مین سر کا کام ہے
قدسیون سے کون بازی لے گیا | نعتیہ | یہ بشر ہے یہ بشر کا کام ہے

موتیون سے مُنہ ترا بھرنا جلیل
آصفِ عالی گہر کا کام ہے

پڑا ہون جو بیمار اچھا تو ہے | مرض مین خیالِ مسیحا تو ہے
کرے کون ویرانیِ دل کا غم | نہین کچھ بلا سے تمنا تو ہے
بھر آیا دل اُس کا مری آہ سے | غنیمت ہے پتھر پسیجا تو ہے
ترے تیر آنے سے کیون رُک رہے | اگر دل نہین ہے کلیجا تو ہے
خدا جانے وہ ہین کہ اُن کا خیال | کوئی دل کو چٹکی سے ملتا تو ہے
وہ جھوٹے ہی وعدے کرین خوش ہون مین | کہ اک زندگی کا سہارا تو ہے
اب آنکھون کو جو چاہو دے لو سزا | تمھین اک نظر مین نے دیکھا تو ہے
نہین دیتے مجکو وہ بوسہ نہ دین | ہمیشہ مزے کا تقاضا تو ہے
مرے دل پہ ظالم نے رکھا جو ہاتھ | یہ کہنا پڑا ہان دھڑکتا تو ہے
غنیمت ہے پھر اپنا بیچین دل | کہ آٹھون پہر اک تماشا تو ہے
غلط ہے کوئی دل نہین باوفا | تمھارا نہو گا ہمارا تو ہے
بُرا کیا جو بدنام ہم تم ہوے | زمانے مین اے جان چرچا تو ہے

ہزاروں داغ دئے تم نے لاکھوں زخم دئے
بڑا ثواب کمایا نہال کر کے مجھے

نہ تھا خیال کہ دیتا ہے بے طلب وہ کریم
ہوئی ہے کیسی خجالت سوال کر کے مجھے

وہ خوش رہیں جو ذرا دیر کے لئے آکر
گئے نشانۂ تیرِ ملال کر کے مجھے

مزے اٹھائے وہ تیغِ نظر کے میں دیکھوں
عدو کو دیکھئے لیسکن حلال کر کے مجھے

کسی سے ملنے کے قابل میں اب رہا ہی نہیں
وہ خوش ہیں مستِ شرابِ وصال کر کے مجھے

جلیل دردِ محبت بہت ستاتا ہے
غریب جان کے بیکس خیال کر کے مجھے

جلیل شفقتِ استاد ہائے کیا کہئے
گئے تو شاعرِ نازک خیال کر کے مجھے

عاشقی کیا ہر بشر کا کام ہے
میرے دل میرے جگر کا کام ہے

ہو ہری شاخِ تمنا یا نہو
سینچ دینا چشمِ تر کا کام ہے

بڑھ چلے پیکِ تصور کے قدم
اب یہاں کیا نامہ بر کا کام ہے

دل مرا لیجانے والا کون تھا
یہ کسی جادو نظر کا کام ہے

ہمسے کیا ہو وصف قاتل کا بیان
یہ لبِ زخمِ جگر کا کام ہے

موت جب آئے تو راہی جان ہو
اِس سفر میں راہبر کا کام ہے

فیصلہ ہونے میں دشواری ہے کیا
تیرے خنجر میرے سر کا کام ہے

آج آنسو تم نے پونچھے بھی تو کیا
یہ تو اپنا عمر بھر کا کام ہے

گل دکھاتے ہیں ہمیں کیا زخمِ تن
دل پہ کھانا کوئی چر کا کام ہے

دل سے لائے لب پہ ہم آہ و فغان
اب تجھے لانا اثر کا کام ہے

دربدر پھرتے ہی گزری چرخ کو
یہ اُسی بیداد گر کا کام ہے

کمال شکر کی جا ہے کہ بے کمال ہون مین
کمال مایۂ ناز و غرور ہوتا ہے

رُخ اُنکا اور چمکتا ہے جب قدر دیکھو
شریک اُسمین نگاہون کا نور ہوتا ہے

کلیم ہوش کو اپنے ذرا سنبھالے ہوے
کلام کس سے یہ بالاے طور ہوتا ہے

وہ اپنے مُنہ سے جو بنتے ہین کمسن اچھا ہے
شباب کیلیے لازم غرور ہوتا ہے

غم و خوشی تو ہین توام مگر مرے دل مین
سُرور ہو کہ نہ ہو غم ضرور ہوتا ہے

ملین وہ یا نہ ملین یہ تو دیکھ اے ناصح
خیالِ وصل بھی کیا دل سے دور ہوتا ہے

شکستِ دل کی مرے کیا خبر ہو ساقی کو
وہ اپنے حُسن کے نشّے سے چور ہوتا ہے

فراقِ یار تو ہر وقت ہے ستم لیکن
مین کیا کہون جو کبھی مل کے دور ہوتا ہے

جو گھورتی ہے بہت آرسی تو شرما کر
اُنھین بھی آنکھ دکھانا ضرور ہوتا ہے

جزا سزا کا تجھے اختیار ہے یارب
غفور جان کے تجکو قصور ہوتا ہے

نگاہ و دل کا حسینون سے خوب ہے اے شیخ
یہی خیال بسِ مرگ حور ہوتا ہے

پلٹ کے آئے گا دم بھر مین پھر نظر کی طرح
وہ کیا سمجھ کے ان آنکھون سے دور ہوتا ہے

کچھ اہلِ درد جہان مل کے بیٹھ جاتے ہین
وہان **جلیل** کا چرچا ضرور ہوتا ہے

نگاہ پھیر لی محوِ جمال کر کے مجھے
ستم ہے چھوڑ گئے وہ حلال کر کے مجھے

دکھا کے نقشِ قدم کہہ رہی ہے قبر مری
کوئی گیا ہے ابھی پائمال کر کے مجھے

گھٹا کے مجکو بڑھایا فروغ حُسن اپنا
بنے ہین وہ مہِ کامل ہلال کر کے مجھے

اس آسرے پہ سرِ رہگزر پڑا ہون مین
کہ سرفراز کرو پائمال کر کے مجھے

بھلا خزان کا ہو پرواز کی ہوس نہ رہی
شکستہ بال کیا خستہ حال کر کے مجھے

ہمارے اُن کے برابر کی چوٹ رہتی ہے
اِدھر سے عجز اُدھر سے غرور ہوتا ہے

وہ بے نقاب اگر ہو تو کون دیکھ سکے
نقاب سے بھی سوا رخ پہ نور ہوتا ہے

کسی کا وصل گوارا نہین ہے قاتل کو
کمان سے تیر بھی ملتے ہی دور ہوتا ہے

کوئی بھی جال بچھائین وہ دل پھنسانے کو
شریک زلف کا پھندا ضرور ہوتا ہے

خدا نے حُسن کچھ ایسا دیا ہے اُس بت کو
کہ اُس کو حور بھی کہنا قصور ہوتا ہے

مجھے بہت دلِ صد پارہ یاد آتا ہے
جو گر کے شیشہ کوئی چور چور ہوتا ہے

ابھی سے حُسن پہ نازان ہو تم خدا سے ڈرو
یہی ہے ناز جو بڑھ کر غرور ہوتا ہے

چھپا کے وہ رُخِ روشن نقاب کہتی ہے
کہ یون ہی آنکھ کے پردے مین نور ہوتا ہے

تری شبیہ کی ہو تمکنت بیان کیونکر
کھچا ہوا ترا ناز و غرور ہوتا ہے

ہزار صلح ہو لیکن جہان ملے دو دل
نیاز و ناز مین جھگڑا ضرور ہوتا ہے

جلیل شانِ کرم جس نے دیکھ لی اِک بار
وہ جان و دل سے فدائے حضور ہوتا ہے

سما کے دل مین بتون کو غرور ہوتا ہے
جسے قریب سمجھتا ہون دور ہوتا ہے

ترقیان تو مرے دُودِ آہ کی دیکھو
جو بڑھ چلا تو یہی زلفِ حور ہوتا ہے

مجھے نہ گھور کے دیکھو کہ مثلِ شیشہ و سنگ
کڑی نگاہ سے دل چور چور ہوتا ہے

ترستے رہتے ہین ملنے کو جیتے جی عشاق
حسین ہو کے یہ انسان حور ہوتا ہے

عدو سمجھ کے لگا لیتے ہین گلے مجکو
بڑے مزے کا یہ اُن سے قصور ہوتا ہے

تم اپنے دل کو تو روشن کرو ذرا موسیٰ
یہی حجاب کے ابھی برقِ طور ہوتا ہے

خیالِ زلف کو کیونکر بلائے جان نہ کہون
ہزار کچھ نہ ہو سودا ضرور ہوتا ہے

قابلِ دربارِ غم ہم ہو چکے
رو چکے مُنہ آنسوؤں سے دھو چکے

عشق مین رو رو کے رُسوا ہو چکے
آبرو سے ہاتھ ہم تو دھو چکے

ہے یہی بیچین دل تو بعدِ مرگ
قبر کے آغوش مین ہم سو چکے؟

کین حسینون نے ہزارون کاوشین
پھول میرے حق مین کانٹے بو چکے

اُن سے بوسون پر رہے جھگڑے بہت
ہوتے ہوتے ایک دل کے دو چکے

ہاے وہ کہنا کسی کا وصل مین
اب گلے مل لو گلے تو ہو چکے

جانِ من آنکھین سلامت آپ کی
آپ کے بیمار اچھے ہو چکے؟

اب ہے اُن کی گردشِ چشم ادھر
جامِ جم کے دَور دورے ہو چکے

عاشقی مین دو کی گنجائش کہان
اُن کو پایا آپ کو جب کھو چکے

آپ اب آئے ہین آنسو پونچھنے
جان ہارے جان کو جب رو چکے

صبحِ محشر چار سو ہے یہ پکار
رات گزری سونے والے سو چکے

جب نگاہین پھر گئین تیوری چڑھی
کھچ گئین تیغین جو ناوک ہو چکے

دل مین کیا ہے جس کا لالچ ہو جلیلؔ
دیتے ہو دے ڈالو جھگڑا تو چکے

کریم کے جو کرم کا ظہور ہوتا ہے
خطا سے پہلے ہی عفوِ قصور ہوتا ہے

اکیلے آپ تو خلوت مین بھی نہین ہوتے
ادا مین ناز نگہ مین غرور ہوتا ہے

شبِ فراق ہماری ہے ایسی وحشت ناک
کہ شام ہوتے ہی سایہ بھی دور ہوتا ہے

لپٹ کے لے بھی لو دو ایک بوسے حضرتِ دل
وہ جانتے ہین بشر سے قصور ہوتا ہے

وہ چھپ کے آئے ہین اس طرح شب کے پردے مین
کہ جیسے آنکھ کی پتلی مین نور ہوتا ہے

حال تم سن لو مرا دیکھ لو صورت میری
درد وہ چیز نہین ہے کہ دکھائے کوئی

طور و موسیٰ کا جو انجام ہوا ظاہر ہے
ہمکو پردے سے نہ آواز سنائے کوئی

بے مروّت ہو جو دلبر تو وہ دلبر کیا ہے
دل چُرا لے مگر آنکھین نہ چُرائے کوئی

عشق چھوڑا ہے نہ چھوڑینگے پریزادون کا
اس مین چاہے ہمین دیوانہ بنائے کوئی

شاہِ آصف کا دکن مین ہے یہی حکم جلیل
آ کے اس مُلک سے محروم نہ جائے کوئی

صورتِ اشک نظر سے جو گرائے کوئی
خاک سے ہم اُٹھ نہ سکون لاکھ اُٹھائے کوئی

کیا مزہ نخلِ محبت سے اُٹھائے کوئی
پھول اِس مین کوئی آئے نہ پھل آئے کوئی

یون جو بے پردہ حیا مانعِ نظارہ ہے
خواب ہی مین مجھے دیدار دکھائے کوئی

مین دعا دون تجھے قاتل مجھے تو قتل کرے
ہاتھ اُٹھائے کوئی تلوار اُٹھائے کوئی

یا خدا تیر وہ جس وقت نکالین دل سے
ساتھ ارمان بھی دل کا نکل آئے کوئی

اپنے آئینے سے ہوکر وہ خفا کہتے ہین
میری تصویر نہ سینے سے لگائے کوئی

دیکھو نرگس بھی محبت سے تمھین دیکھتی ہے
سیرِ گلزار شگوفہ نہ کھلائے کوئی

جان و دل دونون تہِ تیغِ ادا ہین ہر دم
حکمِ قاتل ہے کہ دم لینے نہ پائے کوئی

دل مین پیدا ہو جلن آنکھ سے آنسو ہون روان
پانی برسائے کوئی آگ لگائے کوئی

راحت و عیش و طرب سب ہین تمھارے دم سے
تم مرے گھر مین نہ آؤ تو نہ آئے کوئی

کاش آباد کسی روز ہو پہلو میرا
تو نہ آئے تو ترا تیر ہی آئے کوئی

پھیر لیتے ہین نظر وہ تو زمانے کی طرح
کس لئے اُن سے جلیل آنکھ لگائے کوئی

سن لیا جان نے یہ کیا دمِ نزع | کہتی ہے میں ابھی نہیں جاتی
لبِ نازک کی آپ کے کیا بات | دل میں چٹکی بھی لی نہیں جاتی
ہو گئے پھول زخمِ دل کھل کر | نہیں جاتی ہنسی نہیں جاتی

بات کوئی کہو مزے کی جلیلؔ
ایسی ویسی سنی نہیں جاتی

پھر نگاہ آپ کی بجلی نہ گرائے کوئی | دیکھئے دیکھئے پھر لوٹ نہ جائے کوئی
غش میں ہوں لخلخۂ زلف سنگھائے کوئی | گم ہوا ہوں کہ مجھے ڈھونڈ کے لائے کوئی
آ کے بھی ہیں تو کھچے بیٹھے ہیں خنجر کی طرح | مدعا ہے کہ گلے سے نہ لگائے کوئی
آ کے بیٹھے ہیں وہ پہلو میں کہ اٹھ جائیگا دل | کیا عجب وصل کا پہلو نکل آئے کوئی
نازنیں تو ہے تجھے دل میں اٹھا کر رکھ لے | کیا پڑی ہے جو ترے ناز اٹھائے کوئی
اچھے اچھوں کو یہ دیوانہ بنا دیتی ہے | دخترِ رز کو تو کبھی منہ نہ لگائے کوئی
اپنا پروانہ بنا کر ہمیں اب کہتے ہیں | بے بلائے مری محفل میں نہ آئے کوئی
دل سے بگڑی ہے تو اب بیٹھے ہیں دکھڑا لیکر | چاہتے ہیں مرے روٹھے کو منائے کوئی
قدردانی ترے ناوک کی تو ہم کرتے ہیں | جیسے معشوق کو پہلو میں بٹھائے کوئی
خود فراموش ہوئے ہم تو ہوا کیا حاصل | بات جب ہے کہ ہمیں یاد نہ آئے کوئی
میری تربت پہ کھڑے حشر سے وہ کہتے ہیں | سوتے فتنے کو ہمارے نہ جگائے کوئی
یوں نہ آنے میں نزاکت کا بہانہ چل جائے | جب میں جانوں کہ تصور میں نہ آئے کوئی
زندگی بھر کے ہیں جاگے ہوئے دم بھر سو لیں | آکے تربت پہ قیامت نہ اٹھائے کوئی
سنتے ہیں حشر پہ دیدار اٹھا رکھا ہے | ہم بھی راضی ہیں اگر بھول نہ جائے کوئی

ہاے وہ جلوہ اُس کا ہوش ربا
آج تک بیخودی نہین جاتی

ہان نہ آئے زبان پر نہ سہی
کاہش یہ آپ کی نہین جاتی

غیر کا مُنہ ہے یہ دم وعدہ
کہ زبان اُن سے دی نہین جاتی

بوسہ دینے مین سوچ ہے یہ اُنھین
دیکے پھر چیز لی نہین جاتی

داغ دیتے ہین زخم دیتے ہین
دل کو تسکین دی نہین جاتی

تو کبھی بھول کر نہین آتا
یاد تیری کبھی نہین جاتی

بارہا ہو چکے جلیل ! ذلیل
عشق سے توبہ کی نہین جاتی

دل گیا دل لگی نہین جاتی
روتے روتے ہنسی نہین جاتی

آنکھین ساقی کی جب سے دیکھی ہین
ہم سے دو گھونٹ پی نہین جاتی

آہ لیتی تھی آسمان کی خبر
سانس بھی اب تو لی نہین جاتی

اک جفا ہے کہ بے کہے وُہ کرین
اک وفا ہے جو کی نہین جاتی

آپ مین آے بھی تو کیا آئے
لذتِ بیخودی نہین جاتی

پوچھنا آئنے سے وصفِ جمال؟
آپ کی سادگی نہین جاتی

کس کی ٹیڑھی نگاہ دیکھی ہے
چرخ کی کجروی نہین جاتی

وصل ممکن نہین تو قتل سہی
اب مصیبت سہی نہین جاتی

رُعب اُن کی حیا کا چھایا ہے
بات دل کی کہی نہین جاتی

جان جاتی ہے جاے آپ کو کیا
بات تو آپ کی نہین جاتی؟

ہاتھ اُٹھاؤن بتون سے کیون واعظ
حور ابھی تو ملی نہین جاتی

پڑ جائے خاک میری خطا پر عجب نہین
مین گڑ گیا زمین مین شرم گناہ سے

روزن سے مجھ تک آنے مین رکتی ہے کیون نگاہ
واقف ابھی نہین ہو محبت کی راہ سے

ہین عرش پر بھی آنکھ کا تارا بنے ہوئے
جاتے وہ کیا بلند ہماری نگاہ سے

میزان کھڑی ہوئی مرے آگے نہ روزِ حشر
دبنا پڑا اُسے مرے بارِ گناہ سے

کیونکر ملائین آنکھ نزاکت کا عذر ہے
کہتے ہین وہ اُٹھا نہین جاتا نگاہ سے

جن جن کے غیر قتل ہوے مٹ گئی خلش
کانٹے ہٹائے تم نے محبت کی راہ سے

یہ زلف کیا نکالے گی کجراہ دل کے بل
سیدھا بناؤ تم اسے ٹیڑھی نگاہ سے

اُٹھی حجاب وہ درد کی دل تھام کر پھرے
آئے نہ خالی ہاتھ تری جلوہ گاہ سے

دیتے ہین وہ دُعا مجھے ٹھنڈا رہے جلیل
محفل ہے اُن کی گرم مری سرد آہ سے

دل کی حالت کہی نہین جاتی
کوئی اُمید کی نہین جاتی

اُن کو سینے سے بھی لگا دیکھا
ہائے دل کی لگی نہین جاتی

غصہ رُکتا نہین تو کہتے ہین
یہ کڑی مے ہے پی نہین جاتی

خوب چھوٹے وہ یہ سُنا کے مجھے
تیری حالت سُنی نہین جاتی

طعنہ ہے میری سخت جانی پر
جان پیاری ہے دی نہین جاتی

بات کرتے وہ قتل کرتا ہے
بات بھی جس سے کی نہین جاتی

دل لگانے کے ذکر پر بولے
آپ کی دل لگی نہین جاتی

کبھی ہم بھی تڑپ مین بجلی سے تھے
اب تو کروٹ بھی لی نہین جاتی

ہین وہی مجھ سے کاوشین دل کی
دوست کی دُشمنی نہین جاتی

بیٹھے ہین کیسے چھپے ہوے پیش آئنہ
نوٹو حیا کا لیتے ہین نیچی نگاہ سے

جل جل کے کتنے خاک ہوے طالبِ جمال
اُٹھا کبھی دھوان نہ تری جلوہ گاہ سے

تسخیر سے اُس آنکھ کی چھوٹا نہین کوئی
جادو بھی ہے بندھا ہوا تارِ نگاہ سے

ہو کر مری گلی سے گئے وہ عدو کے گھر
مجھ سے چلے تو چال مگر راہ راہ سے

ہمکو ڈرائے آتشِ دوزخ نہ اِسقدر
ہم آپ پانی پانی ہین شرمِ گناہ سے

حسرت ہماری لیکے نہ جاؤ تو بات ہے
دیکھو تو دیکھتے ہین تمھین کس نگاہ سے

ڈالا مجھے عذاب مین شرمِ نجات نے
اچھی یہ درگزر ہوئی میرے گناہ سے

بھیدی نے گھر کے دل کا پتا دیدیا اُسے
میری نگاہ مِلگئی تیری نگاہ سے

ہمپر زمانہ تنگ نہ ہوتا اگر جلیلؔ!
آتے نہ سوے میکدہ ہم خانقاہ سے

جھرمٹ مین بجلیون کے ہے دل آہ آہ سے
کیا ہو گیا یہ گر کے تمھاری نگاہ سے

دل لوٹتا ہے اُسنے جو دیکھا ہے چاہ سے
ظالم نے تیر مارے ہین سیدھی نگاہ سے

چشمِ سیہ مین شوخ نگاہی بلا کی ہے
بجلی کہین گرے نہ اِس ابرِ سیاہ سے

کیونکر کہون کہ تم نہین مجھ سے بھرے ہوے
دیکھو ٹپک رہا ہے تمھاری نگاہ سے

کثرت سے مے جو پی ہے نظر ہے مآل پر
رعشہ نہین ہے کانپ رہا ہون گناہ سے

مارا اسے اشارے مین اُسکو جِلا دیا
دو دو وہ کام لیتے ہین اک اک نگاہ سے

دل ہو کہ آنکھ جان کو دونون عذاب ہین
جھگڑے مین کس نے ڈالدیا اک نگاہ سے

آکر مری لحد پہ جو آتے ہین بات پر
سب کچھ وہ کہہ گزرتے ہین نیچی نگاہ سے

ہوتی ہے واہ واہ تمھاری جہان مین
اونچا ہوا ہے نام مری آہ آہ سے

آئینے آرسی تو فقط دیکھنے کے ہین
دیکھو تم اپنے حُسن کو میری نگاہ سے

نکلا ہے کیا تڑپ کے ترے گیسوؤن سے دل
بجلی گری ہے کوند کے ابرِ سیاہ سے

ہم کیا کہین کسی سے کہ دیکھا ہے کیا وہان
نکلے ہین ہوش کھو کے تری جلوہ گاہ سے

آئینگے آج ہار مین بھی جیت کے مزے
رحمت کا ہے مقابلہ میرے گناہ سے

دیکھو پھر ایسے دیکھنے والے نہ پاؤ گے
کیون خاک مین ملاتے ہو نیچی نگاہ سے

ہم اور کیا کہین تری مخمور آنکھ کو
آئی ہے حُور اُٹھ کے ابھی خوابگاہ سے

کیا قہر ہے پھر اس ابر مین بجلی کا کوندنا
توبہ ہے آج دست و گریبان گناہ سے

کس چشمِ مست کا ہے پیالہ پیئے ہوے
مستی ٹپک رہی ہے جو ابرِ سیاہ سے

آب و ہوا یہان کی موافق نہین اُسے
تاثیر بھاگتی ہے مرے اشک و آہ سے

ڈرتا ہے اُس کی مست خرامی سے خضر بھی
چلتا ہے ساتھ ساتھ مگر بچکے راہ سے

پایہ بلند کیون نہ ہمارا ہوا جلیل!
پایا ہے فیض امیرِ سخن دستگاہ سے

اے دل پڑے نہ کام کہین دردِ آہ سے
کیون بھاگتا ہے سایۂ زلفِ سیاہ سے

تاثیر رو رہی ہے گلے ملکے آہ سے
واقف یہ اب ہوئی مرے حالِ تباہ سے

کیا بانکپن کی مشق ہے قربان جائیے
برچھی لگائی جاتی ہے ترچھی نگاہ سے

نظرون مین پھر رہا تھا کوئی وقتِ واپسین
کیونکر نکلتی جان نہ آنکھون کی راہ سے

جاتے ہو قتل کرکے ذرا مڑ کے دیکھ لو
ٹھکراتے جاؤ لاش کو پائے نگاہ سے

بھڑکی ہے اور آتشِ گل اِس ہوا سے آج
گلشن مین آگ لگ گئی بلبل کی آہ سے

تارون کے ٹوٹنے کا سمان رات ہی کو ہے
افشان چھڑا رہے ہین وہ زلفِ سیاہ سے

ہمیشہ قول تیرا جھوٹ نکلا
قسم کھائی ہے کیا سچی قسم کی

ازل سے آسمان چکرا رہا ہے
یہ پہلی مشق ہے اُن کے ستم کی

مرا خط دیکھکر وہ ہنس رہے ہین
نئے گل شاخ لائی ہے قلم کی

یہ شوخی ہے کہ دل پس پس کے ہون خاک
نہ میلی آنکھ ہو نقشِ قدم کی

تمھاری تیغ سر برسا رہی ہے
مزے کی ہے جھڑی ابرِ کرم کی

اُنھون نے راہ لی اور گرد اُٹھکر
بلائین لیتی ہے نقشِ قدم کی

جگر کے زخم کیا کیا ہنس رہے ہین
مرے گھر مین خوشی پھیلی ہے غم کی

لکھا ہر چند حالِ گریہ لیکن
زبان سوکھی کی سوکھی ہے قلم کی

کہان پیری مین وہ روشن بیانی
زبان تو ہے چراغِ صبحدم کی

نہ پوچھو دردِ دل دردِ جگر کو
چمک دونون مین ہے تیغِ دودم کی

کہان ہم اور کہان بخشش ہماری
جلیل اک موج تھی ابرِ کرم کی

اب کون پھر کے جائے تری جلوہ گاہ سے
او شوخ چشم پھونکدے برقِ نگاہ سے

جو بجلیان لڑی ہین تمھاری نگاہ سے
وہ بھی پناہ مانگتی ہین میری آہ سے

کس شان سے چلا ہے مرا شہسوارِ حسن
فتنے پکارتے ہین ذرا ہٹکے راہ سے

اچھا ہوا کہ دُور ہوا آنکھ سے رقیب
کانٹا نکل گیا مرے پائے نگاہ سے

محشر ترے حجاب سے محشر نہین رہا
اُٹھ اُٹھ کے فتنے دب گئے نیچی نگاہ سے

جھپکی پلک تو برق فلک سے زمین پہ تھی
سنبھلا نہ کوئی گر کے تمھاری نگاہ سے

دلچسپ ہوگئی ترے چلنے سے رہگزر
اُٹھ اُٹھ کے گردِ راہ لپٹتی ہے راہ سے

شبیہ اُس مست کی لیتا ہے مانی
مزہ دیجائے گی لغزش قلم کی

جو چلنے مین کمر نے جھونک کھائی
بلائین زلف نے لے لین قدم کی

ہوے جو سرخرو اُن کی دعا ہے
کہ دونی باڑھ ہو تیغ دو دم کی

الٰہی عمرِ دشمن مجکو ملجاے
مصیبت جھیلنی ہے شامِ غم کی

جو خط مین نامِ محبوب آگیا ہے
زبان چوسی ہے کاغذ نے قلم کی

یہان تک اُن کے وعدے جھوٹ نکلے
قسم کو بھی ہوئی حاجت قسم کی

وہ زلفِ مشکبو بکھری ہوئی تھی
کھُلی چوری نسیمِ صبحدم کی

یہان تک اُن کو رازِ خط کا تھا پاس
کہ خامے کی زبان پہلے قلم کی

بھر آئے درد سے گو دل ہمارا
جگہ پھر بھی نکل آتی ہے غم کی

کدورت دل مین ہر مجھسے ملین کیا
کھچی ہے بیچ مین دیوار غم کی

شباب آیا غضب ڈھاؤ گے اب اور
وہ پھوٹین کونپلین نخلِ ستم کی

جلیل اُس زلفِ شبگون کی جو ہے یاد
درازی بڑھ گئی ہے شامِ غم کی

چلی جاتی ہے مشق اُن کے ستم کی
بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی

کیا وعدہ لیا اخفا کا وعدہ
زبان دیکر زبان میری قلم کی

بجا ہے تم کو دردِ دل سے کیا کام
سنین دشمن تمھارے بات غم کی

اندھیرے کر مین وہ جا نکلی کہین اور
سحر گم ہوگئی ہے شامِ غم کی

زمین پر اس ادا سے پاؤن رکھا
کہ آنکھین کھُل گئین نقشِ قدم کی

شبیہ اُنکی نہ بن اُٹھی تو بہزاد
زبان مانی نہ جائے گی قلم کی

مین جانتا ہون ہوا دشمنون نے باندھی ہے / اِدھر جو تیری گلی کی ہوا نہین آتی
نگاہین پردے ہی پردے مین کام کرتی ہین / یہ تیر چلتے ہین لیکن صدا نہین آتی
سبھی کو خوف ہے میری شبِ جدائی کا / پکارتا ہون قضا کو قضا نہین آتی
بلا کی زلف ہے آنکھین بلا، نگاہ، بلا / مرے سران مین سے کوئی بلا نہین آتی
شبِ فراق کو اے آسمان نگل جائے / ہمارے گھر کوئی ایسی بلا نہین آتی
مرے تو ہوش ہی اُڑتے ہین دیکھکر ساقی / پری یہ آتی ہے اُڑکر گھٹا نہین آتی
ادائے یار سے ہشیار اے دلِ نادان / کہین پکار کے ظالم قضا نہین آتی
فراقِ آتشِ ترین وہ کونسا دن ہے / کہ دل مین آگ لگانے گھٹا نہین آتی
ہُوا ہون کون سے پردہ نشین کا مین بیمار / نکلکے دل سے زبان تک دعا نہین آتی
ادا کے ہوتے قضا کی دعا مین کرتا ہون / یہ دیکھتا ہون کہ آتی ہے یا نہین آتی
اب آپ غیر کا دل لیکے سونگھتے کیا ہین / ہر ایک پھول مین بوے وفا نہین آتی
کلی کی طرح جو نہ مُنہ پھلائے رہتے ہین / کچھ اُن سے بادِ صبا تو لگا نہین آتی

شگفتہ خاک ہو غربت مین غنچۂ خاطر
جلیل اپنے چمن کی ہوا نہین آتی

اُنھین عادت ہمین لذت ستم کی / اُدھر شمشیر اُدھر تقدیر چمکی
کہون کیا دردِ دل کب سے بڑھا ہے / نگاہِ لطف تم نے جب سے کم کی
قدم چومینگے تیرے ہوکے پامال / چلین گے چال ہم نقشِ قدم کی
مری آنکھون سے آنسو کیون نہ برسین / گھٹا چھائی ہوئی ہے دل پہ غم کی
سرون پر چلتی پھرتی اُسکی تلوار / نظر آتی ہے چھان ابرِ کرم کی

ہماری آنکھ بھری نزع مین وہ کہتے ہین
یہ روٹھ جانے کی ہم کو ادا نہین آتی

مزار والے قیامت کی نیند سوتے ہین
پکارتا ہون مین کب سے صدا نہین آتی

یہ کیا بلا ہے کہ دل پر تو چھائی جاتی ہے
ہمارے ہاتھ وہ زلفِ رسا نہین آتی

چمک کے آئی ہے کیا سر پہ نازنین تلوار
قضا بھی آتی ہے پر یہ ادا نہین آتی

وہ ہاتھ بھی نہین اُسکو لگاتے ہین جبتک
کسی کے خون مین پس کر حنا نہین آتی

خدا کی شان ہمین تیر وہ لگا مین گے
کسی سے آنکھ بھی جن کو لگا نہین آتی

نکل ہی آئے گا پہلو مرے تڑپنے کا
ادا سے کہدو کہ ہم کو ادا نہین آتی

گلی تک آپکی جانا صبا کو دو بھر ہے
یہ منتِ خاک ٹھکانے لگا نہین آتی

بھڑک ہی جائیگی جو آگ ہے دبی دل مین
جگر کے چاک سے کسدن ہوا نہین آتی

عدو سے مل کے مجھے خاک مین ملا دیتے
ہزار شکر کہ اُن کو وفا نہین آتی

حلال کرتے ہین وہ بھولے پن کی باتون سے
پھر اس پہ کہتے ہین مجکو جفا نہین آتی

جلیل یون تو وہ باتین بہت بناتے ہین
کسی غریب کی بگڑی بنا نہین آتی

ہمارے درد کی اُن کو دوا نہین آتی
جفا تو آتی ہے لیکن وفا نہین آتی

دل و جگر کے دھڑکنے سے خاک تسکین ہو
لگے ہین سینے مین پنکھے ہوا نہین آتی

پیامبر پہ ہمارے نجانے کیا گزری
مرے جیے کی اُدھر سے صدا نہین آتی

یہ ایک کھیل تھا دل مین جو چٹکیان لے لین
بہت ہی بھولے ہین اُن کو جفا نہین آتی

وہ دیکھو آئنے مین کوئی گھورتا ہے تمھین
حیا کی لیتے ہو اب کیون حیا نہین آتی

بہت نہ شوخ مزاجی کرو یہ محشر ہے
تُو تو خدا سے بھی تمکو حیا نہین آتی

اپنے مُنہ سے کر چکے انکار وہ کیا کیجیے
اب وہان قسمت سے گنجائش نہین اقرار کی

اب سوالِ قتل پر ملنے لگا سوکھا جواب
آبداری کیا ہوئی قاتل تری تلوار کی

میری وحشت ہوگئی گر دستِ قاتل کی شریک
دھجیان اُڑتی پھرینگی زخمِ دامندار کی

دخترِ رز نے دیے چھینٹے کچھ ایسے ساقیا
پانی پانی ہوگئی توبہ ہر اک میخوار کی

آنسوؤن سے اپنی آنکھون مین جگہ تل بھر نہ تھی
ہوگئی کیونکر سمائی حسرتِ دیدار کی

پی ہو جس نے کبھی کیا جانے وہ مے کا مزہ
دیدۂ موسیٰ سے لذت پوچھیے دیدار کی

اونچی بنکر نکلتے ہین خدا کی شان ہے
اِس کمر پر جھونک اُٹھا لیتے ہین وہ تلوار کی

ڈھونڈتی ہے آرزو دل سے نکلجانے کی راہ
پار ہو جائے کوئی برچھی نگاہِ یار کی

چاہتی ہے خون پی لے عاشقِ جانباز کا
آبداری پر بھی ایسی پیاس ہے تلوار کی

چشم و لب مین بحث تھی بوسے کا موقع ملگیا
مرگ و عیسیٰ مین جو بگڑی بن گئی بیمار کی

ہو سُبک رفتار کتنی ہی نسیمِ صبحدم
آنکھ کھلجاتی ہے پھر بھی نرگسِ بیمار کی

رہ کے اُس نازک کمر مین جوڑ اُس کا ہوگئی
کیا مزہ دیتی ہے چلنے مین لچک تلوار کی

ناوکِ نازک ذرا دیکھے ہوے سنبھلے ہوئے
دل سے جو لپٹی ہوئی ہے آرزو ہے پار کی

جیسے شرمیلی دلھن گردن جھکالے شرم سے
وہ ادا ہے خون مین ڈوبی ہوئی تلوار کی

کچھ بھلے پھولے نہ یہ نازک مضامین اے جلیل
بے کھلے مرجھا گئین کلیان مرے گلزار کی

نگہ سے قتل کرین یہ ادا نہین آتی
لگائین تیغ وہ کیونکر لگا نہین آتی

ہمارے رنگِ پریدہ کا صبر پڑ ہی گیا
حنا وہ ملتے ہین رنگت ذرا نہین آتی

دلِ مریض کی یا رب ہو خیر سینے مین
شکستِ دل کی بھی اب تو صدا نہین آتی

تیرے آنکھون کے بدلنے سے مسیحا یہ ہوا
شکل پہچانی نہین جاتی ترے بیمار کی

پاؤن پر ہم دل کو رکھدین تم بھی جوڑا کھولدو
آج دیکھین تو رسائی گیسوے خمدار کی

میل ابرو پر نہ آتا قتل کا جب لطف تھا
جاؤ بھی ہم نے صفائی دیکھ لی تلوار کی

مُہر کی ان پر ضرورت کیا ہے اے پیر مغان
ایک اک خُم پر لگی ہے آنکھ ہر میخوار کی

ہاتھ کیا عیسیٰ لگائینگے کہ صورت کی طرح
نبض بھی دیکھی نہین جاتی ترے بیمار کی

پنجۂ مژگان سے اور اُن کے سنور جائینگے بال
لون مین آنکھون سے بلائین گیسوے خمدار کی

خیر ہو یارب کہین وہ خود نہ بنجائین رقیب
آئنے پر آج پڑتی ہین نگاہین پیار کی

جُنبشِ ابرو سے پہلے قتل مژگان نے کیا
برچھیون کے سامنے چلتی نہین تلوار کی

خون کر کے دل ہمارا بھر گئی وہ مست آنکھ
ایک ہی چلّو مین نیت بھر گئی میخوار کی

قتل کرتی ہے ہمین کمسن حسینون کی اُٹھان
ان نئے پودھون مین گویا باڑھ ہے تلوار کی

شوخیون سے اُنکی بیچینی کا عالم دیکھیے
میری آنکھون مین پھرا کرتی ہے صورت یار کی

دید کے طالب تھے موسیٰ طور کو تھی کیا خبر
پھونک کر رکھدیگی بجلی جلوۂ دیدار کی

یار کو دیتا مین الزامِ جفا کیونکر جلیلؔ
میرے سر شکوے اور اُسکی ایک چتون پیار کی

دیکھنے پر اُن کے اب تسکین ہے بیمار کی
چاٹ سی کچھ پڑ گئی ہے شربتِ دیدار کی

کیا بھوین شوخی سے چلتی ہین ٹھہرتی ہی نہین
جو ادا ہے چلتی پھرتی چھاؤن ہے تلوار کی

سامنے زلف آپڑی ہے آنکھ کیونکر اُٹھ سکے
سچ کہا ہے رات بھاری ہوتی ہے بیمار کی

لوٹ جانے سے ہمین مطلب نظارہ ہو نہو
تم یہی کہدو تجھے طاقت نہین دیدار کی

جلوۂ محبوب سے خالی نہ دیکھا دل کوئی
آئنے ہین سیکڑون اور ایک صورت یار کی

تمکو اُٹھا کے رکھ لون کلیجے مین آنکھ مین
لیکن تمھارے ناز اُٹھانا محال ہے

اس سادگی پہ لاکھ تکلف نثار ہون
مہندی نہین لگائی مگر ہاتھ لال ہے

آنکھین لڑا کے اُن سے ہم آفت مین پڑ گئے
پلکون کی ہر زبان پہ دل کا سوال ہے

یہ کہہ کے ہائے شمع بھی خاموش ہو گئی
دل کی لگی زبان پہ لانا، محال ہے

پھندون مین وہ پھنسا گئے دیکر زبانِ وصل
اک دل ہے اور لاکھ طرح کا خیال ہے

نقشِ قدم پکارتے ہین کوے یار مین
بیٹھا جو اس جگہ اُسے اُٹھنا محال ہے

بنتے ہین اپنے مُنہ سے مسیحا بنا کرین
روشن ہے خلق پر جو مریضون کا حال ہے

پانی مین جیسے پھُول کنول کا کھِلا ہوا
یون دیدۂ پُرآب مین وہ نونہال ہے

جب بدر ہو کے چاند گھٹا یار نے کہا
وہ تھا ترا کمال یہ میرا کمال ہے

مین دامنِ نیاز مین اشکِ چکیدہ ہون
کوئی اُٹھا کے دیکھ لے اُٹھنا محال ہے

بُت کہہ دیا جو مین نے تو اب بولتے نہین
اتنی سی بات کا تمھین اتنا ملال ہے

دریا سے دور رہنے مین قطرے کا ہے وجود
پایا تجھے تو آپ کو پانا محال ہے

اس محویت پہ آپ کی قربان اے جلیل
اتنا نہین خیال کہ کس کا خیال ہے

پوچھا جو اُن سے جانتے ہو تم جلیل کو
بولے کہ ہان وہ شاعرِ نازک خیال ہے

اور اُن آنکھون نے میرے دل کی حالت زار کی
ہو نہین سکتی دوا بیمار سے بیمار کی

زخمِ دل مین گُل کی رنگت داغِ دل مین گُل کی بو
دل مین رہ کر سیر کرتا ہے کوئی گلزار کی

قتل کر ڈالا دمِ بسمل اداؤن نے مجھے
آج ان چھریون نے رکھ لی آبرو تلوار کی

دیکھ اے پیرِ مغان جامِ مے گلرنگ پر
کیا گری ہے ٹوٹ کر توبہ ترے میخوار کی

کہان اب پھوٹی قسمت لیکے جائین
یہین سر پھوڑین سنگِ آستان سے

کلی سے بُو کلی کی پھوٹ نکلی
اُڑی جاتی ہے بلبل آشیان سے

لگا کر تیر اک دل پر وہ بولے
ادا ہوتا نہ تھا مطلب زبان سے

جلیلؔ ایسا نہ سمجھے تھے تمھین ہم
یہ باتین آگئین تم کو کہان سے

دیدار کی ہوس ہے نہ شوقِ وصال ہے
آزاد ہر خیال سے مستِ خیال ہے

دستِ فلک سے باغِ جہان پائمال ہے
بلبل شکستہ بال ہے گُل خستہ حال ہے

بدنامیون کے خوف سے جینا وبال ہے
اپنا نہین خیال تمھارا خیال ہے

جائے کبھی نہ دل سے وہ تیرا خیال ہے
آئے کبھی نہ دل مین وہ تیری مثال ہے

تم خود نہو اسیر کہین مجھکو پھانس کر
دل مین سما کے دل سے نکلنا محال ہے

فتوٰی دیا ہے مُفتیِ ابرِ بہار نے
توبہ کا خون بادہ کشون کو حلال ہے

کہدو یہ کوہکن سے کہ مرنا نہین کمال
مر مر کے ہجرِ یار مین جینا کمال ہے

آنکھین بتا رہی ہین کہ جاگے ہو رات کو
ان ساغرون مین بوے شرابِ وصال ہے

کیونکر نباہ تجھ سے ہو اے دشمن آشنا
تیرا خیال کچھ ہے مرا کچھ خیال ہے

یہ اشکِ خون نہین جو ٹپکتے ہین آنکھ سے
کچھ ماجرا جگر کا ہے کچھ دل کا حال ہے

رحمت کا جس نے حشر مین دریا بہا دیا
وہ ایک قطرۂ عرقِ انفعال ہے

ان گُلرخون سے مِل کے ہوا کون سُرخرو
ہم ہاتھ مل رہے ہین حنا پائمال ہے

زینت سے مدعا ہے کہ آنکھون مین گھر کرین
رخسار پر جو خال ہے کاجل کا خال ہے

برساؤ تیر مجھپہ مگر اتنا جان لو
پہلو مین دل ہے دل مین تمھارا خیال ہے

یہ رنگت اُن کی باتون مین نہ کیون ہو | جگر مین چٹکیان لی ہین زبان سے
خدا رکھے چمن کا پھول ہو تم | ہنسو کھیلو نسیمِ بوستان سے
عروج اپنا ہے وجہِ خاکساری | زمین ہم نے نکالی آسمان سے
وہ باتون مین دیا کرتے ہین تسکین | ٹھہر جاتا ہے دل چلتی زبان سے
زبان تو دے چکے ہین دشمنون کو | کرین اقرار اب وہ کس زبان سے

بڑا لنگر تھا شعر و شاعری کا
اُٹھا کیونکر جلیلِ ناتوان سے

کریگی سُرخرو آج امتحان سے | ٹپکتا ہے یہ تیغِ خونچکان سے
نگاہِ گُل سے بلبل یون گری ہے | گرے جس طرح تنکا آشیان سے
تمھاری چشمِ جادو مین ہے کیا وصف | اسے پوچھو کسی جادو بیان سے
کُھلین کچھ اور بھی راہین ستم کی | مرے نالے جو گزرے آسمان سے
کہا محفل مین اُن کو شمعِ محفل | کہ وہ کچھ کہہ اُٹھین جلکر زبان سے
تمھاری نذر کو ہم نے سر اپنا | لگا رکھا ہے سنگِ آستان سے
جھڑینگے پھول ہی مُنہ سے تمھارے | کہو تم لاکھ سخت اپنی زبان سے
ہزارون مین اُنھین چُنکر دیا دل | نکالا ہم نے یوسف کاروان سے
نگاہِ شوخ اُٹھا کر کس نے دیکھا | گری پڑتی ہے بجلی آسمان سے
پڑے تھے در پہ پردے وہ نہ اُٹھے | اُٹھایا اِک مجھی کو آستان سے
ادا اک یہ بھی ہے دل مانگنے کی | وہ کچھ کہتے نہین اپنی زبان سے
خدا سے پوچھ دے اے شیخ اتنا | بُتون مین شوخیان آئین کہان سے

اک سوا اپنے زمانے سے وہ بیگانہ ہین
دل بھی آیا ہے کسی کا تو حیا آئی ہے

اِک ذرا ترچھی نظر کی کہ پڑی دل پہ چھری
ایسی ہی آئی ہے جو اُسکو ادا آئی ہے

یہی برسات تو ہے نشو و نما کا موسم
دل بڑھاتی ہوئی مستون کا گھٹا آئی ہے

ہم تو اِس بات کے ہین دیکھنے والے کہ شیخ!
کہ حسینون مین کہان سے یہ ادا آئی ہے

شعر خوانی پہ تری سب کو گمان ہے یہ جلیلؔ
بزم مین روحِ امیر الشعرا آئی ہے

نجانے نیند اُڑی کس کی فغان سے
خفا ہین آج اپنے پاسبان سے

کہون کیا اضطرابِ دل زبان سے
رہے جاتے ہین سب پہلو بیان سے

بھوین ہین کس لیے قاتل کشیدہ
کھچے ہین نیمچے کیون نیمچان سے

مری جو بات ہے وحشت بھری ہے
کہ آئی دل مین اور نکلی زبان سے

نگاہین کہہ رہی ہین رازِ دل کا
اِدھر مجھسے اُدھر اُس بدگمان سے

اُنھین چمکا رہا ہون چاند کہکر
عوض لینا ہے مجکو آسمان سے

کسی کا راز ہے برسون سے دل مین
اب اُسکو ہم نکالین کیا زبان سے

وہ نازک ہاتھ رکھتے ہین جو دل پر
اُٹھا جاتا نہین دردِ نہان سے

زمینِ شعر ہم کرتے ہین آباد
چلے آتے ہین مضمون آسمان سے

ہم ایسے ناتوان وہ ایسے نازک
اُٹھائے کون پردہ درمیان سے

شمیمِ گُل نے بڑھ کر جال مارا
قدم باہر جو رکھا آشیان سے

تڑپ میری ترقی کر رہی ہے
زمین ٹکرا نجائے آسمان سے

مژہ پر لختِ دل قدرتِ خدا کی
مرے کانٹون مین پھول آئے کہان سے

حُسنِ اخلاق بھی ہے حُسنِ جوانی کی طرح
جھک گئی ہیں تری آنکھیں جو حیا آئی ہے

جیسے مجنون سے گلے ملنے چلی ہو لیلےٰ
اِس طرح تا بکمر زلفِ رسا آئی ہے

ایک برچھی سی لگی ہے جگر و دل پہ جلیل!
کبھی غربت مین وطن کی جو ہوا آئی ہے

تیر آیا ہے یہ کہتا کہ قضا آئی ہے
مین سمجھتا ہون مرے دل کی دوا آئی ہے

آنکھ مین اُن کی قیامت کی حیا آئی ہے
زلف کے حصّے مین چوٹی کی ادا آئی ہے

قیس کی خاک بھی کیا اپنے محل پر پہنچی
قبرِ لیلےٰ پہ صبا اُسکو چڑھا آئی ہے

دل کے ہوتے ہوے کیون اور کو پامال کرو
میرے تلوون سے لگی ہے جو حنا آئی ہے

سچ ہے تم نے تو لگایا نہین مُنہ غنچون کو
ان مین پھر کس کے تبسّم کی ادا آئی ہے

طور و موسیٰ کا بھی قصّہ ہے زمانے سے جدا
بعد کو برق گری پہلے صدا آئی ہے

لاشِ مجنون نہ رہی گور وکفن کی محتاج
خاک اُڑاتی ہوئی صحرا کی ہوا آئی ہے

رات بھر گریۂ شبنم سے جو غنچے تھے اُداس
صبح ہوتے ہی ہنسانے کو صبا آئی ہے

پابوسی ہو میسّر یہ کچھ آسان نہین
اُن کے قدمون مین تو بس پہنچکے حنا آئی ہے

بزمِ ماتم مین کوئی کھینچ رہا ہے دمِ سرد
اللہ اللہ مرے پھولون مین صبا آئی ہے

پھونکے دیتی ہے مجھے یاد مرے ساقی کی
آگ برساتی دھواندھار گھٹا آئی ہے

جیتے جی وہ نہین ملتے کبھی مشتاقون سے
آدمی زاد مین حورون کی ادا آئی ہے

دونون ہین دشمنِ جان آگ ہو یا پانی ہو
غصہ اُترا ہے تو اب اُنکو حیا آئی ہے

کیون نہ فرہاد کو شیرین کی خبر کا ہو یقین
کوہ سے بھی وہی کمبخت صدا آئی ہے

دامنِ شامِ جدائی مین ہے وسعت کیسی
یہین آئی ہے فلک سے جو بلا آئی ہے

جھوم کر آج جو متوالی گھٹا آئی ہے — یاد کیا کیا تری مستانہ ادا آئی ہے

بوے گل لیکے قفس مین جو صبا آئی ہے — آگ مین آگ لگانے یہ ہوا آئی ہے

ہاے وہ کھول کے جوڑا یہ کسی کا کہنا — آئیے سو رہین اب رات سوا آئی ہے

تو بھی ٹھنڈا رہے قاتل جو کیا دل ٹھنڈا — کوچۂ زخم سے جنّت کی ہوا آئی ہے

جانئیے یہ بھی تصدق کسی معشوق کا ہے — جان لینے کی قضا کو جو ادا آئی ہے

دل جلانا مرے ماتم مین کچھ آسان نہین — شمع کے ساتھ ہی تربت پہ ہوا آئی ہے

شام غربت وہ ہماری تھی جو لیلے بنکر — نجد مین قیس کو دیوانہ بنا آئی ہے

مدتون تیغ رہی ہے کمر قاتل مین — جب کہین اسکو لچکنے کی ادا آئی ہے

دیکھتا یہ ہون کہ ان ناز بھری آنکھون مین — راہ پائی ہے کہان سے جو حیا آئی ہے

ایسے نازک کہین پابندِ حنا ہوتے ہین — ہاتھ دھو ڈالے ہین نکہت جو ذرا آئی ہے

تم بھی رخسار پہ زلفون کو ذرا بکھرا دو — کالی کالی سوے گلزار گھٹا آئی ہے

خشک پھولون کا مری قبر پہ اتبک ہے رنگ — جنسے سونگھا ہے انھین بوے وفا آئی ہے

نہین معلوم کدھر آج گری برقِ جمال — ہاے دل ہاے کلیجے کی صدا آئی ہے

توبہ کرنا ہی تھا نے سے کہ فلک ٹوٹ پڑا — کیا برستی ہوئی رندون پہ گھٹا آئی ہے

کچھ جوانی کا بتا دیتی ہین کچھ بچپن کا — ساتھ شوخی کے جن آنکھون مین حیا آئی ہے

دیکھ بلبل کوئی گلشن مین شگوفہ نہ کھلے — بات کیا ہے جو دبے پاؤن صبا آئی ہے

مجھ مین یہ جان کہان تھی کہ مین نالہ کرتا — تم نے توڑا ہے جو دل اسکی صدا آئی ہے

ہمکو کیا بلبل و گل مین ہے کوئی بات اگر — یہ صبا تھی جو زمانے مین اڑا آئی ہے

کسکا دل خون نہین ہے چمنِ عالم مین — پتی پتی سے ہمین بوے حنا آئی ہے

بہت رہ چکے حضرتِ غم یہان | کرم کرتے اب اور گھر دیکھتے

مزے مین گزرتی اگر ہم جلیل!
رخ و زلف، شام و سحر دیکھتے

لطفِ صحبت مے و معشوق سے دن رات رہے | سالہا سال الٰہی یوہین برسات رہے
میری اُلفت مری صورت سے وہ پہچان گئے | اب خدا ہے جو مرے اُنکے ملاقات رہے
مین نے مانا کہ مری یاد نے سونے نہ دیا | خیر اب یہ تو ہو ارشاد کہان رات رہے
شمع و پروانہ ہون یا بلبل و گل ان سب مین | تیرے افسانے رہے میرے حکایات رہے
ہم نے جانا نہ شبِ وصل کا آنا جانا | آے وہ رات گئے چلدیے کچھ رات رہے
جان جاتی ہے کسی کی تو بلا سے جائے | اُن کو اِس بات کی ضد ہے کہ مری بات رہے
جب تمے مست ہی ٹھہرے تو ہمین یکسان ہے | مسجدون مین رہے یا وقفِ خرابات رہے
وہ دمِ صبح گئے کرکے قیامت برپا | ہمنے چاہا تھا کہ تا حشر یہی رات رہے
حاصلِ عمر ہے دم بھر ہو اگر دل یکسو | ہاے وہ دل جو تری یاد مین دن رات رہے
کہتے ہین وصل مین تم چھیڑے ہی جاتے ہو مجھے | گالیان کچھ ابھی پڑھجائین تو کیا بات رہے
جب وہ ملتے ہین تو گھڑیون نہین ملتا ہے مزاج | ایسے مغرور سے کیا رسمِ ملاقات رہے
انجمن کا تھا مزہ گوشۂ تنہائی مین | ایک دل اور ہزارون ہی خیالات رہے
حضرتِ عشق یہ سمجھاتے ہین ناصح بنکر | بات وہ کر کہ زمانے مین تری بات رہے

اُٹھ کے ہم دَیر سے جاتے ہین جو کعبے کو جلیل
سب یہ کہتے ہین کہان قبلۂ حاجات رہے

بہرِ آصف مرے لب پر جو دعا آئی ہے | در و دیوار سے آمین کی صدا آئی ہے

جو بیٹھا ہے کوئی پہلو دبائے
اُٹھا جاتا نہین دردِ جگر سے

وہ اُس پہلو مین آ بیٹھے ہین جسدم
تڑپ کر جا ملا ہے دل جگر سے

پڑی ہے حشر کو اُٹھنے کی اُٹھے
ہم اُٹھین گے نہ تیری رہگزر سے

ہنسی ہوگی جو کوئی دیکھ لے گا
جلیل آنسو تو پونچھو چشمِ تر سے

وہ ہم کو ہم اُن کو اگر دیکھتے
عجب سیر اہلِ نظر دیکھتے

اگر وہ مری چشمِ تر دیکھتے
نہ آئینہ دو دو پہر دیکھتے

جھلک اُنکے رُخ کی جدھر دیکھتے
اُسی رُخ کو ہم عمر بھر دیکھتے

ترے آنسوؤن مین جو ہوتا اثر
یہ دن کیون ہم اے چشمِ تر دیکھتے

پڑھائی تھی پٹی اُنھین غیر نے
مرا خط وہ کیون نامہ بر دیکھتے

کمر باندھنا تھا نہ بیداد پر
ذرا اپنی نازک کمر دیکھتے

مزہ تھا سماتے جو آنکھون مین تم
تمھین دیکھتے ہم جدھر دیکھتے

اُنھین اپنے ہنسنے سے فرصت کہان
وہ کیون میرے زخمِ جگر دیکھتے

چھلاوا تھا بجلی تھا سیماب تھا
اُسے کیا جما کر نظر دیکھتے

رہی آرزو اُنکی اے شامِ غم
کبھی ہم بھی روئے سحر دیکھتے

نہ تم بیٹھ رہتے جو چھپ کر کہین
ہمین لوگ کیون دربدر دیکھتے

اُسے دیکھ لیتا جو تو آنکھ سے
تجھی کو ہم اے نامہ بر دیکھتے

مجھے حال پر اپنے کیا ہو نظر
گزرتی ہے اُن کی نظر دیکھتے

ترا حسن سُنکر تو یہ حال ہے
قیامت ہی ہوتی اگر دیکھتے

صفِ عشاق اِدھر مجمعِ اغیار اُدھر
حشر کا ہیکو یہ ہے انجمن آرائی ہے

ہوگئی خواب شبِ وصل پر اب تک ہے وہ یاد
اُنکا کہنا کہ نہ چھیڑو ہمین نیند آئی ہے

کُھب کے آنکھون مین چھپی جاتی ہو دل مین ظالم
تیری تصویر نے کیا نوک پلک پائی ہے

سب کی آنکھون مین ہمیشہ اِسے پھرتے دیکھا
تو تو پردے مین ہے صورت تری ہرجائی ہے

کنگھی بالون مین جو کی کُھل گئی چوری دل کی
کیسی اُلجھی ہوئی بات آپ نے سُلجھائی ہے

کہین ملتا نہین صحرا مین پتا مجنون کا
روحِ لیلےٰ اُسے ہر سمت پکار آئی ہے

اِک ذرا دھیان بٹا اور قیامت آئی
پھر وہی عالمِ وحشت وہی تنہائی ہے

ہر کلی کرتی ہے یون بادِ صبا کا شکوہ
اسی کمبخت نے چولی مری مسکائی ہے

عشق کا دم بھی عجب دم ہے کہ اک مجنون کیا
خاک کتنون سے مرے یار نے چھنوائی ہے

کیسے بیچین ہوئے دیکھکے وہ حالِ جلیل
بولے ہے ہے یہ ہمارا وہی سودائی ہے

بہانا تھا نہ آنسو چشمِ تر سے
کہ مین رو رو دیا وہ ایسے برسے

کروگے قتل کس کس کو نظر سے
نزاکت ہو چکی لو اب کمر سے

چڑھاتے تو ابھی ہو دل کو سر پر
گرا دُوگے اسے کس دن نظر سے

تُلے ہو قتل پر کس بیگنہ کے
وہ دیکھو کُھل پڑا خنجر کمر سے

خوشی سے جان دینے کو ہون حاضر
وہ دیکھین تو محبت کی نظر سے

لگی ہے آگ بجلی سے گھٹا مین
الٰہی آتشِ تر آج برسے

وہ اکثر چھوڑ کر دونون مین اک تیر
لڑایا کرتے ہین دل کو جگر سے

لچکنے کی ادا تلوار ٹھہری
لگا رکھا ہے اسکو بھی کمر سے

موت کا آنا بھی دیکھا، بارہا / پر کسی پر دل کا آنا اور ہے

نازِ اٹھانے کو اُٹھاتے ہین سبھی / اپنے دل کا ناز اُٹھانا اور ہے

سُن کے جسکو دل بہل جائے مرا / داستان گو وہ فسانا اور ہے

دردِ دل سُنکر تمھین نیند آچکی؟ / بندہ پرور یہ فسانا اور ہے

رات بھر مین شمعِ محفل جل بجھی / عاشقون کا دل جلانا اور ہے

دل کو تڑپا کر جو وہ جانے لگے / جان بولی اک نشانا اور ہے

بے وفا نکلے زمانے کے حسین، / اک تجھی کو آزمانا اور ہے

مست تیرے سحر جو نکنے والے نہین / جانِ من جادو جگانا اور ہے

چرخ نے رکھا نہ کچھ نام و نشان / اک مری تربت مٹانا اور ہے

جان دینا ہے حیاتِ جاودان / عشق! تیرا کارخانا اور ہے

ہم کہان پھر باغبان! گلشن کہان / ایک دو دن آب و دانا اور ہے

چھوڑ دون کیونکر درِ پیرِ مغان / کوئی ایسا آستانا اور ہے!

بھولی بھولی اُن کی باتین ہو چکین / اب خدا رکھے زمانا اور ہے

یارِ صادق ڈھونڈتے ہو تم جلیل / مشفقِ من یہ زمانا اور ہے

فیضِ آصف سے دکن مین وہ بہار آئی ہے / بڑھتی دولت کی گھٹا چار طرف چھائی ہے

کیا مزے کی سرِ میخانہ گھٹا چھائی ہے / بال کھولے ہوے گویا یہ پری آئی ہے

دل کے دشمن بھی دل آزار بھی یہ بت ہین مگر / کوئی تو بات ہے جو دل مین جگہ پائی ہے

زلف مین دل جو نہین ہے تو اُلجھنا کیسا / آج یہ پھر کسی وحشی کو لگا لائی ہے

رات دل سے مرے اِس درد کے نالے نکلے
گھر سے اپنے وہ کلیجے کو سنبھالے نکلے

عکس کو پیار سے جب دیکھتے دیکھا تو کہا
لیجئے یہ بھی مرے چاہنے والے نکلے

میری حسرت وہ نہین میری مصیبت وہ نہین
میرے کرمانے جو ٹلے تیرے نکالے نکلے

بادل اُڑتے ہوے دیکھے تو کہا مستون نے
لو ہوا کھانے حسین گیسوؤن والے نکلے

آ گئے آنکھ مین اب خیر نہین انکون کی
ہاے کیون دل سے مرے ناز کے پالے نکلے

ناز و انداز نے تنہا اُنھین چلنے نہ دیا
ساتھ سب گوشۂ دامن کو سنبھالے نکلے

جو نہ مشتاق تھے وہ بھی ہوے مشتاقِ جمال
مُنہ پر آنچل وہ اس انداز سے ڈالے نکلے

ہاے رخصت کی وہ ساعت وہ اُدھی گھر کی
ہم سنبھالے اُنھین وہ ہم کو سنبھالے نکلے

پھول لالے کے کھلے ہمنے یہ جانا ساقی
رند ہاتھون پہ لئے مے کے پیالے نکلے

دل کا پہلو سے نکلنا تھا کہ اُس کے ہمراہ
میرے آنسو مری آہین مرے نالے نکلے

کاش نکلے جو مرے دل سے تمھارا ناوک
ساتھ اپنے کوئی ارمان بھی مرا لے نکلے

میری اک جان پر اللہ رے یورش مژگان کی
غول کے غول رسالے کے رسالے نکلے

جانِ من خیر تو ہے آج کدھر شام کو آپ
زلفین سلجھائے ہوے مانگ نکالے نکلے

بات مطلب کی نہین کوئی فقط باتین ہین
نامۂ یار بھی منطق کے رسالے نکلے

بیوفا ہوتے ہین معشوق پر اتنے بھی نہین
اِک تمھین سارے زمانے سے نرالے نکلے

اب کے صوفی بھی نہین صاف دل افسوس جلیل
مسجدین جن کو مین سمجھا تھا شوالے نکلے

اپنے رہنے کا ٹھکانا اور ہے
یہ قفس ہے آشیانا اور ہے

یون ہی بجلی ہے سمندِ حُسنِ یار
اُس پہ شوخی تازیانا اور ہے

کیا داغ مری جان مہ کامل مین نہین ہے	کیا نقص جو بوسون کے نشان پڑ گئے رُخ پر

باتون مین جلیل آپ تو کر لیتے ہین تسخیر
یہ بات کسی مرشدِ کامل مین نہین ہے

مری طرف سے یہ بیخیالی، نہ جانے اُن کو خیال کیا ہے
کبھی نہ پوچھا ملال کیا ہے، کبھی نہ دیکھا کہ حال کیا ہے

مبارک اغیار سے تعلق، نئی ہے چاہت، نیا تعشق،
بلا سے ہم ہو گئے تصدق، تمھین اب اِس کا ملال کیا ہے

تجھی کو جانا تجھی کو مانا، تجھی پہ دی جان غائبانہ
چھپا نہین کچھ مرا فسانہ یہ اب جواب و سوال کیا ہے

وصال ہو یا رہے جدائی، تمھاری اے جان! جیسی مرضی
جو اپنی حالت تھی مین نے کہدی، اب آگے میری مجال کیا ہے

نظر اُٹھائین جو آرسی سے تو اُن سے پوچھون یہ مین ہنسی سے
لگائی ہے آنکھ کیا کسی سے، کہو تو یہ دیکھ بھال کیا ہے

درِ محبت کا اک گدا ہون، پری کا طالب نہ حور کا ہون،
تجھی کو تجھ سے مین چاہتا ہون بس اور میرا سوال کیا ہے

کہان تک اے واعظو! یہ جھگڑے، مزے اُٹھانے دو بیخودی کے
جو ہوش مین ہون تو مین یہ سمجھون حرام کیا ہے حلال کیا ہے

بس اب محبت سے ہاتھ اُٹھاؤ بھلے کو کہتے ہین مان جاؤ
نہ آپ کو اِس طرح مٹاؤ جلیل! دیکھو تو حال کیا ہے

اللہ رے تجلّی کہ رُخِ یار کے آگے
یون شمع ہے محفل مین کہ محفل مین نہین ہے

زخمِ جگرِ گل پہ کبھی ہو نمک افشان
اتنا بھی اثر شورِ عنادل مین نہین ہے

خوشبو بھی خوش رنگ بھی پھول چمن کے
کیا بات ہے ایسی جو مرے دل مین نہین ہے

کیا دیکھ لیا قیس نے کہتا ہے جو سب سے
لیلےٰ مری آنکھون مین ہے محمل مین نہین ہے

وابستۂ گیسو کا ہوا راز نہ افشا،
صد شکر کہ آواز سلاسل مین نہین ہے

قاتل کو نزاکت پہ بہت ناز تھا لیکن
اک زخم بھی ہلکا تنِ بسمل مین نہین ہے

کیا پھوٹ پڑی ہے ترے اک تیر کے ہاتھون
اب کوئی علاقہ جگر و دل مین نہین ہے

بیخود ہے مےِ حُسن کی مستی سے وہ مغرور
جو رونقِ محفل ہے وہ محفل مین نہین ہے

ناقے مین تو وحشت تھی نہ ایسی دمِ رفتار
لیلےٰ کی جگہ قیس تو محمل مین نہین ہے

اغیار پھر اغیار ہین، باتون پہ نہ جاؤ
جو اُن کی زبانون پہ ہے وہ دل مین نہین ہے

قاتل کا ادب مدِ نظر ہے دمِ دیدار
کوئی حرکت دیدۂ بسمل مین نہین ہے

بیماری ہے مرنے کی ہے نکیلی تری مژگان
لیکن یہ ستم ہے کہ مرے دل مین نہین ہے

نازان ہون کہ ہون یار ترا چاہنے والا
جو کچھ ہے مرے دل مین ترے دل مین نہین ہے

ارمانِ شہادت کا کہین خون نہ ہو جائے
سُنتا ہون کہ غصہ مرے قاتل مین نہین ہے

موت آکے کسی روز جو لیجائے تو لیجائے
تنہا تو گزر کوچۂ قاتل مین نہین ہے

فرماتے ہین زخمون سے مرے ہو کے وہ بدظن
لب پر ہے ہنسی کیون جو خوشی دل مین نہین ہے

کھینچے ہوئے تلوار وہ بالین پہ کھڑے ہین
یہ دیکھتے ہین جان تو بسمل مین نہین ہے

اقرار بھی کرتے ہین وہ انکار بھی ہم سے
کیا جانئے کیا دل مین ہے کیا دل مین نہین ہے

تیغِ نگہِ یاس نے کیا کام کیا ہے
اب فرق کوئی قاتل و بسمل مین نہین ہے

شعر گوئی کی کسے فرصت جلیل
یہ تو اپنے درد کا اظہار ہے

پھول سے نازک سوا رُخسار ہے
بوسہ لینا بھی مجھے دشوار ہے

مسکراتے ہین ادھر وہ اور اُدھر
پانی پانی موتیون کا ہار ہے

آپ کے آئے تھے تمکو دیکھنے
آپ مین آنا بھی اب دشوار ہے

دل کو اپنے کیا کسی کا گھر کہون
آج خلوتخانہ کل بازار ہے

ہم نے بھرپایا ترا مُنہ چوم کر
گالیون کی رات دن بھرمار ہے

سر چڑھاتے ہین مرے دل کو حسین
اب یہی گل طرّۂ دستار ہے

دیکھ کر دُنیا کی رونق دنگ ہون
کون سے یوسف کا یہ بازار ہے

جانتے بھی وہ نہین بازار کو
جن کی ساری گرمیِ بازار ہے

آج کل جس حال مین ہم ہین جلیل
کیا کہین کہنا بھی تو دشوار ہے

کیا لطف ہے اُس داغ کا جو دل مین نہین ہے
بیکار ہے وہ شمع جو محفل مین نہین ہے

مشکل ہے ترے ساتھ رقیبون کو بھی چاہون
عالم کی سمائی تو مرے دل مین نہین ہے

کھچتا بھی ہے رُکتا بھی ہے تنتا بھی ہے لیکن
قاتل کی ادا خنجرِ قاتل مین نہین ہے

اُلفت کا دیا غم بھی ہے حسرت بھی قلق بھی
سب کچھ ہے مگر صبر مرے دل مین نہین ہے

آئینے مین کیون عکس سے ہوتی ہے یہ تکرار
جانے بھی دو کچھ جان مقابل مین نہین ہے

ہر وار پہ اک جان سی آجاتی ہے تن مین
عیسیٰ مین ہے کیا جو ترے قاتل مین نہین ہے

خالی جو مکان تھا تو بلاؤن سے بھرا تھا
تم جب سے ہو ارمان کوئی دل مین نہین ہے

آنکھ مین وہ سرمۂ دُنبالہ دار — میان سے اُگلی ہوئی تلوار ہے

ابر کی صورت رُلاتا ہے ہمین — چاند کا ہالہ گلے کا ہار ہے

ہو کے بسمل کچھ تو آنسو پُچھ گئے — زخم جو کھایا ہے دامندار ہے

تیغ ہی کے گھاٹ اُترنا ہے ہمین — جب لگا دو ہاتھ بیڑا پار ہے

جان دینے کا ہوا اُن پر کیا اثر — جانتے ہین جان سے بیزار ہے

کوہکن پتھر اگر کاٹے تو کیا — ہجر کے دن کاٹنا دشوار ہے

کاش تم بھی اپنی چتون دیکھتے — بیوفائی کا جسے اقرار ہے

دیکھنے والون کو سکتہ ہو گیا — آج وان پردہ سر بازار ہے

وصل ہی کا نام جب ٹھہرا وصال — آرزوے مرگ بھی بیکار ہے

مین نے باہین ڈالدین یہ کہکے رات — اس گلے کے واسطے یہ ہار ہے

رند سب سُن لینگے واعظ کی مگر — سُنکے پی جانا ذرا دشوار ہے

چال کرکے مجھ سے کہتا ہے وہ شوخ — اب زمانے کی یہی رفتار ہے

جس کا جتنا حوصلہ اُتنی تلاش — تجکو عالم مجکو تو درکار ہے

تیشۂ فرہاد کی فریاد تھی — عاشقی کا ہمکو ہے بیگار ہے

اب تو وحشت بھی وہ اگلی سی نہین — طوق کیون میرے گلے کا ہار ہے

لاکھون عاشق ہین مگر اللہ رے مین — میرے ہی دل پر نگاہِ یار ہے

تیر ہم اس کو کہین کیا دیکھ کر — ہم سے تو ٹیڑھی نگاہِ یار ہے

تو ہی تو ہر سو نظر آنے لگا — لن ترانی اب تری بیکار ہے

دیکے جنبش اُس نے ابرو کو کہا — لے یہ میرے نیمچے کا وار ہے

تجکو چاہا تو خطا اس مین ہماری کیا ہے
جیسی صورت ہے تری ماہ لقا کس کی ہے

توبھی قاتل ترا خنجر بھی یہ کھلتا ہی نہین
دم نکل جاتا ہے جس پر وہ ادا کس کی ہے

ستم و جور سے تم ہاتھ اُٹھا بیٹھے کیون
وہ تو اُلفت کی سزا تھی، یہ سزا کس کی ہے

خون میرا جو بہایا تھا تمھین یاد نہین
یہ لگائی ہوئی ہاتھون مین حنا کس کی ہے

دامنِ گل کی ہے بو باس عجب روح فزا
یہ قبا اُتری ہوئی بادِ صبا کس کی ہے

اپنی تعریف وہ سننے کو یہ فرماتے ہین
تیرے دل مین ہے محبت تو بتا کس کی ہے

جان کیا چیز ہے جس کو مین کہون تجھ سے عزیز
تو سلامت رہے یہ تیرے سوا کس کی ہے

آنکھ دلبر سے لڑی دل ہے مصیبت مین جلیل
کس کو ملتی ہے سزا اور خطا کس کی ہے

وقتِ دید آنکھون مین جانِ زار ہے
ہائے کیا شے لذتِ دیدار ہے

عشق اے دل جانستان آزار ہے
کہہ چکے ہم آگے تو مختار ہے

یا خدا تیری بڑی سرکار ہے
چلبلا اک بُت مجھے درکار ہے

دیکھیے کس کی ادا کرتی ہے کام
حور ہے قاتل پری تلوار ہے

اُن سے کہتا ہون دکھا کر آئنہ
اک حسین ایسا مجھے درکار ہے

تھی کوئی صورت ان آنکھون مین کبھی
جس جگہ اب حسرتِ دیدار ہے

جب پڑا پورا پڑا قاتل کا ہاتھ
اِس نزاکت پر بھی کیا تیار ہے

آئنے کے گھر مین آنا دیکھیے
اُن کے آگے در ہے جو دیوار ہے

اب تو اک تارِ گریبان بھی نہین
دستِ وحشت کیون گلے کا ہار ہے

چرخ ہمسر سے لاگ رکھے یا لگاؤ
پھر غنیمت ہے بُرا یار ہے

اُن کی صورت دیکھ لی خوش ہو گئے
اُن کی سیرت سے ہمین کیا کام ہے

میکدے مین جتنے ہین سب مست ہین
ہان ذرا چلتا ہوا اِک جام ہے

رُخ پہ نکلے گا کبھی خطِ سیاہ
جان لو تم ہر سحر کی شام ہے

دیدہ و دل سب ہین مشتاقِ جمال
گوشے گوشے مین تمھارا نام ہے

نغمۂ بلبل نے جادو کر دیا
اب تو خود صیاد اسیرِ دام ہے

کچھ سمجھ کر آہ مین کرتا نہین
وہ سمجھتے ہین مجھے آرام ہے

دونون آنکھین دو ہین چھریان قہر کی
اس کا فتنہ اُس کا جادو نام ہے

ظلم کرنا بھی نہ ظالم چھوڑ دے
کیون کہون تکلیف مین آرام ہے

مَے ہو کتنی ہی کڑی لیکن ہمین
پھول ہے ساقی اگر گلفام ہے

یاس لپٹی ہے مری اُمید سے
صبح سے دستِ گریبان شام ہے

تجھ سے اے قاتل مین کچھ کہتا نہین
ہان تری تلوار سے کچھ کام ہے

ہر حسین کے لب پہ ہے نامِ جلیل!
اللہ اللہ! کیسا پیارا نام ہے

اک سوا تیرے نظر ہوشربا کس کی ہے
جان دے جس پہ قضا ایسی ادا کس کی ہے

آئنہ دیکھ کے چھپیے یہ ادا کس کی ہے
سامنے اپنے نہ آئے یہ حیا کس کی ہے

دیکھیے آج وہ بن ٹھن کے کدھر جاتے ہین
ہم بھی ہین غیر بھی دونون مین قضا کس کی ہے

آہین کرتا ہوا پھرتا ہے یہ کون اے بلبل!
تیرے گلشن مین بندھی آج ہوا کس کی ہے

دیکھیے بوسہ تو اب دیتے ہو دشنام مجھے
وہ دوا تھی مرے دل کی یہ دوا کس کی ہے

شورِ بلبل پہ ذرا بھی تو نہ مُنہ سے پھوٹا
تجھ مین اے غنچۂ سربستہ حیا کس کی ہے

اک مرے دم کیلئے کتنے ہین گھر — آشیانہ ہے قفس ہے دام ہے
حور کیسی جانِ من کیسی پری — وہ لقب تیرا یہ تیرا نام ہے
مجکو ٹھہراتے تو ہو یہ جان لو — ساتھ میرے گردشِ ایّام ہے
مُنہ ترا دیکھے جو سوتے جاگتے — صُبح اُسکی ہے اُسی کی شام ہے
زلفِ پیچان سے نہ دل نکلے نہ بل — جو وہان ہے وہ اسیرِ دام ہے
نزع مین ہون مجکو ہوش اتنا نہین — جان ہے لب پر کہ تیرا نام ہے
پردۂ محمل ہین مجنون کے رقیب — شرمِ لیلےٰ مفت مین بدنام ہے
بسملِ تیغِ نگاہِ لُطف ہون — کچھ ہے بیچینی تو کچھ آرام ہے
مّست ہے قاتل تماشا دیکھ کر — رقصِ بسمل ہے کہ دورِ جام ہے
آمد اُس خورشید رو کی یا نصیب — دیکھنا یہ صبح ہے یا شام ہے
مین دعا مانگون وہ ہو یارب قبول — یہ مری کوشش وہ تیرا کام ہے
جان دیتے ہین ہم اتنی بات پر — جان نثارون مین ہمارا نام ہے
کربلا کی صبح کا عالم وہ ہاے — سوگوار ابتک سوادِ شام ہے

کیا عجب ہو صاحبِ باطن جلیل
گو بظاہر رندِ مے آشام ہے

رُخ پہ بکھری زلفِ عنبر فام ہے — مثلِ بلبل گل اسیرِ دام ہے
بچکے جائینگے کہان صیاد سے — ہم ہین آگے پیچھے پیچھے دام ہے
آنکھ مین ڈورون کا عالم دیکھیے — یہ نیا آہو اسیرِ دام ہے
پینے والے کرتے ہین توبہ کا خون — دخترِ رز مُفت مین بدنام ہے

سَو تہ سے نمودار ہو اُبھرا ہوا جوبن
یہ دل نہین جسکو کوئی آنچل مین چھپالے

تقدیر یہ دل کی کہ وہ نازک ہوے ایسے
ارمان نکلتے ہی نہین اُن کے نکالے

کانٹے انھین نشتر کی طرح چھیڑ رہے تھے
مُنہ کھولتے کب تک مرے پاؤن کے چھالے

اب آپ کو پردے مین چھپا رکھنے سے حاصل
سب جان گئے حال مراد دیکھنے والے

تربت یہ ہین کچھ پھول پڑے نقشِ قدم کے
گزرا ہے ادھر سے کوئی دامن کو سنبھالے

آنچل جو ڈھلا شانے سے وہ تم سے نہ سنبھلا
مچلے ہوے دل کو کوئی کس طرح سنبھالے

کیون خاک نشینون پہ یہ تیورون کی ہے بوچھاڑ
او نیچی نگاہون سے ادھر دیکھنے والے

ہر آبلہ جلتا ہے مری گرم روی سے
کانٹون کی زبان پر کہین پڑجاءین نہ چھالے

نکلے تو کوئی یار سے تسکین کا پہلو
ارمان نکالے کہ مری جان نکالے

ربھنے کی نہین آبلۂ و خار مین دو دن
یہ ٹوٹنے والے ہین تو وہ پھوٹنے والے

خوب آنکھون مین رکھنے کے لئے دل کو لیا تھا
بس دیکھ لیا لاؤ کرو میرے حوالے

کچھ چھیڑ کے مُنہ چوم کے سینے سے لگا کے
جس طرح بنے آج جلیل اُن کو مَنا لے

جان بھی نذرِ بتِ خود کام ہے
اب یہان کیا ہے خدا کا نام ہے

بیقراری سے مجھے آرام ہے
مفت مین دردِ جگر بدنام ہے

گیسوِ شبگون کا عالم کیا کہون
صُبح کیا ہوگی یہ جس کی شام ہے

دل کو ملتا ہے ارے تلوون سے تو
اِس نگین مین نقش تیرا نام ہے

وہ تو آنکھین پھیر کر چلتے ہوے
ہم ہین اور اب گردشِ ایام ہے

اپنے گھر تک مین لگا لایا اُسے
اے مقدر آگے تیرا کام ہے

تمہاری آرسی اللہ کیا تقدیر والی ہے
کھلی ہے صبح کو جب آنکھ تم پر آنکھ ڈالی ہے

فروغِ رُخ نے اندھا کر دیا نظارہ بازون کو
نقاب اُس نے اُٹھا کر اور بھی صورت چھپالی ہے

بھرے آتے ہین آنسو آنکھ مین جوشِ ندامت سے
کہون کیونکر مین لے ساقی کہ میرا جام خالی ہے

قیامت کا مجھے ڈر کیا جو کل آتی ہے آج آئے
تمہارے ساتھ کی کھیلی ہے میری دیکھی بھالی ہے

نظر تک تو سما سکتی نہین نکلی ہی جاتی ہے
مرے جان آنکھ مین کس طرح تم نے آنکھ ڈالی ہے

یہ سمجھا تھا کہ وہ تیر دن سے بھر دینگے مرا پہلو
نہ کہنا تھا ادھر بیٹھو جگہ پہلو مین خالی ہے

خوشی دل مین نہین ساقی سر در آنکھون مین خاک آئے
پیالے کیا بھرین جب سر شیشہ ہی خالی ہے

وہ کہتے ہین کہ ہے سارا جہان دیدار کا خواہان
مری صورت نے یا رب جان کس جھگڑے مین ڈالی ہے

جگر کی آہ سے اپنے ہی دل کے ہو گئے ٹکڑے
صبا کے ہاتھ ٹوٹین کیسی ڈالی توڑ ڈالی ہے

ترے ہوتے یہ اُسکو دیکھ سکتی ہے نہ وہ اسکو
بُرا ہو رشک کا آنکھون مین کیسی پھوٹ ڈالی ہے

قد اُن کا باڑھ پر آیا ہے تو کیا کیا وہ تنتے ہین
بنے ہین اونچی برچھی قیامت کی سنبھالی ہے

وہ دیکھو عکس بھی کچھ آئنے مین کہتا جاتا ہے
ہلا کر تم نے لب تصویر مین کیا جان ڈالی ہے

رُخِ نازک پہ دُہرا بوجھ ہو یہ کب گوارا تھا
نقاب اُسنے اُٹھالی ہے نظر ہمنے ڈالی ہے

جلیل اپنا تخلص ہے وظیفہ خوش جمالون کا
جلالی نام مین نامِ خدا شانِ جمالی ہے

او برق جمال اب رُخِ روشن کو چھپالے
اندھے ہوے جاتے ہین ترے دیکھنے والے

اُس زلف کے پھندے سے نکلنا نہین ممکن
ہان مانگ کوئی راہ نکالے تو نکالے

کانٹے بھی اگر چھٹ گئے ٹوٹ کے ان سے
پھوٹی ہوئی قسمت کو بہت رہینگے چھالے

مشتاق ہون مین ہجر مین اس درجہ قضا کا
آجائے تو جھٹکے سے کردن جان حوالے

چومتے ہی مُنہ پڑی رخ پر پسینے کی نقاب
ایک نادانی سے دونون کو پشیمانی ہوئی

کیا ضرورت کیون کہے دشمن زبان سے دل کی بات
ہے مری جانی ہوئی اور آپ کی مانی ہوئی

اے صبا مین اور کیا دون قبرِ مجنون کے لئے
خاک تھوڑی سی چڑھا دینا مری چھانی ہوئی

قبر پر رو دے ہنس گئے وہ صورتِ شمع و چراغ
کچھ گل افشانی ہوئی کچھ گوہر افشانی ہوئی

دل مین گھر کرنا پھر اپنے گھر کے جانے کا خیال
واہ صاحب یہ بھی کیا گھر جانی من مانی ہوئی

اشکباری پر مری ہنستے ہین یون ہر صبح کو
کہیے حضرت رات کیا کیا گوہر افشانی ہوئی

پھانسنا چاہا تھا دل کو رہ گئی خود دل مین زلف
بدلے یوسف کے زلیخا آپ زندانی ہوئی

یار کے ہاتھون ہوا جو کچھ ہوا اے تیغِ یار
تیری عریانی ہوئی یا میری قربانی ہوئی

آ کے شیشے کے گلے تک پھیلی پڑتی ہے یہ شوخ
دخترِ رز بھی سیانی ہو کے مستانی ہوئی

رفتہ رفتہ دیدۂ تر کو ڈبویا اشک نے
پانی رستے رستے کشتی میری طوفانی ہوئی

کر گئی دیوانگی ہم کو بری ہر جرم سے
چاک دامانی سے اپنی پاک دامانی ہوئی

رہ گئے تم آنکھون ہی آنکھون مین ادھر لے اڑا
دخترِ رز کی مغبچہ اچھی نگہبانی ہوئی

خون کی چادر مبارک باحیا تلوار کو
میان سے باہر نکلکر بھی نہ عریانی ہوئی

شعبدے کیا کیا دکھاتی ہے اُتر کر دل مین زلف
سمٹی تو اُلجھن ہوئی پھیلی پریشانی ہوئی

باڑھ دی بانکی اداؤن نے جو خنجر کو جلیل!
ذبح کرنے مین مرے قاتل کو آسانی ہوئی

وہ خود بھی لوٹ ہے صورت کچھ ایسی بھولی بھالی ہے
جب اپنے آرسی دیکھی ہے آنکھون سے لگالی ہے

لطافت سے مرا محبوب تصویرِ خیالی ہے
وہ پہلو مین ہے اور پہلو مرا خالی کا خالی ہے

قضا اک غیر تھی سو وہ ادا پر مرنے والی ہے
بس اب کیا سوچ ہے لو میان میدان خالی ہے

حسرت و غم کے سوا کچھ خاک بھی اسمین نہین — تم مرا دل لے کے دل مین ہو پشیمان تو سہی

پھر مرے دل سے تڑپنے کے لیے اصرار ہے — پھر کلیجا تھام کر بیٹھو مری جان تو سہی

جو کلیجے مین اُتر آئے وہ صورت ہے یہی — مُنہ تمھارے چڑھ کے ہو آئینہ حیران تو سہی

چاندنی مین کیا تکلّف ہے اُٹھا بھی دو نقاب — گرد پھر پھر کر فدا ہو ماہِ تابان تو سہی

خنجرِ قاتل کی جالون پر ابھی ہنستے تو ہین — مُنہ پہ دامن رکھ کے دُ ہین زخم خندان تو سہی

شعر کیا رنگین کہے ہین وصفِ لب مین اے جلیل — خون تھوکے رشک سے لعلِ بدخشان تو سہی

کھو کے دل میرا تمھین ناحق پشیمانی ہوئی — تم سے نادانی ہوئی یا مجھ سے نادانی ہوئی

ایک دن بھی تو نہ اپنی رات نورانی ہوئی — ہمکو کیا اے مہ جبین گر چاند پیشانی ہوئی

مجھکو بوسہ دیکے سب سے کیون پشیمانی ہوئی — اتنی سی تو بات ہے کہدو کہ نادانی ہوئی

سرد مہری کا تری ساقی نتیجہ تھا یہی — آگ کے مولون جو بکتی تھی وہ مے پانی ہوئی

خاکِ صحرا دامنِ مجنون سے یہ شوخی رہے — مجھ سے اُڑتی ہے مری سو بار کی چھانی ہوئی

دل تو سودائی سڑی ہے اُسنے کھینچی ہوگی آہ — آپکی زلفون کو اتنی کیون پریشانی ہوئی

اللہ اللہ پھوٹ نکلا رنگ چاہت کا مری — زہر کھایا مین نے پوشاک آپکی دھانی ہوئی

ہمکو ہو سکتا نہین دھوکا ہجومِ حشر مین — تیری صورت ہے ازل سے جانی پہچانی ہوئی

مجھکو چکر آگیا وہ ہاتھ سے چھٹکر گری — کشتیِ صہبا بھنور مین پڑ کے طوفانی ہوئی

مے اُڑی گھونگٹ کے اندر سے نگاہِ مست ہو ش — آج ساقی نے پلائی سے ہمین چھانی ہوئی

جان کر دشمن جو لپٹے جان مین جان آگئی — بارک اللہ کس مزے کی تم سے نادانی ہوئی

رات کو چھپکر نکلجاتی ہے میری آنکھ سے — سیر دیکھو نیند بھی کمبخت سیلانی ہوئی

تڑپ کر اُن کا فرمانا ستم ہے ۔ ستم ہے تیرا افسانا ستم ہے

ترے وعدے سے ہے تسکین، لیکن ۔ مرے سر کی قسم کھانا ستم ہے

بھری برسات مین یہ نجل ساقی، ۔ ارے پیاسون کو ترسانا ستم ہے

چُھری لی ہے تو قاتل پھیر بھی دے ۔ مجھے بے ذبح، تڑپانا ستم ہے

ہمین نے ناز کا سکّہ بٹھایا ۔ ہمین سے ناز اُٹھوانا ستم ہے

کسی کمسن کو بہلانا ہے آسان ۔ دلِ نادان کو سمجھانا ستم ہے

تجھے دیکھا اور آپے سے گئے ہم ۔ کرم ہے یا ترا آنا ستم ہے

ہجوم یاس مین دل کھو گیا ہے ۔ بھری محفل مین لُٹ جانا ستم ہے

کمر مین رہ کے نازک ہو گیا ہے ۔ ترے خنجر کا بل کھانا ستم ہے

پڑے پھرتے ہین دل کیا مارے مارے ۔ بندھے جوڑے کا کُھل جانا ستم ہے

وہ کہتے ہین کہ تم بیخود ہی اچھے ۔ تمھارا آپ مین آنا ستم ہے

جلیلِ زار کی حالت نہ پوچھو
کسی پر دل کا آجانا ستم ہے

چیر کر پہلو کو رکھ لون دل مین پیکان تو سہی ۔ اپنے ہاتھون سے نکالون اپنا ارمان تو سہی

دلجلون کا صبر تو اے آسمان لیتا تو ہے ۔ پھونک دے تجھکو کسی دن آہِ سوزان تو سہی

داغ کھانے کے لئے اتنا سا دل تھوڑا نہین ۔ ایک غنچے سے کھلین لاکھون گلستان تو سہی

کھول کر جوڑا نکلنا اس ہوا مین قہر ہے ۔ منہ تمھارا چوم لے زلفِ پریشان تو سہی

تم چھپا سکتے نہین چوری دلِ پُرداغ کی ۔ بن کے بدنامی کا ٹیکا ہو نمایان تو سہی

باغ مین دامن اُٹھا کر تم چلو تو دو قدم ۔ غنچہ و گل چاک کر ڈالین گریبان تو سہی

جو چکھتا ہے مزہ تیرا تڑپ کر مر ہی جاتا ہے
یہ شیرینی میں تلخی شربت دیدار کیسی ہے

جلیلؔ آسان نہیں ہے بوسۂ لب مانگنا اُن سے
ذرا سی بات ہے کہنے کو پر دشوار کیسی ہے

مٹاتا ہے کس کو اُسے دل یہی ہے
مری جان تری عیش منزل یہی ہے

ادھر لاؤ رو لین گلے سے لگا کر
ہمارا قدیم آشنا دل یہی ہے

چلا تھا وہ خنجر کہ موت آکے بولی
گلے سے اُتر تیری منزل یہی ہے

علاقہ نہو قطع کٹ جاے گردن
سہارا غریبون کا قاتل یہی ہے

حبب اُس تیغ کے گھاٹ اُترے تو سمجھے
کہ دریاے اُلفت کا ساحل یہی ہے

تصور ہی مین اُسکو ہر دم بیٹھے کر رہنا
مرے ماہِ کامل کی منزل یہی ہے

وہی بیقراری ہے دل کی لحد مین
جو مر کر بھی تڑپے وہ بسمل یہی ہے

کوئی ٹھوکر اسکو بھی قدمون کا صدقہ
اسے جانے والے مرا دل یہی ہے

لہو ہو کے دل عاشقون کے بہینگے
اگر جانِ من رنگِ محفل یہی ہے

مرے خون کا رنگ دیکھا تو بولے
کہ ہان میری مہندی کے قابل یہی ہے

تری جو ادا ہے وہ آفت ہے ظالم
کسے مین بتاؤن کہ قاتل یہی ہے

کہا وصل مین چھیڑ کر مین وہی ہون
جسے تم یہ کہتے تھے قاتل یہی ہے

کہا اُسنے دیکھا جو عکس آئنے مین
حسینون مین اپنا مقابل یہی ہے

دوبارہ دیا بوسہ لیکن یہ کہکر
نہین جسکو غیرت وہ سائل یہی ہے

بلاتے ہین یون مجکو خوبانِ عالم
جلیلؔ آؤ پریون کی محفل یہی ہے

کم نگاہی کا گلہ سُنکے بہانہ سوجھا
اپنے کُشتے سے نہ سیدھی ہوئی پھر کر وہ نگاہ
ڈالدی جلوۂ دیدار نے پھوٹ آنکھون مین
ہمکو دعوی تھا کہ اُلفت مین اُٹھالینگے پہاڑ
جان دیتے ہی بنی ناز بھری چتون کو

بولے بیمار جو تھی آنکھ اُٹھائی نہ گئی
اُنکی روٹھی ہوئی تلوار منائی نہ گئی
آجتک تنگ ہے آپس کی جدائی نہ گئی
وقت پر بول گئے بات اُٹھائی نہ گئی
آنکھ کا تھا جو لحاظ آنکھ چرائی نہ گئی

عمر سب کٹ گئی باتین ہی بنانے مین جلیل
اپنی بگڑی ہوئی افسوس بنائی نہ گئی

اُڑا لیتی ہے دل کیا کہئے چشم یار کیسی ہے
جو بسمل ہو چکے ہین وہ بڑی تعریف کرتے ہین
خود آرائی کہان تک آنکھ سے آنکھ ملنے دو
تصدق بھولے پن کے حشر کتنے ہو چکے برپا
وہ در پردہ مسیحائی کا یون اظہار کرتے ہین
شراب عشق کی ناصح برائی ہم نہ مانینگے
فدا مین اپنے درد دل کے ایسے بخت لگتے ہین
ملے ابرو کا بوسہ تو کرون تعریف بھی قاتل
جو کرتا آہ و زاری مین تو وہ مجھپر برس لیتے
یہ کہکر جسم کا پشتارہ پھینکا روح نے آخر
محبت مین بھرا رہتا ہے دامن لعل و گوہر سے
نگاہ ناز پر قربان ہو جانے دو عالم کو

نشیلی ہے مگر نام خدا ہشیار کیسی ہے
ذرا ہم بھی تو دیکھین آپکی تلوار کیسی ہے
اُٹھاؤ آئنہ یہ بیچ مین دیوار کیسی ہے
خبر ابتک نہین اُنکو مری رفتار کیسی ہے
صبا سے پوچھتے ہین نرگس بیمار کیسی ہے
ذرا چکھ لے تو پھر تجھسے یہ پوچھین یار کیسی ہے
وہ کہتے ہین تری حالت مرے بیمار کیسی ہے
مین کیا جانون بری ہے یا بھلی تلوار کیسی ہے
نہ بارش ہے نہ چلتی ہے ہوا بوچھار کیسی ہے
مرے سر مفت کی آٹھون پہر بیگار کیسی ہے
خدا رکھے مری سرکار بھی سرکار کیسی ہے
ابھی سے پوچھتے کیا ہو مری تلوار کیسی ہے

وصلِ دشمن جو کھلا کیسے پریشان وہ ہوے — زلف بگڑی ہوئی تھی بات بنائی نہ گئی

ہنس دئے سُن کے مری موت کجا دلسوزی — پھول تربت پہ چڑھے شمع جلائی نہ گئی

سامنے تیغ کے مقتل مین نہ ٹھہرے اغیار — مُنہ کی کھایا کیے مُنہ پر کبھی کھائی نہ گئی

آنکھین دو جام سہی بلکہ ہین دو میخانے — ہمکو تو آپ سے دو گھونٹ پلائی نہ گئی

بس بس اے دیدۂ گریان تجھے ہم دیکھ چکے — آجتک دل کی لگی تجھ سے بجھائی نہ گئی

وعدۂ وصل پہ کس طرح قسم وہ کھاتے — طبع نازک تھی قسم جھوٹی تھی کھائی نہ گئی

مجکو زخمی تو کیا تیغ سے ٹھنڈا نہ کیا — آگ جو تم نے لگائی، وہ بجھائی نہ گئی

تیغ اُٹھتی جو نہ تھی تیر ہی مارا ہوتا — جانِ من تم سے نظر بھی تو اُٹھائی نہ گئی

کیا وفادار ہے یادِ اس شہِ خوبان کی جلیل
گوشۂ دل مین یہ جس روز سے آئی نہ گئی

لاگ کی آگ کسی طرح بجھائی نہ گئی — آنکھ جس دن سے لگی آنکھ لگائی نہ گئی

آگیا یاد مرا خون دمِ آرایش، — آنکھ بھر آئی حنا اُن سے لگائی نہ گئی

تیرے پردے کا تو رنجش مین بھی چھوٹا نہ لحاظ — بات جو دل مین تھی لب تک کبھی لائی نہ گئی

میل جو اُنسے کسی سے جو نہ تھا چھپتے کیون — صاف بنتے تھے مگر آنکھ ملائی نہ گئی

لگیا دل کا پتا آنکھ سے جب آنکھ ملی — تیری چوری تری چتون سے چھپائی نہ گئی

رات بھر آپ ہی لوٹا کیے وہ اپنی بہار — آرسی آنکھ کے آگے سے ہٹائی نہ گئی

بھر گئی آنکھ مری بھر کے نہ دیکھا اُسنے — میری آئی نہ ٹلی اُنکی رکھائی نہ گئی

چل بھی اے تیغ روانی تری دیکھی ہمنے — ہم ترستے ہی رہے پیاس بجھائی نہ گئی

پی گئے رند کو ہم لب پہ نہ لائے توبہ — تھی کڑی ایسی یہ مُنہ سے لگائی نہ گئی

میرے دامن مرے چھالے جو سلامت ہین جنون
نہ لگے بھوکے نہ کبھی خارِ بیابان ہونگے

بوسے لینے کو بکھر جائینگے رُخ پر گیسو
کھول کر بال بہت آپ پریشان ہونگے

آپ آئین تو سہی آپ کو چھیڑینگے نہ ہم
آپ کی عمر دراز آپ پہ قربان ہونگے

قتل ہوکر بھی سبکدوش نہ ہونگا قاتل
سر جو گردن پہ نہو گا ترے احسان ہونگے

غیر کا سوگ اُنھین ہوگا مجھے جان کا روگ
اس طرف حال اُدھر بال پریشان ہونگے

ہلکے ہاتھون سے کیا ہے مجھے بسمل اُسنے
پھول ہوجائینگے وہ زخم جو خندان ہونگے

بکھرے بالون سے کہو لیتے ہین کیون دل میرا
اور بھی مل کے پریشان سے پریشان ہونگے

پیاس مشتاقِ شہادت کی بجھائینگے وہ کیا
آپ ہی خون کے پیاسے ترے پیکان ہونگے

زلف سے بڑھ کے ہے قصہ مری بربادی کا
نہ سنین آپ اسے ورنہ پریشان ہونگے

وصل مین وہ مرے سینے سے لپٹ کر بولے
آج رخصت ترے دل کے ارمان ہونگے

جطرح ڈالیون مین پھول چُنے جاتے ہین
تیرے دیوانون کے دامن مین گریبان ہونگے

رنگ لائینگے مرے داغِ دل و داغِ جگر
ابھی دو پھول ہین دو دن مین گلستان ہونگے

اب گلے شکوے حسینون کے ہین بیکار جلیل
ہم نہ کہتے تھے بہت آپ پشیمان ہونگے

خود نمائی سے تری شکل چھپائی نہ گئی
گئی جس بزم مین لیتی ہوئی آئینہ گئی

آئنہ دیکھتے ہی لوٹ گیا وہ خود بین
چوٹ بھی سامنے کی اس سے بچائی نہ گئی

صبح کر دی مگر اک دم کو نہ جوڑا کھولا
بات تو اتنی بڑھی رات بڑھائی نہ گئی

سُن کے پیغامِ اجل جان ہی دی ہمنے
ناتوان تھے جو بہت بات اُٹھائی نہ گئی

اُسنے دیدار قیامت پہ اُٹھا رکھا ہے
ہاے نالون سے قیامت بھی اُٹھائی نہ گئی

اجل بولی یہ تربت مین لٹا کر
بہت جاگا ہے اب جی بھر کے سولے
گھٹائین جھومتی ہین میکدے پر
کہ پریان اُڑ رہی ہین بال کھولے

کسی کو دے دیا دل مُفت اپنا
جلیل ایسے ہی تو ہین آپ بھولے

ہان ہان لگاؤ تیر مرا دل یہی تو ہے
کچھ اور فائدہ نہ سہی دل لگی تو ہے
مرتے تو ہین تمھین پہ تمھین کیون ہے ناگوار
اپنی پسند اپنی نظر اپنا جی تو ہے
اب لوٹ کیون ہو دل کی تڑپ دیکھ دیکھ کر
اِترا کے جس کو پھینکدیا تھا وہی تو ہے
آنکھ اپنی اُسنے دیکھ کے آئینے مین کہا
بیمار سب بتاتے ہین اچھی بھلی تو ہے
دیکھین لگی وہ دل کی بجھاتے ہین یا نہین
اِک زہر کی بجھی ہوئی جھنجلا کے لی تو ہے
کیا اپنا حق اجل کے لئے وقف کر دیا
بالین سے کیون تم اُٹھ کے چلے جان بھی تو ہے

لوٹے گا اور کون درِ میکدہ پہ یون
یہ کام ہے جلیل کا دیکھو وہی تو ہے

سرِ محفل وہ اداے جو خرامان ہونگے
ناز و انداز اُٹھائے ہوے دامان ہونگے
ہر طرح داغ محبت کے نمایان ہونگے
پردہ کرنے سے چراغِ تہِ دامان ہونگے
ہنسنے تو جان کے زلفونکی بلائین لے لین
اور ہونگے جو بلاؤن سے پریشان ہونگے
چٹکیان لینے سے تیرے جو کلیجے مین ہین نیل
خال بنکر ترے چہرے پہ نمایان ہونگے
چھپ کے کھا کھا کے محبت کے سنور جائینگے ہم
زلف بن بن کے حواس اپنے پریشان ہونگے
ناز اشکون کے اُٹھاتا تو ہون آنکھون سے مگر
سمجھے بیٹھا ہون کہ اکدن یہی طوفان ہونگے
جان جائے گی محبت مین بلا سے جائے
سوگ مین آپکے گیسو تو پریشان ہونگے

اُس رشکِ گل کو لیکے جو آئے ہین باغ مین
جو گل ہے مُنہ پھُلائے ہوئے آج ہم سے ہے

مجھ سے گناہگار کو بھی حشر مین جلیلؔ!
اُمید مغفرت کی خدا کے کرم سے ہے

شرم ایسی ہے نقاب رُخِ یار کیلئے
آئینے بھی ترستے ہین دیدار کیلئے

تلوار اُچھلی پڑتی ہے قاتل کی میان سے
رحمت تڑپ رہی ہے گنہگار کیلئے

چُبھ جائے دل مین ایسی نہ برچھی نہ تیر ہے
یہ بات ہے فقط نگہِ یار کیلئے

چہرے سے عاشقون کے اُڑاتا ہے رنگ عشق
غازہ بنانے کو ترے رُخسار کیلئے

اُس قد سے عشق کر کے پڑے ہم عذاب مین
سولی کھڑی ہے روز گنہگار کیلئے

دشمن کے دیکھنے سے بچاؤ تم آنکھ کو
پرہیز کچھ تو چاہیئے بیمار کیلئے

رحمت اُسیکی اُسکے غضب کی پناہ ہے
اچھی سپر یہ نکلی ہے تلوار کیلئے

ساقی شراب خانے مین آئے ہین آج شیخ
لانا ذرا مزے کی مرے یار کیلئے

غنچے مین کیون رہین یہ حسینون کے ہم جلیلؔ
کانٹا بھی کوئی چاہیے گلزار کیلئے

بہا کر خون میرا مجھ سے بولے
کہ لے جینے سے اپنے ہاتھ دھولے

جو دل پایا ہے تو چار انکے رولے
زمین اچھی ملی ہے بیج بو لے

صدا اپنی ہے بازارِ جنون مین
دل اپنا مُفت کا سودا ہے جو لے

وہ جاتے ہین اکیلے میرے گھر سے
نکلکر جان تو ہی ساتھ ہو لے

کھُلے گی زلف سے خود دل کی چوری
وہ جادو کیا نہ جو سر چڑھ کے بولے

تجھے ہے اختیار آ آ نہ آنا
دلِ مُضطر کا کہنا ان تولے

کس قدر گھبرا رہا ہے دم مرا اے ہمنشین
کاش دو اک تیر ہی پہلو مین آکر بیٹھتے

شعلۂ آواز ہی سے پھونکے دیتے ہین مجھے
ہاے کیا کرتے جو پردے سے نکلکر بیٹھتے

عمر بھر ہم غمزۂ بیجا اُٹھاتے شوق سے
یہ نہ تھا ممکن کہ اُنکا شکوہ لیکر بیٹھتے

آپ جلدی ہی اُٹھ گئے کیون مین بھی تو تیار تھا
دیکھ لیتے دم نکلنا اور دم بھر بیٹھتے

چار ہی باتون مین ایسے ہوگئے تم لوٹ پوٹ
دردِ دل سننے جو بیٹھے تھے سنبھلکر بیٹھتے

بیٹھنے کے واسطے کیا کم تھا تکیہ آپ کا
آپکے دشمن ہراک محفل مین جاکر بیٹھتے

کہتے ہین اچھا ہوا پوچھا نہ ہمنے دردِ دل
تم ذرا پاتے اشارہ لے کے دفتر بیٹھتے

پاس سے اُٹھنا نہین منظور اُنھین تیرا جلیل
ورنہ کیون دامن وہ زانو سے دباکر بیٹھتے

کس لطف سے سلوک کا اظہار ہم سے ہے
اِک تو ہی کامیاب ہمارے ستم سے ہے

تیور مین ہے جو بانکپن ابرو کے خم سے ہے
قاتل کی ساری نوک اسی خنجر کے دم سے ہے

معشوق کے لئے کج ادائی ضرور ہے
کاکل جو ہے پری تو فقط پیچ و خم سے ہے

ممکن نہین کہ جھوٹ نہو عہدِ وصل مین
ہارا ہوا یہ قول تمھاری قسم سے ہے

ہے ایک ہی نگاہ مگر اُن سے طرزِ دید
اقرار مدعی سے ہے انکار ہم سے ہے

لکھا ہے جب سے حال ترے دلفگار کا
جاری لہو کی دھار شگافِ قلم سے ہے

ملکر مرے گلے سے کہا تیغِ یار نے
ابتو نہ یہ کہوگے کبھی تو بھی ہم سے ہے

کہتا ہے جب وہ ترک کہ مقتل ہے اک چمن
رگ رگ پکارتی ہے کہ بسمل کے دم سے ہے

ہر بات مین ہے مُصحفِ رخسار کی قسم
کیا جھوٹ کو فروغ تمھاری قسم سے ہے

ملنے پہ تیرِ ناز کے آتا نہین کبھی
سہما ہوا فلک بھی تمھارے ستم سے ہے

کتنی اچھی ہین یہ بیمار آنکھین ۔ تیری جو بات ہے وہ پیاری ہے

حال پوچھو نہ مری آنکھون کا ۔ حسرتِ دید کی بیماری ہے

دبتے ہین قد سے ترے سب فتنے ۔ ایک ہے سو یہ مگر بھاری ہے

اشک بہتے ہوے دیکھا تو کہا ۔ عشق کا کام ابھی جاری ہے

نہ کرے بات تمھاری تصویر ۔ مجکو اس پر بھی بہت پیاری ہے

وصل کی رات ہے نیند آج کہان ۔ آنکھ مین بخت کی بیداری ہے

بچکے نکلا ہے نگاہون سے جو دل ۔ بڑھکے غمزے نے چھری ماری ہے

کیا کرین اب تو گریبان بھی نہین ۔ دم اُلجھتا ہے۔ جو بیکاری ہے

ابتدا ہی مین تغافل ہے اُنھین ۔ شام سے نیند وہان طاری ہے

درہم داغ ملے ہین جب سے ۔ روز سودے کی خریداری ہے

کھل گئے دیکھ کے دل کو پُر داغ ۔ بولے کیا اچھی یہ پھلواری ہے

لیتے ہی دل جو نہین متوالی ۔ تیری آنکھون کی یہ ہشیاری ہے

ہوتے ہین لوگ سبکدوش ای تیغ ۔ خیر یہ دم سے ترے جاری ہے

خود کرینگے وہ تری قدر جلیل
کچھ بھی گر تجھ مین وفاداری ہے

سیر ہوتی میرے پہلو مین جو دم بھر بیٹھتے ۔ درد بنکر آپ اُٹھتے تیر بنکر بیٹھتے

حضرتِ دل پاس تھا مجکو فقط دلدار کا ۔ ورنہ ممکن تھا کہ تم جو چاہتے کر بیٹھتے

دل جو ہوتا پاس تو کوئی اُٹھاتا کیون ہمین ۔ بیٹھتے محفل مین اور اُنکے برابر بیٹھتے

سرزمینِ کوے جانان ہاے کیا دلچسپ ہے ۔ بیقراری بیٹھنے دیتی تو دم بھر بیٹھتے

وہ اپنے سامنے آئینہ رکھتے یون جھجکتے ہین
سنا ہے بارہا مجھ سے نگاہِ ناز قاتل ہے

شبیہ غیر لیکر دیکھنا تو دیکھ سکتا ہون
قیامت ہے یہ سُننا پیار کر لینے کے قابل ہے

یہ بھولی شکل بولی نرم اسکو کون مانے گا
کہ او سفاک سینے مین ترے فولاد کا دل ہے

ملا مین آنکھ وہ کیا داورِ محشر سے محشر مین
سمجھتے ہین کہ ملتے ہی بتا دیگی یہ قاتل ہے

سرِ ناوک جو رنگین ہے تو کیا کیا بحث ہے اسپر
وہ کہتے ہین کہ پیکان ہے مین کہتا ہون مرا دل ہے

یہان کچھ صبر اگر ہوتا تو مین تجھ سے چھپا سکتا
تری برچھی کا تیرے تیر کا چھانا ہوا دل ہے

تڑپ جاتا ہون مین جس دم پھڑک جاتا ہے دم اُسکا
وہ بسمل ہون کہ میرے لوٹنے پر لوٹ قاتل ہے

نہ بیٹھو میرے پہلو مین مگر اتنا سمجھ رکھو
رہا کرتے ہو تم جس دل مین پہلو ہی مین وہ دل ہے

رہا ہے تیری زلفون مین پھرا ہے تیری آنکھون مین
بجا ہے گر کہون مین پیار کے قابل مرا دل ہے

بناتے جاتے ہو تم دلربا ہر اک ادا اپنی
خیال اسکا نہین کرتے ہمارے پاس ایک ہی دل ہے

دکھا کر دل جو کی تعریف مین نے ہنسکے فرمایا
اگر یہ مفت ملجائے تو لے لینے کے قابل ہے

جو بیٹھے بھی ہین پہلو مین تو کرتے ہین پہلو کا بچاؤ
جُھجُھو کر تیر مجھ سے پوچھتے ہین کیون یہین دل ہے

ٹھہر جاتا ہے دم لینے کو چلتے چلتے گردن پر
ترے نازک سے خنجر کے لئے جو رگ ہے منزل ہے

ذرا مین پیار کی باتین ذرا مین پھر گئے تیور
وہی دم بھر مین عیسیٰ ہے وہی دم بھر مین قاتل ہے

تری مٹھی مین پھڑکے دیکھ کر اسکو مین حیران ہون
مرے پہلو مین جو ہاتھون اُچھلتا تھا وہی دل ہے

بھلے کو دل چرایا حالِ دل کہنے سے مین چھوٹا
تم اب خود جان سکتے ہو تمھارے ہاتھ مین دل ہے

زمین آسان ہے تو کیا اگر دشوار ہے تو کیا
جلیل اچھی غزل کہنا تو ہر حالت مین مشکل ہے

کیا بلا عشق کی بیماری ہے
دل گیا جان کی اب باری ہے

کسی پہلو سے ہو مطلب تو دل کا لوٹ جانا کہ
یہی کہہ دو نزاکت سے نہین کھنچتی کمان ہم سے

چلے تو ساتھ ہی سے کل درِ محبوب سے اُٹھ کر
مگر یاد اب نہین آتا کہ دل چھوٹا کہان ہم سے

نگاہین دیکھنا دشمن کی اور پھر کس ڈھٹائی سے
جو کہیے یہ اشارے تم سے ہین کہتے ہین ہان ہم سے

نہین مشکل ہے جانا دل سے ہم کو آپ مین آنا
نہ تم سے ناز ہین ہونگے نہ ہونگے ناتوان ہم سے

بہاران جو تماشا پھولون کی دو دن دیکھ لینے دے
چمن مین پھر جو ہم آئین قسم لے باغبان ہم سے

یہ سب آتش کے پرکالے ہین جتنے پیچ والے ہین
لگاتے رہتے ہین ظالم وہان اُنسے یہان ہم سے

تلاشِ یار مین اچھا دیا ساتھ اشکباری نے
ہمیشہ دو قدم آگے رہے اشکِ روان ہم سے

یہ تیر اب کیون یہان آتے ہین کیا رکھا ہے پہلو مین
کہ دل تو لے گیا پہلے ہی وہ ابرو کمان ہم سے

یہ کیا تم کہہ گئے مہر و وفا کا نام عنقا ہے
ذرا سوچو تو دل مین ایسی باتین مہربان ہم سے

جو مین تڑپا تو وہ چلتے ہوئے اک نیمچہ جڑ کر
کہا دیکھا نہین جاتا ہے کوئی نیمجان ہم سے

ہمارے ساتھ دل نے ہجر کی راتین یوہین کاٹین
کبھی کچھ سرگذشت اپنی سُنی کچھ داستان ہم سے

یہ جی مین ہے چھپا لین تم کو اپنے دل کے پردے مین
پتا بھی دین نہ پھر پوچھے اگر سارا جہان ہم سے

گلے پر میرے چلکر ناز سے کہتا ہے وہ خنجر
غنیمت ہے ہمارا دم جہان مین پھر کہان ہم سے

سُنا کرتے ہین دل سے شکوۂ جانان کے افسانے
کیا کرتا ہے باتین رات بھر اک بےزبان ہم سے

جلیل اُن کو ہمارا نام لیتے شرم آتی ہے
یہ کہتے ہین کہ رکھتا ہے محبت اک جوان ہم سے

یہ بھین ہے کہ دل کا ذکر کرنا ہم کو مشکل ہے
وہ کہتے ہین دکھاؤ چیر کر پہلو کہان دل ہے

کئے مشکل ہماری سخت جانی نے یہ مشکل ہے
فقط اتنا سہارا ہے کہ دل کا سخت قاتل ہے

تمہارے تیر کے کھر دشمن ہین گھٹ گھٹ کے ترکش مین
خدا رکھے جگر ہے عاشقون کا سینہ ہے دل ہے

قربان مین اس جنبشِ ابرو کے ستمگر
تلوار جب ایسی ہو تو واک وار بہت ہے
نرگس کو ذرا آنکھ دکھا آؤ چمن مین
سنتے ہین اُسے حسرتِ دیدار بہت ہے

کیونکر نہ جلیلؔ آپ سے امداد طلب ہو
یا شافعِ محشر وہ گنہگار بہت ہے

خانۂ دل مین غمِ عشق کی مہمانی ہے
میزبانی کے لیئے بے سروسامانی ہے
ہم نہ کہتے تھے کہ زلفون مین نہ رکھو دل کو
اب یہ بیکار گلہ ہے کہ پریشانی ہے
اپنی محفل مین بٹھاتا نہین کوئی مجکو
جانتے ہین کہ مرے ساتھ پریشانی ہے
پردہ ڈالے ہوے اب تک ہے لڑکپن اُنکا
دولتِ حسن جوانی کی نگہبانی ہے
جلوۂ یار سے ہر آنکھ کو روشن دیکھا
لاکھ آئینون مین اکصورتِ نورانی ہے
اشکباری مین خدارا مجھے سمجھو معذور
دل یہ صدمہ ہے کچھ ایسا کہ جگر پانی ہے

اُسکا جلوہ ہے مرے آئنۂ دل مین جلیلؔ
جسکا ہمسر ہے نہ کوئی نہ کوئی ثانی ہے

تم ہے غیر کی چاہت کا ہوتا ہو بیان ہم سے
جو کچھ کہیے تو کہتے ہین لڑاتے ہو زبان ہم سے
مخالف ہو گئے آخر ہمارے رازدان ہم سے
پھرین آنکھین کچھ نالے جلا سوزِ نہان ہم سے
ذرا سا دل اُسے بھی وہ چھپا کر رکھ نہین سکتے
نظر ملتے ہی کہدیتی ہین اُنکی شوخیان ہم سے
کمانین کھچ گئین ابرو کی دل جب سامنے آیا
نگاہین بولاُٹھین جاتا ہے ابکبر کہان ہم سے
کہان کی نیند سونا دشمنون کا خواب ہو جاتا
کسی دن تم جو سُن لیتے ہماری داستان ہم سے
بڑی جاسوس ہین آنکھین بڑی غماز ہین آنکھین
دلون کا حال کہتی ہین ہان تمسے یہان ہم سے
چمک کر اُٹھ کھڑے ہونا ٹھہر جانا تو تڑپانا
بتاتا ہے تمھارا روٹھنا دردِ نہان ہم سے

لیتے ہین چُٹکے چُٹکے کلیجے مین چٹکیان
ادر ہنس کے کہتے ہین کہ یہ شوخی حیا کی ہے

شاید اسی طرف سے قیامت بھی آئے گی
بیٹھی ہوئی جو ڈاک ترے نقشِ پا کی ہے

کیا جانے شیخ قدر ہماری شراب کی
ہر گھونٹ مین پڑی ہوئی رحمت خدا کی ہے

پھیلا ہوا اُس آنکھ کا کاجل تو دیکھئے
یہ حُور کی کھُلی ہوئی چوٹی بلا کی ہے

سمٹی ہوئی ہے ڈر سے کہ لپٹا نہ لے کوئی
تصویر کیا ہے آپ کی پُتلی حیا کی ہے

تنگ آکے ہم قضا کو بُلاتے ہین جس گھڑی
کہتے ہین وہ قضا تو مری اِک ادا کی ہے

فتنے زمانے بھر کے ہین چشم سیاہ مین
اِس کالی کوٹھری مین جگہ ہر بلا کی ہے

کھُلتی نہ یون تمھاری مسیحائی اے بتو!
ہم کو دیا جو درد یہ حکمت خدا کی ہے

جب دیکھئے بلائین لیا کرتی ہے تری
کیونکر نہ ہم کہین کہ یہ کاکُل بلا کی ہے

ہان ساقی اپنے شیشہ و ساغر سے ہوشیار
دیکھ آج میکدے پہ چڑھائی گھٹا کی ہے

تل بھر جگہ بھی ناز بھری آنکھ مین نہ تھی
حیرت ہے کیونکر اس مین سمائی حیا کی ہے

دیکھو تو میری آہِ شرربار کی بہار
کیا پھولون سے بھری ہوئی جھولی صبا کی ہے

کیا خوبصورت آنکھ ہے قربان جائیے
شوخی کی لاڈلی ہے تو پیاری حیا کی ہے

کیا کیا ہین گُن جلیل کے دل مین بھرے ہوے
صورت جو دیکھئے تو بڑے پارسا کی ہے

ماناکہ مریض آپ کا بیمار بہت ہے
صحت کیلئے شربتِ دیدار بہت ہے

ہمکو بُتِ کافر سے ہے کیا واسطہ ناصح
ہان بات ہے اتنی کہ طرحدار بہت ہے

کیا فائدہ کیون دیجئے تکلیف اجل کو
جی لینے کو یہ عشق کا آزار بہت ہے

بازارِ جزا مین ہے خدا طالبِ احمدؐ
ایسا ہو تو صرف اک خریدار بہت ہے

وہ مجکو یاد کرینگے عدو کو کوسین گے
نامہ بر ترے فقرے ہین سب بنائے ہوئے

نگاہ آپ کی دیکھی کہ سن لی آہ مری
فلک سے پوچھئے پہلو ہے کیون بچائے ہوئے

وہی جنون وہی پہلی سی بیخودی پھر ہے
کسی کے ساتھ گئے پھر حواس آئے ہوئے

وہ کس امید پہ اب وصل کی دعا مانگین
جو بدنصیب ہین تقدیر آزمائے ہوئے

عجب ادا سے وہ بیٹھے شبیہ کھچوانے
نگاہ پھیرے ہوئے تیوریان چڑھائے ہوئے

کروگے اپنی طرح گم مجھے بھی حضرت دل
جو اپنے ساتھ لئے جاتے ہو لگائے ہوئے

زمانہ ہے تری چبھتی نگہ کا فریادی
ذرا سی پھانس ہے کتنون کا دل دکھائے ہوئے

جنون کے ہاتھ سے چھوٹے نہ گل بھی اے بلبل
خراب حال ہے دھجیان لگائے ہوئے

گری ہے برق سر طور آج اے موسیٰ
ہمین زمانہ ہوا دل پہ چوٹ کھائے ہوئے

مرا قرار مرا صبر انھین نے چھینا ہے
غضب ہے بنکے جو بیٹھے ہین سر جھکائے ہوئے

انھین غرض نہین کوئی جیے کہ مر جائے
مزے سے بیٹھے ہین کیا دل مین گھر بنائے ہوئے

وہ تولتے ہوے تیغ ادا جو آتے ہین
قضا یہ کہتی ہے مجکو ذرا بچائے ہوئے

یہ جان لو کہ زمانہ ہے نکتہ چینی کا
جلیل سقم کا پہلو ذرا بچائے ہوئے

بچپن سے انکی آنکھ مین شوخی بلا کی ہے
بجلی مین ابتدا سے تڑپ انتہا کی ہے

گرما کے داغ دل کو یہ کہتی ہے آہ سرد
پھولون مین ساری آگ لگائی صبا کی ہے

کیا کیجئے کہ فاش ہو پردہ جنون کا
شل خبر اڑی ہوئی دھجی قبا کی ہے

یہ شامیانہ خاص ہے مستون ہی کے لئے
چھائی ہوئی مزار پہ رحمت خدا کی ہے

دیکھو تو میکدے پہ ذرا اس کا جھومنا
زاہد سے بھی بڑھی ہوئی مستی گھٹا کی ہے

اظہارِ حال پر مجھے قدرت نہین رہی
اُن کو یہ وہم ہے کہ محبت نہین رہی

درمان طلب ہون تا ہو مسیحا نہ بے خبر
کچھ یہ نہین کہ درد کی لذت نہین رہی

لیلےٰ جو آکے آنکھ ملائے تو کیا ہے دُور
اب آہوؤن کو قیس سے وحشت نہین رہی

مرنے پہ بھی نہ بند ہوئی چشمِ منتظر
اب انتظار کی کوئی مدت نہین رہی

آنا تھا ہوش مین کہ اندھیرا سا چھا گیا
ہم جسکو دیکھتے تھے وہ صورت نہین رہی

مصروف کر لیا مجھے اُسکے خیال نے
جا اے اجل کہ مرنے کی فرصت نہین رہی

پامال جن کی ہے وہی چل کر اُٹھائینگے
خود اُٹھ کھڑی ہو اتنی قیامت نہین رہی

اُن کو ستم کا شوق ہوا کیا بُرا ہوا
یہ تو ہوا کہ ہم سے وہ نفرت نہین رہی

پیرِ مغان سمجھتے ہین سب اہلِ میکدہ
کیا رند ہونے سے مری حُرمت نہین رہی

آنکھین دکھائی جاتی تھین ہم کو کبھی کبھی
اتنی بھی اب نگاہِ عنایت نہین رہی

دل مفت مانگتے ہو ندامت اُٹھاؤگے
سب یہ کہین گے حُسن کی دولت نہین رہی

بچپن کے ایک جانے سے وہ کیون اُداس ہین
شوخی نہین رہی کہ شرارت نہین رہی

یا عمر بھر کا شوق تھا یا اک نگاہ مین
دیدار کی کلیم کو حسرت نہین رہی

کیا خاک چاہ پیار کی باتین کرین جلیلؔ
وہ دل نہین رہا وہ طبیعت نہین رہی

یہی غرض تھی جو زلفون کو ہین بڑھائے ہوئے
کہ آج سائے زمانے پہ ہین وہ چھائے ہوئے

غریب جان کے ہمکو بہت ستاتا ہے
فلک سے کہدو کہ یہ ہین مرے ستائے ہوئے

مٹاتے چلتے ہو کیون نقشِ پا خدا کیلئے
ہماری خاک سے دامن ذرا اُٹھائے ہوئے

شہیدِ ناز کسی کے برنگِ گل دیکھے
لہو مین ڈوبے ہوئے دل پہ چوٹ کھائے ہوئے

ایسے کچھ خستہ ہوئے تیر اُتر کر دل مین | اُسنے چاہا کہ نکالون تو نکالے نہ گئے
میری آہون سے شبِ وصل وہ کیا اُلجھے ہین | گوشۂ آنچل کے جو رخسار پہ ڈالے نہ گئے
تذکرہ سوزِ محبت کا کیا تھا اِک بار | تادمِ مرگ زبان سے مری چھالے نہ گئے
خود نہ سنبھلے جو دمِ دید جنابِ موسیٰ | تجھ سے بھی حسرتِ دیدار سنبھالے نہ گئے
وہ بھلا پیچ نکالین گے مری قسمت کے | اپنے بالون کے تو بل اُن سے نکالے نہ گئے
جی جلانے پہ فلک تجھکو بہت غصہ ہے | کیا کہون اور کچھ اونچے مرے نالے نہ گئے
ہاتھ ہے اے دلِ صد چاک ترے سر سہرا | پیچ اُس زلف کے شانے سے نکالے نہ گئے
شمع رو ہو کے فقط تم نے جلانا سیکھا | میرے غم مین کبھی دو اشک نکالے نہ گئے
راہ روکے ہوئے سر پر تو کھڑا تھا گردون | تم یہ کہتے ہو کہ اونچے ترے نالے نہ گئے
تیر سے چھید کے دل کو بتِ قاتل نے کہا | اب نہ کہنا مرے ارمان نکالے نہ گئے
سیر دیکھو وہ مرے دل مین جگہ چاہتے ہین | جن سے ارمان کبھی دل کے نکالے نہ گئے
اور بوئین مرے دشمن مرے حق مین کانٹے | آخر اُس بزم سے چُن چُنکے نکالے نہ گئے
ہمسفر ایسے وفادار کہان ملتے ہین | تیرے وحشی کے قدم چھوڑ کے چھالے نہ گئے
کوئی شب ایسی نہ گزری کہ بنا کر گیسو | سیکڑون بل مری تقدیر مین ڈالے نہ گئے
دل کی تسکین کو فقرہ ہمین اچھا سوجھا | وصلِ دلبر کے تھے ارمان نکالے نہ گئے
تم سے ارمان ہمارے جو نہ نکلے نہ سہی | اپنے خنجر کے بھی ارمان نکالے نہ گئے
کون ہے بزم کے قابل وہ سمجھ جاتے ہین | سب نکالے گئے۔ پروانے نکالے نہ گئے

اپنا دیوان مرقع ہے حسینون کا جلیل
نکتہ چین تھک گئے کچھ عیب نکالے نہ گئے

رکھّے خدا سدا انھین حاجت رَوائے خلق
رکھنا ہمین بھی یاد جو تیغِ رواں چلے

گویا تھا انتظار تمھارا ہر ایک کو
بجریان چلین کٹار چلی تم جہان چلے

سودائے زلفِ یار سے پیچھا نہ چھُٹ سکا
سائے کی طرح ساتھ چلا ہم جہان چلے

راہِ طلب مین شوق کا اپنے یہ حال ہے
بیٹھا کہین مین تھک کے تو اشکِ روان چلے

سُنتے ہین پہونچے گور کنارے ترے مریض
اتنا بھی گر چلے تو بہت ناتوان چلے

ہمراہ ساتھیون کے ہمارا یہ حال ہے
جیسے غبارِ راہ پسِ کاروان چلے

بحرِ جہان کی سیر بھی ہونا ضرور ہے
آہستہ اپنی کشتیِ عمرِ روان چلے

جتنے اُٹھے تھے نماک ست پھر خاک ہو گئے
محشر مین اس ادا سے وہ دامن کشان چلے

جسجا گرے وہین کے ہوئے تیرے ناتوان
نقشِ قدم کی چال پسِ کاروان چلے

قاتل گلوے خشک دکھاؤن نہ کیا کرون
دریا کی موج بن کے جو تیغِ روان چلے

کیا بات ہے ہو نکلے جو منزل پہ بے قرار
کوئی چلے تو صورتِ عمرِ روان چلے

جینے کی بات کوئی مجھے سُوجھتی نہ تھی
احسان آپکا ہے کہ دے کر زبان چلے

دم ٹوٹتا ہے عشق مین جب کوئی دردمند
کہتا ہے درد چھوڑ کے مجکو کہان چلے

جب مین چلون تو سایہ بھی اپنا نہ ساتھ دے
جب تم چلو زمین چلے آسمان چلے

ذکرِ حبیب سے ہو نہ غفلت کبھی جلیل!
چلتا رہے یہ کام بھی جبتک زبان چلے

دن کی آہین نہ گئین رات کے نالے نہ گئے
میرے دلسوز مرے چاہنے والے نہ گئے

اپنے ماتھے کی شکن تم سے مٹائی نہ گئی
اپنی تقدیر کے بل ہم سے نکالے نہ گئے

آج تک ساتھ ہین سرکارِ جنون کے تحفے
سر کا چکر نہ گیا پاؤن کے چھالے نہ گئے

جلیل اک حور وش کا فردا پر مبتلا ہو کر
فراغت پا گئے دُنیا کے جھگڑوں سے ملاؤں سے

جھیڑ ہوتے ہوتے اب ہونے لگی بیداد بھی
یہ سمجھو کہ منہ پہ ہے رکتی ہوئی فریاد بھی

سچ ہے ہوتی ہے بُری مظلوم کی فریاد بھی
دیکھے بلبل کو تڑپ کر پھڑکا گیا صیاد بھی

واقعی کیا جیسے ہزار اپنا دلِ ناشاد بھی
ذکرِ حق بھی ہوتا جاتا ہے بتوں کی یاد بھی

ہاتھ کیا آتا کہ تھا میں طائرِ رنگِ حنا
باغبان بھی تاک میں پھرتا رہا صیاد بھی

جان کر چھیڑا ہے مجکو اب نہ ہو انجان تو
دل دُکھایا ہے تو سنتا جا مری فریاد بھی

ایک مرغِ دل ہے جو پھنسکر رہا ہوتا نہیں
ورنہ ہوتے ہیں عنادل قید بھی آزاد بھی

تجھ سے ملنے پر بُتِ بیدرد یہ عقدہ کھلا
بھولی بھولی شکل والے ہوتے ہیں جلاد بھی

اے چمن والو چمن میں یون گزارا چاہیے
باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

کیا تماشا ہے وہ کرتے ہیں جو وعدہ وصل کا
دل یہ کہہ دیتا ہے چپکے سے رہے جب یاد بھی

حسکے سب وحشت زدہ ہیں میں اکیلا کیا کروں
اشک بھی رُکتے نہیں تھمتی نہیں فریاد بھی

تم جو خوش خوش آئے شادی مرگ عاشق ہو گئے
اپنی آمد کی ذرا سُن لو مبارکباد بھی

باغ سے جانے کہاں دیتا ہے اب لالچ ائے
پھانسکر دو چار بلبل پھنس گیا صیاد بھی

روکتا ہوں نالۂ دل کو تو دیتا ہے جواب
نیست کر پابند ہوتے ہیں کہیں آزاد بھی

کوستے ہیں وہ کہ دل تیرا جلے مثلِ سپند
مدعا یہ ہے کہ تڑپے بھی کرے فریاد بھی

سادگی ہی سادگی معشوق میں اچھی نہیں
لطف میں کچھ کچھ جھلک دیتی رہے بیداد بھی

آئیے دل لیجیے میں کب چراتا ہوں نظر
آپ بھی آنکھوں پہ میری آپکا ارشاد بھی

دل میں وہ آئی ہوا دل دامِ الفت میں اسیر
تو مبارک ہو مقید ہے تمہاری یاد بھی

نشانِ وحدت نگئی آئینہ کثرت نما | اب تو یاں ایک ایک میں سو سو نظر آنے لگے

جوش کیا اب بھی طبیعت میں نہو گلہائے جلیل
آسمان پر نالہ ہائے ابرِ تر آنے لگے

یہاں بھی آپ باز آتے نہیں مستانہ چالون سے | بس اب تو بھر گیا میدانِ محشر پائمالون سے
صباحت کو ہے سرسبزی تمہارے گورے گالون سے | ملاحت پرورش پاتی ہے ان گالون کے خالون سے
زبانِ حال سے کہتے ہیں گویا پھول گلشن کے | جگر ٹکڑے ہوا جاتا ہے بلبل تیرے نالون سے
مہ انجم سے ہم دن رات کی خورشید سے ان کی | کبھی خالی نہیں رہتا زمانہ حُسن والون سے
ہزارون کو ہوا سودا ہزارون کو ہوا سکتہ | تمہارے بکھرے بالون سے تمہارے گورے گالون سے
سُنا تو نے دلِ نالان یہ آیا ہے پیام اُن کا | ذرا ہم سے بھی مل لینا اگر فرصت ہو نالون سے
پیاپے غش پہ غش آتے ہیں صبر و ہوش جاتے ہین | نہین خلوت مین بھی آرام آنے جانے والون سے
یہی فریاد و شیون ہے تو اک دن آپ سُن لینگے | پرخچے اُڑ گئے چرخِ کہن کے میرے نالون سے
وفورِ ناتوانی دیکھ کر اُلجھن یہ ہوتی ہے | اُٹھیگا موت کا احسان کیونکر مرنے والون سے
ہین اُس ساقی کی آنکھین دیکھنے والا ہون لے زاہد | کیا ہے دو جہان کو مست جس نے دو پیالون سے
مجھے یہ پوچھنا ہے تم ملوگے کس قیامت مین | یہان تو روز رہتی ہے قیامت میرے نالون سے
خزان نے کیا بگاڑا آسکے تیرے شفتہ جانون کا | رہے پھولے پھلے داغِ جگر سے دل کے چھالون سے
کسیکا دل اگر کھو جائے تو ڈھونڈے کہاں اسکو | ذرا یہ پوچھ دو تم اپنے گھونگھر والے بالون سے
نہ بل قسمت کا جاتا ہے نہ اُلجھن دل کی مٹتی ہے | پڑے ہین پیچ کیا کیا تیرے گھونگر والے بالون سے
نظر انجام پر شبنم کی ہے کہتی ہے رو رو کر | گلون کو دیکھ کر نہین اتنا کہدو ہنسنے والون سے
جہان مین کفر و ایمان لازم و ملزوم ٹھہرا ہے | چمک گالون مین بالون سے ہے بالون مین ہے گالون سے

فراقِ روح کیونکر ہو گوارا جسم انسان کو
اُجڑ کر پھر نہین آباد ہوتی یہ وہ بستی ہے

وہ میکش ہون کہ آتا ہے جو لب پر نام توبہ کا
تو مجھپر جوش مین آکر گھٹا کیا کیا برستی ہے

عجب شے جنسِ اُلفت ہے کہ دل جائے تو ہاتھ آئے
ہمیشہ ایک قیمت ہے نہ مہنگی ہے نہ سستی ہے

جبھی تک عکس قائم ہے کہ آئینہ مقابل ہو
ہماری یہ حقیقت ہے ہماری اتنی ہستی ہے

یقین جانو کہ مُنہ دیکھی محبت ہم نہین رکھتے
وہ آئینہ ہے جو وارفتۂ صورت پرستی ہے

بہت جھٹکے نہ دے دستِ جنون جیب و گریبان کو
رہے تجکو لحاظ اس کا بُرا نازخستِ ہستی ہے

دلِ عاشق مین حسرت بھی ہے ایمان بھی تمنا بھی
وہ جس بستی مین رہتے ہین بڑی آباد بستی ہے

فنا اول بھی تھی آخر بھی ہونا ہے فنا ہم کو
کرین کیا دو عدم کے بیچ مین اک اپنی ہستی ہے

جلیل اُستاد کا کہنا سنو باندھو کمر تم بھی
عجب بستی مدینہ ہے جہان رحمت برستی ہے

مژدہ اے دل لب پہ نالے پُر اثر آنے لگے
جو نہ آتے تھے کبھی وہ میرے گھر آنے لگے

آنسوؤن مین لختِ دل لختِ جگر آنے لگے
کانون سے سنتے تھے آنکھون سے نظر آنے لگے

بال بکھرائے پریشان بام پر آنے لگے
لو ہوا پر سانپ لہراتے نظر آنے لگے

شوخ چشمون کا ہے رمنا سبزہ زارِ دل مرا
روز دو دو چار چار آہو اِدھر آنے لگے

نشۂ جوشِ جوانی اب تو کچھ کچھ تھم چلا
لال ڈورے انکی آنکھون مین نظر آنے لگے

تونے اے دل خوب دونون کو لگایا راہ پر
ہم جدھر جانے لگے وہ بھی اُدھر آنے لگے

دیدۂ پُرشوق لڑنے پر نہ کیون تیار ہون
پھر اُدھر سے دیکھئے تیرِ نظر آنے لگے

نصف عالم ہوگیا دامِ محبت مین اسیر
جب سے بن بن کر وہ گیسو تا کمر آنے لگے

شب کے جلسے کیسے؟ قیدِ وقت بھی جاتی رہی
دن دہاڑے یار و اغیار اُن کے گھر آنے لگے

نگاہِ ناز کے صدقے ہجومِ عاشقان دیکھو
تمھاری اک نظر ساری خدائی کو لگا لائی

نچھاور کردئے داغِ جگر کے پھول چُن چُنکر
بہارِ وصلِ جانان کی خبر جب دمِ صبا لائی

نگاہِ مستِ ساقی کا یہ ادنیٰ سا تصرف ہے
مجھے دم بھر مین سیرِ عالمِ بالا دکھا لائی

اجل بےوقت کیون آتی شہیدانِ محبت کی
تری ترچھی نظر لائی تری بانکی ادا لائی

بہت خوش ہین وہ میرا خون ملکر اپنے ہاتھون مین
ہر اک سے کہتے پھرتے ہین کہ رنگ اچھا حنا لائی

درِ دلدار پر مرنا میسّر کس کو ہوتا ہے
بہت خوش ہون کہ مجکو تیرے کوچے مین قضا لائی

نہ کعبہ ہی چھُٹا ہم سے نہ چھوٹا کوئی بُت خانہ
جلیل اُس بےنشان کی جستجو گھر گھر پھرا لائی

یہ کہنا اُس سے اے قاصد جو محوِ خود پرستی ہے
کہ تیرے دیکھنے کو آنکھ مدت سے ترستی ہے

بنے ہین جب سے وہ ساقی مزے کی مے پرستی ہے
ادھر مے ہے پیالون مین اُدھر آنکھون مین مستی ہے

تری آنکھون کے صدقے اک نئی دنیا بستی ہے
فسون ہے سحر ہے اعجاز ہے شوخی ہے مستی ہے

تباہی دل مین رہتی ہے خرابی دل مین بستی ہے
یہی آباد بستی ہے۔ یہی ویران بستی ہے

نگاہون سے ملاتا ہون نگاہین اس تمنا مین
وہ مے سے کر دل مین آجائے جو آنکھون مین مستی ہے

وہ جنسِ دل کی قیمت پوچھتے ہین مین بتاؤن کیا
یہی مہنگی سی مہنگی ہے یہی سستی سی سستی ہے

نہ صہبا ہے نہ ساغر ہے نہ مینا ہے نہ خم ساقی
مجھے جو مست کرتی ہے تری آنکھون کی مستی ہے

ازل سے حق پرستی بت پرستی سنتے آتے ہین
مگر یہ آپ کا مشرب نرالا خود پرستی ہے

جوانی نے دئے ہین اُنکو لا کر ہمنشین کیا کیا
ادا ہین ناز ہین چتون ہین حیا آنکھون مین مستی ہے

مدارِ زندگی ٹھہرا نفس کی آمد و شد پر
ہوا کے زور سے روشن چراغِ بزمِ ہستی ہے

تماشا ہے مری رندی کہ ساغر ہاتھ مین لیکر
ہر اک سے پوچھتا ہون مین کہین ٹھرّی سی مستی ہے

برہنہ تیغ جو اُس دستِ نازنین مین رہی
قضا چھپاے ہوے مُنہ کو آستین مین رہی

ہمارے دیدۂ تر آب نصیب کو رو ئین
جنون کے ہاتھ سے دھجّی نہ آستین مین رہی

عجیب لطف سے کٹتی ہے تیغِ قاتل کی
کبھی کمر مین کبھی دستِ نازنین مین رہی

یہ کم نہین دلِ شیدا کے فخر کرنے کو
نگاہِ ناز مرے واسطے کمین مین رہی

عدو کو دیکھ کے چینِ جبین مٹی تو نہین
تری جبین سے نکلکر مری جبین مین رہی

پڑا یہ بار کہ پس پس گئی نزاکتِ یار
جو دو گھڑی بھی حنا دستِ نازنین مین رہی

کہانتک اشکون کے موتی لٹائین گی آنکھین
جگہ ذرا بھی نہ دامان و آستین مین رہی

لڑے گی برقِ سرِ طور سے یہی شوخی!
جو چار دن بھی تری چشمِ سرمگین مین رہی

ہزار تیرگیِ بخت تھی مگر پھر بھی
تجھے کیا تھا جو سجدہ چمک جبین مین رہی

وفا پرست تھی اُس شوخ کی شرارت بھی
مزاج سے جو گئی روے آتشین مین رہی

تڑپ سکی نہ مرے سامنے خجالت سے
گری فلک سے جو بجلی گری زمین مین رہی

جگر کی آگ یہ بھڑکی کہ چشمِ تر کیسی
تری نہ جیب نہ دامن نہ آستین مین رہی

صبا نہ آئی کبھی بوے دلربا لے کر
اسیر وہ بھی مگر زلفِ عنبرین مین رہی

جلیلؔ ملگئی جب یار کی نظر سے نظر
نہ آرزو کوئی باقی دلِ حزین مین رہی

عدم سے سوے ہستی تیرے کوچے کی ہوا لائی
کہان تھا آشیان میرا کہان مجکو اُڑا لائی

سلامت اے صبا تو لانے والی بوے جانان کی
مرے دل کی خوشی لائی مرے غم کی دوا لائی

جدا ہونا خیالِ یار کا کس کو گوارا ہے
چلا جب روٹھ کر دل سے مری حسرت منا لائی

تجھے زاہد تعلق ہے تو ہو صانع کی صنعت سے
مجھے تو اِن بتون کے سامنے یادِ خدا لائی

وہ باز آئے تغافل سے کیونکر اس سن مین
شباب کا ہے تقاضا کہ مست خواب رہے

غضب کا نور رُخِ پُر ضیا سے چھنتا ہے
نقاب پر بھی ہے لازم کوئی نقاب رہے

دو روزہ حُسن تو لاکھون کی جان لیتا ہے
نجانے کیا ہوا اگر کچھ دنون شباب رہے

کسی کو تاب کہان تھی کہ سامنے آتا
برہنہ تیغ رہے وہ جو بے نقاب رہے

عدو کے مرنے کا اتنا ملال کیون ہے تجھے
بہت مرینگے سلامت ترا شباب رہے

خفا نہو جو مری آنکھ پڑ گئی رُخ پر
نظر گزر کیلئے کوئی تو نقاب رہے

یہ عذر خوب نکالا ہے بے حجابی کا
بھری ہے آنکھ مین شوخی کہان حجاب رہے

وہ سامنے مرے آئین تو شرم کہتی ہے
نگاہِ شوق کو روکے ہوئے نقاب رہے

نگاہ مین ہے جو مستی وہ جا نہین سکتی
تم آنکھ بند بھی کر لو تو بنکے خواب رہے

یہی بہت ہے مرے لوٹنے تڑپنے کو
نظر کے سامنے اُس شوخ کی نقاب رہے

اُدا ادا مین ہے قدرت کی دی ہوئی مستی
شراب کی تمھین حاجت ہے کیا شباب رہے

یہ رند کہتے ہین لے لیکے بیخودی کے مزے
کہ ہم رہین نہ رہین نشۂ شراب رہے

تمھین کہو یہ تڑپنے کی بات ہے کہ نہین
مری نظر تو نہ رُخ پر رہے نقاب رہے

اُبھار دے جو مرا دستِ شوق شوخی کو
نہ یہ نقاب رہے پھر نہ یہ حجاب رہے

ہم اک نگاہ کو ترسین خدا کی قدرت ہے
اور اُن کی آنکھون مین آکے روز خواب رہے

ضیائے شمع ہے فانوس مین بھی لو کے وہی
فضول ہے ترے رخ پر اگر نقاب رہے

جلیل! اب ہوس ہے کہان بقولِ امیر
مزے شراب کے تا عالمِ شباب رہے

رُکی رُکی جو چھری دستِ نازنین مین رہی
تڑپ تڑپ کے تمنا دلِ حزین مین رہی!

تم پہ جس روز سے آیا ہے شباب
باغِ عالم مین بہار آئی ہے

مجھ سے کیا ہوگا تماشائے جمال
اُسکو دیکھون جو تماشائی ہے

پیرہن جب سے ہوا نذرِ جنون
زیبِ تن جامۂ رسوائی ہے

تم نے چھوڑا ہے گلستان جب سے
پتی پتی پہ خزان چھائی ہے

سببِ حیرتِ آئینہ نہ پوچھ
کسی جلوے کا تماشائی ہے

تو بھی ہو لوٹ اُسے گر دیکھے
جو ادا تیری تجھے بھائی ہے

خاک آئینے کو دیکھے لیلےٰ
اب تو مجنون کی تماشائی ہے

ایک دو ہون تو کرے رشک کوئی
سارا عالم ترا شیدائی ہے

ہم ادھر آپ سے باہر ہین جلیل
وہ اُدھر محوِ خود آرائی ہے

ترا شباب رہے ہم رہین شراب رہے
یہ دور عیش کا تا دورِ آفتاب رہے

نہ بارِ پردہ اُٹھائے نہ بے نقاب رہے
یہ سب قبول اگر ہم سے بے حجاب رہے

اجازت اسکی نزاکت نے کس طرح دیدی
کہ تیرے پھول سے رخسار پر نقاب رہے

ہزار مجھ پہ ستم ہو یہی دعا دونگا
کہ چرخِ پیر ہے جبتک ترا شباب رہے

پکارے کہتے ہین اُن کے یہ آتشین رخسار
کہ دامن اپنا بچائے ہوئے نقاب رہے

کسی کی راہ شبِ وعدہ دیکھنا ہے مجھے
الگ تھلگ مری آنکھون سے آج خواب رہے

یہ ایک چوٹ تھی گھونگٹ پہ شمعِ محفل کے
جو رات مُنہ پہ وہ ڈالے ہوئے نقاب رہے

چلا ہے گھر سے وہ مستِ شباب لازم ہے
قدم قدم پہ سنبھالے ہوئے حجاب رہے

نمودِ رنگِ حیا ہو چلی ہے چہرے سے
عجب نہین ہے کہ بنکر یہی نقاب رہے

بدگمانی سے وہ یہ سمجھے ہین | آرسی چشمِ تماشائی ہے
حُسن اور عشق مین ہے فرق یہی | وہ تماشا یہ تماشائی ہے
دل مین آئے جو مرے فسرما | خوب یہ گوشۂ تنہائی ہے
کیون گلہ کیجئے تنہائی کا | بارہا آپ کی یاد آئی ہے
دلِ آزردہ کا سمجھانا کیا | تم یہ کہدو مرا شیدائی ہے
جسپہ سو انجمنین صدقے ہون | وہ مرا گوشۂ تنہائی ہے
ہم جو مر مر کے جیا کرتے ہین | یہ محبت کی مسیحائی ہے

وہ ہے پردے مین مگر پھر بھی جلیل
سارے عالم سے شناسائی ہے

میکدے پر جو گھٹا چھائی ہے | یہ بھی پینے کے لئے آئی ہے
لطف دیکھو جو ہے قاتل میرا | اُس کو دعوائے مسیحائی ہے
جب سے چھوٹا ہے گلستان ہم سے | روز سنتے ہین بہار آئی ہے
آئنہ خانہ ہے اور وہ خودبین | یہ نئی انجمن آرائی ہے
کیا تماشا ہے کہ لیتے ہین وہ جان | لوگ کہتے ہین مسیحائی ہے
بزمِ خوبان مین صدا ہے اپنی | کہین میرا دلِ شیدائی ہے
سوتے مین کھُل جو گئی ہے وہ زلف | کیا دبے پاؤن نسیم آئی ہے
جستجو کی ہے مجھے کیا حاجت | اُس کا طالب ہون جو ہرجائی ہے
غُل یہ کرتی ہے ہماری زنجیر | جس کو سودا نہ ہو سودائی ہے
صورتِ یار ہے آپ اپنی نظیر | آئنہ شاہدِ یکتائی ہے

باغِ ہستی سے بہت دور تھے ہم — بو کسی گل کی لگا لائی ہے
اشکِ خون کا سرِ دامن ہر داغ — یادگارِ شبِ تنہائی ہے
پھانس کہتے ہین کلیجے کی جسے — آرزوئے دلِ شیدائی ہے
داغ جو تم نے دیا ہے مجکو — وہ چراغِ شبِ تنہائی ہے
دیکھکر داغ دلِ مجنون کا — غرقِ خون لالۂ صحرائی ہے
وا ہُوا ہے جو درِ چاکِ جگر — کوے جانان کی ہوا آئی ہے
نور ہی نور ہے صورت تیری — جب تو آنکھون مین جگہ پائی ہے
اے جنون رنگِ پریدہ میرا — غازۂ چہرۂ رُسوائی ہے
اُسکے نیرنگ پہ ہم مرتے ہین — بے نشان ہوکے جو ہرجائی ہے
قیس محوِ رُخِ لیلےٰ ہوکر — اپنی صورت کا تماشائی ہے

کہنے بیٹھو گے تو کیا ہوگا جلیل
خامشی مین تو یہ گویائی ہے

دل و دلدار مین یکجائی ہے — کس مزے کی مری تنہائی ہے
کالی کالی جو گھٹا چھائی ہے — زلفِ ساقی مجھے یاد آئی ہے
اب نہین کا نہین موقع ساقی — پھول لا پھول بہار آئی ہے
بال کھولے ہین یہ کس مہوش نے — صبح سے آج گھٹا چھائی ہے
ایک بلبل بھی نہین گلشن مین — ہائے کس وقت بہار آئی ہے
گھر مرا بھول گئی تھی شاید — بعدِ مُدت شبِ وصل آئی ہے
گدگدا دیتی ہے دل کو ظالم — شوخ کتنی تری انگڑائی ہے

تھک کے بیٹھون تو یہ کہتا ہے جنون
دو قدم کوچہ رُسوائی ہے

ہوئی مدت کہ چمن چھوٹ گیا
اب ہمین کیا جو بہار آئی ہے

آپ اور سوگ مرا کیا کہنا
دیکھیے لب پہ ہنسی آئی ہے

تیرا جلوہ تو رہا ایک طرف
ہے تماشا جو تماشائی ہے

قبر پر روتے ہین کھولے ہوے بال
مِنہ برستا ہے گھٹا چھائی ہے

گر کے ٹوٹا ہے جو ساغر میرا
ہاے ساقی کی صدا آئی ہے

کون محفل مین جگہ دے مجھکو
ساتھ میرے مِری رسوائی ہے

بزمِ ماتم مین ہے شرکت اُن کی
میرے پھولون مین بہار آئی ہے

ہاتھ رکھ دو دلِ نالان پہ مرے
ورنہ رکھی ہوئی رسوائی ہے

ہو گیا ہے جو مسیحا بیدرد
اور بھی درد کی بن آئی ہے

ہم ہین بیمارِ محبت جب سے
نہ مسیحا، نہ مسیحائی ہے

غش جو آیا ہے قفس مین ہم کو
بوے گل لے کے صبا آئی ہے

آئنہ کیا اُسے سمجھے گا غیر
جو ادا تیری مجھے بھائی ہے

ایک تم کیا ہو جلیل ایک جہان
مستِ خمخانۂ مینائی ہے

کیا پری بن کے بہار آئی ہے
ہر کلی چشمِ تماشائی ہے

گھر مرے جب شبِ وصل آئی ہے
صبح کو ساتھ لگا لائی ہے

آئنہ کر کے مری حیرت کو
آپ اپنا وہ تماشائی ہے

دے گئے داغ مرے سب غمخوار
نہ سکون ہے نہ شکیبائی ہے

مہندی کو نہ بھولے سے بھی وہ ہاتھ لگاتے
بچپن ہے ابھی خون کی رنگت نہین دیکھی

گو حُسن ترا چار طرف جلوہ نما تھا
حق یہ ہے کسی نے تری صورت نہین دیکھی

اظہارِ محبت پہ یہ ارشاد ہوا ہے
آتی ہوئی ہم نے تو طبیعت نہین دیکھی

اِک درد نے دل کے جو ہمین لطف دکھایا
سَو داغِ جگر مین بھی وہ لذت نہین دیکھی

دیکھے ہین طرحدار جلیل آنکھ سے لاکھون
دل جس کا ہے آئینہ وہ صورت نہین دیکھی

ہے خبر پچھلے پہر وہ بے نقاب آنے کو ہے
صبح سے پہلے مرے گھر آفتاب آنے کو ہے

مژدہ اے دل دَور مین جامِ شراب آنے کو ہے
آج پیکر مین فلک پر آفتاب آنے کو ہے

اُنکو کوٹھے سے اُترتے دیکھ کر کہتی ہے خلق
آسمان سے اب زمین پر آفتاب آنے کو ہے

کہہ رہی ہے پھول سے گالون پہ سُرخی کی نمود
دَورِ طفلی ہو چکا عہدِ شباب آنے کو ہے

ایسی آفت کیا ہے اے دل اور تھوڑا صبر کر!
نامہ بر جانے کو ہے خط کا جواب آنے کو ہے

آنکھ ساقی کی اشارون مین یہ مجھ سے کہہ گئی
ہوشیار اک دَور مین جامِ شراب آنے کو ہے

دیکھے مژدہ آمدِ جانان کا قاصد نے کہا
حشر بھی اُس فتنہ گر کے ہمرکاب آنے کو ہے

وصل مین بھی اپنی قسمت جاگنے والی نہین
شام ہی سے یار کی آنکھو مین خواب آنے کو ہے

آمد آمد محتسب کی سُنکے کہتے ہین یہ رند
آج رحمت کے عوض ہم پر عذاب آنے کو ہے

چھوڑ مین کہتی ہین اب موقع نہین ہے چھیڑ کا
شوخیان رخصت ہوئین شرم و حجاب آنے کو ہے

شافعِ عصیان کے قدمون پر گرو چلکر جلیل
حشر برپا ہو گیا وقتِ حساب آنے کو ہے

بوئے لیلےٰ جو صبا لائی ہے
دشتِ مجنون مین بہار آئی ہے

آکر مرے آغوش مین اُس شوخ کا کہنا
واللہ جلیل ایسی بھی قسمت نہین دیکھی

کیا کیا شبِ غم ہم نے مصیبت نہین دیکھی — اتنی ہے کمی صبحِ قیامت نہین دیکھی

موسیٰ تو اُسے دیکھ کے بیہوش ہوئے تھے — ہم لوٹتے ہین اور وہ صورت نہین دیکھی

اے غیرتِ خورشید کچھ اُن پر بھی نظر ہے — جن آنکھون نے صبحِ شبِ فرقت نہین دیکھی

اللہ رے تاریکیِ شبہاے جُدائی — آنکھون نے کبھی خواب کی صورت نہین دیکھی

دل ہے ترے پیکان مین تو پیکان ترا دل مین — دو دل مین کہین ایسی محبت نہین دیکھی

جو اُن کے رُخِ صاف کا ہے دیکھنے والا — اُسنے کبھی آئینے مین صورت نہین دیکھی

اب دیکھنے آئے ہو مریضِ تپِ غم کو — کیا اپنی گلی مین کوئی تربت نہین دیکھی

ناصح مرا ذی ہوش ہے دیوانہ نہین ہے — بات اتنی ہے اُسنے تری صورت نہین دیکھی

مقصود ہے اتنا کہ خراماں ہون ادا سے — کہتا ہون مین اُنسے کہ قیامت نہین دیکھی

ہوتا ہے مقابل جو تمھارے یہ سبب ہے — آئینے نے اپنی کبھی صورت نہین دیکھی

بجلی نگہِ شوخ ہے لیکن ہے جبھی تک — جب تک دلِ بیتاب کی حالت نہین دیکھی

دم جس پہ نکلتا ہے نہ پوچھو کہ وہ کیا ہے — ہم نام سے آگاہ ہین صورت نہین دیکھی

کیا جانیئے کیا آج وہ ہین مانگنے والے — ایسی تو کبھی اُن کی عنایت نہین دیکھی

یہ کہہ کے وہ ٹھکرا گئے ایک ایک لحد کو — کل کو نہ کہے کوئی قیامت نہین دیکھی

وان سوگ ہے دشمن کا پہنچ کیا ہو کسی کی — مدت ہوئی آئینے نے صورت نہین دیکھی

یون ناز بھری آنکھون مین کاجل نہ لگاتے — تم نے کسی بیمار کی حالت نہین دیکھی

دل آنکھون سے آزردہ ہے آنکھین ہین نظر سے — جسدن سے مری جان تری صورت نہین دیکھی

شب کوئی مثالِ شبِ فرقت نہین دیکھی — دیکھی ہے مگر ایسی مصیبت نہین دیکھی
اُٹھتی ہوئی دنیا مین قیامت نہین دیکھی — شاید ابھی اُسنے مری تربت نہین دیکھی
مُدت ہوئی اب تک نہ کُھلا طور کا عقدہ — دیکھی ہے کہ مُوسیٰ نے وہ صورت نہین دیکھی
کمبخت مرا دل ہے کہ زندانِ بلا ہے — ابتک تو نکلتی کوئی حسرت نہین دیکھی
کہتے ہو کہ دشمن کا ہمین سوگ نہین ہے — تمنے مگر آئینے مین صورت نہین دیکھی
جو دیکھنے والے ہین ترے اُنکا بیان ہے — تل بھر تری آنکھون مین مروّت نہین دیکھی
کیا تجھ سے کہون شیخ جمالِ بُتِ رعنا — کچھ بھی نہین دیکھا جو وہ صورت نہین دیکھی
کُھلا گئے وہ مین نے کہا پھول جو اُن کو — دیکھے تو ہین نازک یہ نزاکت نہین دیکھی
حُسنِ بُتِ مغرور بھی ہے وصل کا دشمن — ملتی کسی صُورت سے وہ صورت نہین دیکھی
آؤ تپشِ دل کی تمھین سیر دکھا دین — چتون کی اگر تم نے شرارت نہین دیکھی
نالے سے غرض اپنی ہے اظہارِ محبت — مانا کہ اثر کی کبھی صُورت نہین دیکھی
پتھر مین بھی کرتا ہے اثر حُسن وہ شے ہے — کیا آپ نے آئینے کی حیرت نہین دیکھی
آئینے مین آئی ہے یہ تصویر کہان سے — اب کہیے کسی نے مری صورت نہین دیکھی
سو بار سمان حشر کا جب تک نہین دیکھا — ان آنکھون نے صبحِ شبِ فرقت نہین دیکھی
یہ بات ہے کیا جو ہین ترے دیکھنے والے — اُن کو بھی ہے اقرار کہ صورت نہین دیکھی
گرمی کا زمانہ ہو کہ جاڑون کا زمانہ — ہمنے کبھی چھوٹی شبِ فرقت نہین دیکھی
حیرت ہے کہ تشبیہ تجھے دیجیے کس سے — یوسف کی قسم ہم نے یہ صورت نہین دیکھی
آئینے مین کیا چیز ابھی دیکھ رہے تھے — پھر کہتے ہو اللہ کی قدرت نہین دیکھی
کھینچا ہے کس اُستاد نے دنیا کا مُرقع — اک ایک سے ملتی ہوئی صورت نہین دیکھی

پھر تجھے بھول گیا وہ ستم ایجاد جلیل!
کھینچ اک نالہ کہ پھر یاد دہانی ہوجائے

ہم نے شبِ غم کونسی آفت نہین دیکھی ۔۔۔ اب کہہ نہین سکتے کہ قیامت نہین دیکھی

زاہد تری نظرون مین بہت ہین مُرے عصیان ۔۔۔ تو نے ابھی اللہ کی رحمت نہین دیکھی

کیسے وہ خفا دیکھنے والون سے ہوئے ہین ۔۔۔ مدّت ہوئی آئینے کی صورت نہین دیکھی

جب رُخ سے نقاب اُسنے الٹ دی ہے چمن مین ۔۔۔ پھر ہمنے کسی پھول مین رنگت نہین دیکھی

اب تک یہ صدا آتی ہے موسیٰ کی لحد سے ۔۔۔ آواز سُنی ہے تری صورت نہین دیکھی

کیا خوب مصیبت کی ہمین داد ملی ہے ۔۔۔ کہتے ہین ابھی تم نے مصیبت نہین دیکھی

تھک کے نظر آتے ہین سب بتکدے والے ۔۔۔ کیونکر یہ کہون مین تری صورت نہین دیکھی

یہ کیا ہے جو تم پونچھنے بیٹھے مرے آنسو ۔۔۔ پھر کہتے ہو تاثیرِ محبت نہین دیکھی

میری نگہِ شوق پہ ناحق کا ہے الزام ۔۔۔ کیا آپ نے آئینے مین صورت نہین دیکھی

زنجیرِ تصوّر مین اُسے باندھ رہی ہے ۔۔۔ لیلیٰ نے ابھی قیس کی وحشت نہین دیکھی

کیا تم نے کوئی خون کیا جبکی خوشی ہے ۔۔۔ ایسی تو کبھی چہرے کی رنگت نہین دیکھی

ایسا نہین کوئی جو نہ ہو محوِ تجلّے ۔۔۔ وہ بھی ہین جنھون نے تری صورت نہین دیکھی

افسردہ دلی کشتۂ حسرت کی عیان ہے ۔۔۔ روشن کبھی شمعِ سرِ تربت نہین دیکھی

کردیتی ہے بیہوش ہمین لذّتِ دیدار ۔۔۔ جی بھر کے کبھی یار کی صورت نہین دیکھی

آشوبِ جہان آفتِ جان فتنۂ دوران ۔۔۔ دیکھے وہ تجھے جس نے قیامت نہین دیکھی

بلبل بھی بھڑکتے ہین جلیل اپنی زبان پر
کہتے ہین کہ پھولون مین یہ رنگت نہین دیکھی

صحبتِ پیرِ مغان کے نہین قابل وہ جلیل
جس سے مستی مین عیان رازِ نہانی ہوجاے

مہربان مجھپہ جو وہ ظلم کا بانی ہوجاے
آسمان کو ہو یہ صدمہ کہ خفقانی ہوجاے

واعظ آیا ہے برستا ہوا میخانے مین
مجکو ڈر ہے کہ گلرنگ نہ پانی ہوجاے

ہوش مین شیخ نہین دخترِ رز کو پاکر
جیسے حاصل کسی بوڑھے کو جوانی ہوجاے

اشکِ حسرت ہے وہ طوفان جو نچوڑون دامن
نہ زمین ہو نہ فلک پانی ہی پانی ہوجاے

جانے والون کو تم بھول نہ جانا اُس وقت
جب لڑکپن سے ہم آغوش جوانی ہوجاے

تم جو آؤ تو روان ہون ابھی اشکِ شادی
آتشِ دل کی دوا آنکھ کا پانی ہوجاے

کیا مقدر ہے کہ سیراب ہو عالم قاتل
خشک میرے لیے تلوار کا پانی ہوجاے

پونچھ کر اشک مرے ہاے یہ کہنا اُن کا
دیکھیے افشا نہ کہین رازِ نہانی ہوجاے

تشنہ لب جتنے ہین قاتل کو یہ دیتے ہین دعا
تیری تلوار مین دریا کی روانی ہوجاے

تیغِ ابرو کا تصور ہے دمِ فکرِ سخن
اس غرض سے کہ طبیعت مین روانی ہوجاے

مین تو قائل ہون جب اے اشکِ محبت تیرا
شعلہ خو یار مرا آگ سے پانی ہوجاے

مختصر وصف یہ ہے نازبھری چتون کا
اک اشارے مین فنا عالمِ فانی ہوجاے

دُرِ غلطان اگر اشکون کا ڈھلکنا دیکھے
وہ خجالت ہو کہ پھر پانی کا پانی ہوجاے

مین یہ سمجھون کہ ملے گوہرِ مقصود مجھے
دردِ دل سنکے اگر اشک فشانی ہوجاے

غیر کی بات تو ہو آپ کے نزدیک حدیث
دردِ دل ہم جو کہین قصہ کہانی ہوجاے

ایسی حالت مین کہ ہے مشغلہ آہ و فغان
مین لکھون نامہ تو دیوانِ فغانی ہوجاے

وہ اندھیرا ہے شبِ ہجر کہ دم گھٹتا ہے
تم جو آجاؤ یہی رات سہانی ہوجاے

بند یارب مرے اشکون کی روانی ہوجاے مجھ کو ڈر ہے نہ کلیجا کہین پانی ہوجاے

اب تو دل دیتے ہین آئندہ مقدر اپنا دوست ہوجاے کہ وہ دشمنِ جانی ہوجاے

دیدیا حکم مرے قاتلِ دریا دل نے وقف پیاسون کیلئے تیغ کا پانی ہوجاے

دل مین ہے کثرتِ اندوہ خدا خیر کرے دل سے باہر نہ کہین رازِ نہانی ہوجاے

شمع کہتی ہے محبت ہے سزاوار اُسے گرمیِ عشق سے گھل گھلکے جو پانی ہوجاے

کھینچ اس رنگ سے تصویر مری اے بہزاد دیکھ کر شکل عیان دردِ نہانی ہوجاے

سینچ لون نخلِ تمنا ترے صدقے قاتل! لطف تھوڑا سا مجھے تیغ کا پانی ہوجاے

صورتین لاکھ سہی آئنہ ہستی مین، غیر ممکن ہے کہ پیدا ترا ثانی ہوجاے

سب کے دعوے ہے محبت کا جو تم لو تلوار دودھ کا دودھ ہے پانی کا پانی ہوجاے

حُسن ہو عشق کے پردے مین تو پردہ کیسا چڑھ کے سولی پہ عیان رازِ نہانی ہوجاے

کوہکن عمر کے دن کاٹ رہا ہے ورنہ کھینچے اک آہ تو پتھر ابھی پانی ہوجاے

چاہتا ہون کہ نہ منت کشِ فریاد ہون مین آپ سے آپ عیان دردِ نہانی ہوجاے

بحرِ غم مین ہین جو ڈوبے اُنھین کیا ڈر قاتل سر سے اونچا تری تلوار کا پانی ہوجاے

یہی قاصد ہین خبر دل کی جو پہنچاتے ہین اور یارب مرے اشکون کی روانی ہوجاے

کمسنی مین وہ مہِ نو ہے مگر ایسا ہے کہ تصدق مہِ کامل کی جوانی ہوجاے

پھل تو ہم کھا چکے خنجر کا ترے اے قاتل! اب عنایت ہمین تلوار کا پانی ہوجاے

اشکِ خون آنکھ نے ٹپکاے یہ کہکر مجھ سے تیرے دامن پہ محبت کی نشانی ہوجاے

کرکے دیوانہ مجھے چھپ رہے تم پردے مین وقت اب ہے کہ عیان رازِ نہانی ہوجاے

بڑھتے جاتے ہین خریدارِ محبت تیرے کیا تعجب ہے کہ سودے کی گرانی ہوجاے

خود مر رہے تھے موت نے کیا آ کے کر لیا | احسان دھرنے آئی تھی احسان دھر گئی

گر رنگ سے آنکھیں ہو گئیں ساقی کی یاد مین | فصلِ بہار آ کے مرے جام بھر گئی

ٹھہرے نظر مین جسکی اُسی کا یہ مال ہے | لو دل کے دام چُک گئے قیمت ٹھہر گئی

دشمن پہ بھی نظر تھی وہی اور مجھ پہ بھی | اُمیدوار اُسے مجھے مایوس کر گئی

ہر ایک سے یہ کاکلِ لیلیٰ کا تھا گلہ | مجنون کی آہ مجکو پریشان کر گئی

بن ٹھن کے وہ اِدھر سے گزرنا کسی کا ہائے
کیا کہیے اے جلیلؔ! جو دل پہ گزر گئی

شاہِ خوبان جو ترا چاند سا مکھڑا دیکھے | کیون نہ وہ اوج پہ قسمت کا تارا دیکھے

ہر جگہ شان نئی آن نئی رنگ نیا | کیا کرے دیکھنے والا ترا کیا کیا دیکھے

اُنکی زلفون مین جو عالم ہے وہ ہم جانتے ہین | قیس کی آنکھ سے کوئی رُخِ لیلیٰ دیکھے

سامنا برقِ جہان سوز کا آسان نہین | کوئی کس آنکھ سے اُس شوخ کا جلوا دیکھے

جو قیامت کا نہ قائل ہو یہ اس سے کہدو | کھول کر آنکھ تمھارا قدِ رعنا دیکھے

دل کو ہوتا ہے جنون اور بھی سمجھانے سے | جو اسے جھوٹ سمجھتا ہو۔ وہ سمجھا دیکھے

تم ہو پردے مین تمھین کون حسین جانے گا | حُسن کا لطف تو جب ہے کہ زمانا دیکھے

وہ نکلتے بھی ہین گھر سے تو حجابِ شب مین | چاہتے ہین کہ نہ مجکو مرا سایا دیکھے

نیمجان اُسنے کیا دیکھ کے اکبار مجھے | وار پورا ہو۔ اگر مُڑ کے دوبارا دیکھے

دیکھنا جلوۂ دلدار کا مشکل ہے جلیلؔ!
ہو نہ باور جسے وہ حالتِ موسیٰ دیکھے

گوش زد گر مری پُر درد کہانی ہو جاے | تم تو انسان ہو پتھر ابھی پانی ہو جاے

اُس رُخ پہ دونوں گُتھ گئیں بوسے کے واسطے
آئی اُدھر سے زلف اِدھر سے نظر گئی

حیرت فزا تھا جلوۂ دلدار کس قدر
دم بھر میں بیقرار طبیعت ٹھہر گئی

جب تک کہ دم رہا نہ گلے سے ہوئی جدا
تیغ اُن کی وضعدار تھی اپنی سی کر گئی

تیری کمر چھپی تو وہ چھپنے کی چیز تھی
ملتی نہیں نگاہ یہ ظالم! کدھر گئی

دیکھو تو دل کا رنگ جو رخصت ہوا وہ شوخ
خود بھی گیا یہ ساتھ جہاں تک نظر گئی

کیا جانے کیسی کل ہے جلیل اُنکے ہاتھ میں
جب رکھ دیا جگر پہ طبیعت ٹھہر گئی

دل سے نکل کے آہ کی قسمت سنور گئی
بن بن کے زلف رُخ پہ کسی کے بکھر گئی

بارش میں حُسن دخترِ رز کا نہ پوچھیے
چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی

آئی تھی چشمِ تر میں شبیہ اُنکی سیر کو
ٹھنڈی جگہ پسند جو آئی ٹھہر گئی

تم نے تو میری جان کو سایہ بنا لیا
چلتے ہوئے۔ چلی گئی۔ ٹھہرے ٹھہر گئی

ممکن نہیں کہ اُس کی ملاحت کا وصف ہو
جسکی ہنسی نمک مرے زخموں میں بھر گئی

گھبرا کے اُٹھ کھڑی ہوئی تعظیم کیلئے
وہ چال تم چلے کہ قیامت بھی ڈر گئی

اُلجھن ہوئی بلا سے ہوئی فکرِ زلف میں
اتنا تو ہو گیا کہ طبیعت سنور گئی

یاد آگئیں مجھے کسی کمسن کی شوخیاں،
بجلی تڑپ کے اور بھی بیتاب کر گئی

عصمت ہے یہ بھی کوئی کہ نکلے نہ گھر سے آپ
اور حُسنِ پاکباز کی گھر گھر خبر گئی

میرا خیال آتے ہی دشمن جو آگیا
چڑھتے ہی چڑھتے یار کی تیوری اُتر گئی

دل کی طرح ہے جان بھی مشتاقِ دیدِ یار
آنکھوں میں جاتے جاتے جو پہنچی ٹھہر گئی

سارا جہان آئینہ خانہ ہے یار کا
آیا وہی نظر جدھر اپنی نظر گئی

آئنے پر مری آنکھوں کو نہ کیوں رشک آئے / سب اسی نے تو مزے تیرے سنورنے کیلئے

کوئی بن ٹھن کے اٹھا ہے مرے گھر آنے کو / بگڑے بیٹھے ہیں نصیب آج سنورنے کیلئے

گیسوؤں کو بھی مری طرح ہے شوقِ پابوس / لوٹتے ہیں ترے شانے سے اُترنے کیلئے

دل میں آنے کی جو سوجھی لگے اُڑنے مجھ سے / وہ پری بن گئے شیشے میں اُترنے کیلئے

دم مرا یاد تری دونوں ہیں مہمانِ عزیز / کوئی آنکھوں میں کوئی دل میں ٹھہرنے کیلئے

بارِ سر وہ سبکدوش کئے جاتے ہیں / بوجھ احسان کا سر پر مرے دھرنے کیلئے

اُن کی تصویر میں دی داغِ جگر کی رنگت / خوب سوجھی یہ مجھے رنگ اُبھرنے کیلئے

مژۂ یار سے بچنے کی ہے کیا شکل جلیل / کتنے نشتر ہیں رگِ جان میں اُترنے کیلئے

قیس و فرہاد کے بعد آپ غنیمت ہیں جلیل
جیتے جی یار پہ سو جان سے مرنے کیلئے

تصویرِ شوخ یار کی کیا چال کر گئی / اندر ہی اندر آنکھ سے دل میں اُتر گئی

اے تیغِ ناز چل بھی جو گزری گزر گئی / اب پانی لیکے آئی ہے جب پیاس مر گئی

اشکوں سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی / دل سے مرے چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی

آمد ہوئی جو اُن کی تو لینے کو راہ میں / مجھ سے آگے دل سے بھی آگے نظر گئی

جادوگری کو ناموری کا ہوا جو شوق / شوخی بنی اور آپ کی آنکھوں میں بھر گئی

جل مَرینگے جاتے جاتے یہ قسمت کے پیچ ہیں / کیا زلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی

میں خوش ہوں اب ہوگا نہ دل میں ترے ملال / جتنی جگہ تھی غیر کی اُلفت سے بھر گئی

ہے تیری زلف میں بھی کنھیا کا خاصہ / یاں دل پہ چھائی واں ترے رخ پر بکھر گئی

برچھی کا کام کر گئی عرضی رقیب کی / تیری نظر سے میرے جگر سے گزر گئی

وہ فتنہ گر کوئی فتنہ سے مجھے سمجھتا تھا
کہ خوش ہوا ہے بہت بزم سے اُٹھا کے مجھے

نظر مین کھب کے یہ کہتی ہے یار کی تصویر
کہ دیکھتے ہی رہو آئینہ بنا کے مجھے

بتون کو تاکتے گزری ہے شرم آئے گی
جلیل لے نہ چلو سامنے خدا کے مجھے

کہہ کے پچتائے ہم آنکھون مین ٹھہرنے کیلئے
پاؤن پھیلاتے ہین اب دل مین اُترنے کیلئے

آنکھین ساقی کی سلامت مرے دشمن ترسین
دُھرے میخانے ہین نیّت مری بھرنے کیلئے

دل اُڑانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تھا مگر
مین نے پوچھا تو کہا سینے پہ دھرنے کیلئے

تیری تصویر کو نظرون پہ چڑھاؤن کیونکر
ہائے یہ تو ہے کلیجے مین اُترنے کیلئے

کھینچ کر شکل مری دنگ ہے نقاشِ ازل
رنگ ملتا نہین تصویر مین بھرنے کیلئے

پھوٹ کر روئے ہم اشکون کی پریشانی پر
کیا خبر تھی کہ یہ موتی ہین بکھرنے کیلئے

پڑ گیا صبر مرے دل کی پریشانی کا
اب وہ گیسو بھی ترستے ہین سنورنے کیلئے

شوخیون سے نگہِ ناز کہین رکتی ہے
چلتے جادو سے کہے کون ٹھہرنے کیلئے

درد و دل دونون ملے ساتھ ازل مین مجکو
وہ ٹھہرنے کیلئے یہ نہ ٹھہرنے کیلئے

پھر دکھا دو مجھے عالم کی دورنگی کا سمان
زلفین پھر کھول دو گالون پہ بکھرنے کیلئے

دل چُراتے ہوئے آنکھین وہ چُرا لیتے ہین
خوب پہلو یہ نکالا ہے مکرنے کیلئے

خالی اغیار ہی کرتے نہین برہم اُن کو
زلف بھی تو ہے لگی کان سے بھرنے کیلئے

نیند کیون شام ہی سے مانگ رہی ہے رخصت
کوئی آتا ہے ان آنکھون مین ٹھہرنے کیلئے

کس مسیحا کی ہے مقتل مین الٰہی آمد
موت بھی آج مری جاتی ہے مرنے کیلئے

میرے مرنے کی خوشی کیون ہے قیامت ہے قریب
زندہ ہو جاؤنگا پھر آپ پہ مرنے کیلئے

نہ سوجھا زلف ہے یا ناگنی لے ہی لیا بوسہ | محبت ہے بلا انسان اندھا ہو ہی جاتا ہے

جلیل اکثر کیا کرتے ہین توبہ شعر کہنے سے
مگر چرچے سے دل مین جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ کہہ گیا بتِ ناآشنا سُنا کے مجھے | کہ آب مین نہین رہتا ہے کوئی پا کے مجھے
کرین ہلاک نہ تیور ترے ڈرا کے مجھے | دکھا رہی ہین بھوین نیمچے قضا کے مجھے
نقاب کہتی ہے مین پردۂ قیامت ہون | اگر یقین نہ ہو دیکھ لو اُٹھا کے مجھے
بلند نام نہ ہو گا ستم شعاری سے | تم آسمان نہو جاؤ گے ستا کے مجھے
لچک کے تیغ یہ کہتی ہے دستِ قاتل مین | کہ پیار کرے گلے سے کوئی لگا کے مجھے
ادا سے کھینچ رہا ہے کمان وہ تیر انداز | قضا پکار رہی ہے ذرا بچا کے مجھے
مین اُن کی سنگدلی روزِ حشر کہہ گزرا | بہت بتون نے دئے واسطے خدا کے مجھے
نتیجہ ظلم کا گردش نہین تو پھر کیا ہے | فلک سے پوچھئے کیا پا گیا ستا کے مجھے
اُٹھا رہے ہین وہ قرآن عشقِ دشمن پر | اور آیۂ قہر یہ ہے سامنے بٹھا کے مجھے
ہر اک سے پوچھتے کیا ہو خدنگِ ناز کا توڑ | تم آزما ہی نہ لو ایک دن لگا کے مجھے
ملونگا خاک مین آنسو کی طرح یاد رہے | ملو نہ ہاتھ کہین آنکھ سے گرا کے مجھے
ترے حباب مین تیری قبا کا دامن ہون | کہ جب مزاج مین آیا چلا لٹکا کے مجھے
یہ جوشِ عشق جوانی مین ہم سے کہتا ہے | کہ آپ رکھین گے کب تک دبا دبا کے مجھے
مین ڈر رہا ہون تمھاری نشیلی آنکھون سے | کہ لوٹ لین نہ کبھی روز کچھ پلا کے مجھے
ستم تو دیکھو خود اٹکھیلیون کی چال چلے | جو حشر اُٹھا تو الگ ہو گئے بتا کے مجھے
تمھارے واسطے اس دل کا مول ہی کیا ہے | ادا سے دیکھ لو اک دن نظر اُٹھا کے مجھے

بُوٹے بُوٹے پہ غضب جوبن ہے
رُت ہے کیا نامِ خدا ساون کی

اُن کی زلفین جو بکھر جاتی ہین
لوٹ جاتی ہے گھٹا ساون کی

دُور ہو آتشِ تر کا ساقی
کیا ہی ٹھنڈی ہے ہوا ساون کی

دِل ہے اور دھیان کسی گیسو کا
ہم ہین اور کالی گھٹا ساون کی

دل اُمنگون پہ ہے یون بارش مین
جس طرح بھبکے حنا ساون کی

ٹکڑے بادل کے پری تھے یون ہی
لے اُڑی اور ہوا ساون کی

فرق ہے میری تری آنکھون مین
وہ ہین بجلی یہ گھٹا ساون کی

فرشِ سبزے کا ہے کیسا پیارا
لوٹی جاتی ہے ہوا ساون کی

رات دن آنکھین برستی ہین جلیل
لگ گئی ان کو ہوا ساون کی

پری کا حسن انسان کو تماشا ہو ہی جاتا ہے
جہان تم جلوہ گر ہوتے ہو میلا ہو ہی جاتا ہے

ہوا جو کچھ شبِ وصل اُسکا ذکر اے جان جانے دو
جہان دو آدمی مل بیٹھے جھگڑا ہو ہی جاتا ہے

بنے ہین حُسن کی تصویر انھین لازم ہے بیدردی
کہ بُت بننے سے پتھر کا کلیجا ہو ہی جاتا ہے

نکلتے ہین جو وہ گھر سے سما جاتے ہین آنکھون مین
حیا والے جہان ہوتے ہین پردا ہو ہی جاتا ہے

دُلھن بنکر سنورتی ہین پری بنکر نکھرتی ہین
وہ زلفین اک بلا ہین دل کو سودا ہو ہی جاتا ہے

محبت سے جو پیش آؤ تو دل پر کیون نہو قبضہ
یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے

گرا جاتی ہے آرائش مین ساری ات وعدے کی
وہ آئینہ جہان لے بیٹھے تڑکا ہو ہی جاتا ہے

یہ آنسو تل ہی تل بڑھ کر مری کشتی ڈبوئینگے
مثل سچ ہے کہ قطرہ قطرہ دریا ہو ہی جاتا ہے

حیا کچھ آڑے آتی ہے نہ غمزے ہم سے چلتے ہین
کوئی اقرار کرلے پھر تو پورا ہو ہی جاتا ہے

ابھی غصے سے وہ شوخ آگ ہوا جاتا ہے — کہدے اتنا کوئی پروین کا جمال اچھا ہے

مشتری دل کا یہ کہہ کہہ کے بنایا اُن کو — چیز انوکھی ہے نئی جنس ہے مال اچھا ہے

کیا مزہ ہو جو انھین دیکھ لے اک دن ناصح — اور تم جا کے یہ پوچھین کہو حال اچھا ہے

داغ دیکھا ہے جو دل مین تو اُسے پھیرتے ہین — کہتے ہین ہم نے یہ جانا تھا کہ مال اچھا ہے

طلبِ بوسہ پہ مجکو تو برا کہتے ہو! — اور مین بھی جو کہون دل کا سوال اچھا ہے

اور بیمار بنائینگے دکھا کر آنکھین — جب تک آتے نہین وہ دیکھنے حال اچھا ہے

کیون کہون اُن سے کہ دل لیکے مجھے دو بوسے — آپ وہ دام لگائینگے جو مال اچھا ہے

کوستے گو ہین مجھے یاد تو کر لیتے ہین — میرے حق مین تو تغافل سے ملال اچھا ہے

داغِ دل جس سے چمک جائین وہ نالہ بہتر — جس سے رونق ہو چمن کی وہ نہال اچھا ہے

آنکھ سے دیکھتے جاتے ہین کہ حالت ہے خراب — اور منہ سے کہے جاتے ہین کہ حال اچھا ہے

بوسہ یون مانگون کہ وہ آکے مزے مین یہ کہین — مانگے جا اے مرے سائل یہ سوال اچھا ہے

آج سنتا ہون خبر لینگے وہ بیمارون کی — اب برا بھی ہے اگر تو مرا حال اچھا ہے

یار تک روز یہ پہنچتی ہے برائی میری — رشک ہوتا ہے کہ مجھ سے مرا حال اچھا ہے

رشک ہے یاد سے بھی اپنی کہ وہ کہتے ہین — مجھ سے کیا واسطہ بس میرا خیال اچھا ہے

اپنی آنکھین نظر آتی ہین جو اچھی اُن کو — جانتے ہین مرے بیمار کا حال اچھا ہے

روز ملتا ہے گلے اک بتِ مہ پارہ جلیلؔ
روز ہم عید مناتے ہین یہ سال اچھا ہے

ہاے یہ رُت یہ ہوا ساون کی — چھا گئی دل پہ گھٹا ساون کی

جان سی آگئی میخوارون مین — دمِ عیسیٰ ہے ہوا ساون کی

دلِ بیتاب کو پہلو مین مچلتے کیا دیر
سُن لے اتنا کسی کمسن کا جمال اچھا ہے

دردِ دل سُنکے مرا سمجھے فسانہ ہے کوئی
بولے تم کیے نہ کہے جائیے حال اچھا ہے

اُنکی نظرون مین نہ جچی کچھ بھی یوسف کی شبیہ
مُنہ بنا کر یہ کہا ہان خط و خال اچھا ہے

شکل اُس بُت کی مین اُنکو دکھا لون تو کہون
اتنو فرمائیے حورون کا جمال اچھا ہے

بات اُلٹی وہ سمجھتے ہین جو کچھ کہتا ہون
اب کے پوچھا تو یہ کہہ دنگا نہ حال اچھا ہے

مجھ پہ کیا کیا نہ اُس ابرو نے سنبھالی تلوار
مُنہ سے اکدن کہین نکلا تھا ہلال اچھا ہے

صُحبت آئینے سے بچپن مین خدا خیر کرے
وہ ابھی سے کہین سمجھین نہ جمال اچھا ہے

اپنی صُورت سے ملاتے ہین وہ یوسف کی شبیہ
مجھ سے کہتے ہین کہو کس کا جمال اچھا ہے

چشم و دل جس کے ہون مشتاق وہ صورت اچھی
جسکی تعریف ہو گھر گھر وہ جمال اچھا ہے

ہم کرین دل طلب اپنا یہ تقاضا ہے بُرا
غیر بوسے کا ہو طالب وہ سوال اچھا ہے

اک تو یون ہی وہ مٹے بیٹھے ہین خود بینی پر
اُسپہ آئینہ سمجھاتا ہے جمال اچھا ہے

دل کی ہو خیر وہ غمزہ ہے بڑا ہی شاطر
کہین سنکار نہ دے آنکھ کو مال اچھا ہے

آئینے کا ہو بھلا بات ہماری رکھ لی
خود وہ بیساختہ بول اُٹھے جمال اچھا ہے

لے وہ بوسے لب جانان کے یہ محروم رہے
دل ہمارا ہے بُرا دل کا سوال اچھا ہے

لوٹ ہو جسپہ حسینون کی نظر دل ہے وہی
جسکے گاہک ہون بہت سے وہی مال اچھا ہے

یہ سہی وجہ کوئی غیر کی تو ہوگی خوشی
یہ نئی طرح کی رنجش یہ ملال اچھا ہے

باتون باتون مین لگا لائے حسینون کو جلیل
تم کو بھی سحر بیانی مین کمال اچھا ہے

خوشی اچھی ہے ائے دل نہ ملال اچھا ہے
یار جس حال مین رکھے وہی حال اچھا ہے

جزاک اللہ کیا نکلا ہوا تھا ہاتھ او قاتل — کہ ہر ہر وار پر زخمون کے مُنہ سے آفرین نکلی

اُسی نے وصل مین بے موت مارا اُٹھ کے پہلو سے — اُسی کے ساتھ چلنے کو مری جانِ حزین نکلی

جلیل اُن کو سوالِ وصل کا اندیشہ ایسا ہے
کہ جب کچھ بات کہنے کو ہوئے مُنہ سے نہین نکلی

کہا مین نے کبھی ہان بھی زبان سے نازنین نکلی؟ — تو کیا جھنجلا کے بولے پھر اجازہ ہان نہین نکلی

غضب ہے آہ دل کی آسمان باز آستانے سے — ابھی ہے خیر او ظالم ابھی مُنہ سے نہین نکلی

تعجب تھا کہ وہ اور میرے آنسو پونچھنے آئین — کھُلا منشا چھُری جس وقت زیرِ آستین نکلی

گمان بیجا نہ تھا بوتل اُڑا لینے کا واعظ پر — تلاشی لی جو حضرت کی تو زیرِ آستین نکلی

سوالِ وصل پر خاموش رہنا اُنکا اچھا تھا — جو مُنہ سے بات نکلی بھی تو کیا نکلی نہین نکلی

ستایا اِس قدر ظالم نے رہنا ہو گیا مشکل — فلک سنتے تھے جسکو تیرے کوچے کی زمین نکلی

ابھی حرفِ سوالِ وصل آیا بھی نہ تھا لب پر — پکار اُٹھا دلِ مایوس وہ مُنہ سے نہین نکلی

نکالے وہ بری مضمون کہ پھڑکے حسن والے بھی — حسین تم تھے طبیعت میری تمسے بھی حسین نکلی

نہین معلوم تو کیون قتل کر کے خوش ہوا اتنا — ترا ارمان نکلا یا مری جانِ حزین نکلی

سوالِ وصل کرنا تھا کہ آفت آگئی مجھ پر — بغل سے تیغ اِدھر نکلی اُدھر مُنہ سے نہین نکلی

توانائی ہوئی رخصت شکیبائی ہوئی جمیت — سوا غم کے وہ بھی کیا چیز جو دل سے نہین نکلی

غضب ہے آج اُسی مُنہ سے ہین عدے وصلِ دشمن کے — ہمارے سامنے سو بار جس مُنہ سے نہین نکلی

جلیل ایسی غزل تم نے کہی انسان تو کیا ہین
زبانِ حضرتِ روح القدس سے آفرین نکلی

آنکھ کہتی ہے کہ دیدارِ جمال اچھا ہے — دل کا ہے قول کہ دلبر کا خیال اچھا ہے

چمن مین ہنستے ہین وہ مجکو شرم اسکی ہے
ہنسی وہ پھول سامُنہ اُنکا جو مِتی ہو گی

ہمارے دل کو وہ تلوون سے آج ملتے تھے
بہت ہی دل مین حنا رشک سے پِسی ہو گی

یہان تک آکے پلٹ جائین ہم یوہین ساقی
سبو مین دیکھ تو لے کچھ بچی کھچی ہو گی

اُدھر ہے وصل مین شوخی اِدھر شرارت ہے
یہ رنگ دیکھ کے بجلی بھی لوٹتی ہو گی

جلیل کیون نہین لگتی ہے آنکھ راتون کو
کہین تو آنکھ ضرور آپ کی لگی ہو گی

مجھے بھی ہوتا ہے شک بہکی بہکی باتون سے
جلیل کا نہین کچھ اعتبار پی ہو گی

غلط ہے گر کہون میری کوئی حسرت نہین نکلی
کہ دل پہلو سے نکلا جسم سے جانِ حزین نکلی

تری تلوار بھی اِک شاہدِ پردہ نشین نکلی
اُدھر وہ میان سے نکلی اِدھر جانِ حزین نکلی

جنون کی جب ہوئی آمد بڑھے سب پیشوائی کو
چلا دامن اِدھر سے اُس طرف سے آستین نکلی

لبون پر بار بار آتی تو ہے جاتی نہین ظالم
غضب ہے جان بھی اپنی حسینون کی ہنسی نکلی

نہ پوچھو رات میری کیسی گزری بس یہ عالم تھا
کہ اب آیا کلیجا مُنہ کو اب جانِ حزین نکلی

مزہ جب ہے کہ خنجر پر لگا دے تو مجھے خنجر
کہون مین ہان مرے قاتل ابھی حسرت نہین نکلی

گلے پر دو قدم چلنے مین بھی سو ناز کرتی ہے
تری تلوار تو تجھ سے بھی قاتل نازنین نکلی

مُرقع بن گیا مین آپ جب دیکھا مُرقع کو
اُتر آئی وہ میرے دل مین جو صورت حسین نکلی

تلاش اُس شعلہ رو کی اور دم لینے دے کیا ممکن
جو نالے رک گئے تھک کر تو آہِ آتشین نکلی

حسینون کے مرقع یون تو نظرون سے بہت گزرے
مگر سو مین کہین ایک آدھ صورت دلنشین نکلی

ترے ہاتھون پڑی آپس مین کیسی پھوٹ او قاتل
کلیجے پر لگا جب تیر دل سے آفرین نکلی

قدم باہر نہین رکھتی کبھی آئینے کے گھر سے
تری تصویر تجھ سے بڑھ کے او پردہ نشین نکلی

جو دیکھ لیتے کہین آپ اسیر رونے کی
کچھ اور ہی مرے اشکون کی آبرو ہوتی

اثر جو سوزِ دلِ عندلیب دکھلاتا
تو پھول پھول مین داغِ جگر کی بو ہوتی

جلیل سبزۂ خط کی بہار، کیا کہئے!
خضر بھی ہوتے تو مرنے کی آرزو ہوتی

بڑھا رہا تھا تجھے فیضِ حضرتِ استاد
جلیل کیون نہ تری دھوم چار سو ہوتی

وہ آنکھ دیکھ کے حیران آرسی ہو گی،
غبار دور سے منہ انکا دیکھتی ہو گی

جو پوچھتا ہون ملاقات بھی کبھی ہو گی
تو کس مزے سے وہ فرماتے ہین کہ جی ہو گی

بلا سے تم پہ کرے گی نہ دل کی آہ اثر
تمھاری زلف تو شانے پہ لوٹتی ہو گی

لڑانے بیٹھے جو ہونگے وہ آنکھ دشمن سے
نقاب بیچ سے شرما کے اٹھ گئی ہو گی

برہنہ ہو کے چلے یون گلے پہ تیغ ان کی
رگِ گلو تھی حیادار کٹ گئی ہو گی

شبِ وصال جو زلف ان کی کھل گئی بولے
اب اس سے اور کوئی رات کیا بڑی ہو گی

بھرے ہوئے ہین جو دل مین انھین کے ہین ارمان
لگائین تو وہ ذرا تیر، دل لگی ہو گی

چمن مین رو کے خجل کسقدر ہوئی شبنم
نہ جانتی تھی کہ پھولون مین یون ہنسی ہو گی

عبث یہ فکر تمھین ہے کہ ساتھ کون چلے
اٹھو گے تم تو قیامت نہ اٹھ کھڑی ہو گی

اڑا نہ ہوگا مرا دل بغیر سازش کے
ضرور تیری نظر سے نظر ملی ہو گی

سحر کو ایک بھی ہوگا نہ آپ کا قیدی
کھلی جو زلف تو چھوٹی ہوئی مسی ہو گی

اسی خیال مین لگتی نہین ہے رات بھر آنکھ
کہ آرسی تمھین ہر صبح دیکھتی ہو گی

دکھائے جلوۂ دیدار چل کے نرگس کو
کھڑی چمن مین تری راہ دیکھتی ہو گی

دغا پرست ہے موڑے گی منہ نہ تیغ انکی
کھچے گی بھی تو گلے سے مرے لگی ہو گی

تری خاطر گرے قدمون پہ اُن کے
جلیلؔ ایسی کسی کو کیا پڑی ہے

گلے سے ملکے جو وہ تیغ سُرخرو ہوتی
لپٹ لپٹ کے تصدق رگِ گلو ہوتی

تمھارے ہاتھ مین ہے کتنی خوشنما تلوار
یہ ہوتی اور کسی کی رگِ گلو ہوتی

بھلے کو ساتھ مرے دل نہین مٹا میرا
وگرنہ آج کہان تیری آرزو ہوتی

ڈری نہوتی اگر میرے دل کی آہون سے
گلے سے لپٹی نہ وہ زلفِ مُشکبو ہوتی

شبیہِ یار سے کہتے ہین دیکھنے والے
بجاے مردمک آنکھون مین کاش تو ہوتی

وہ آئنہ ہے کہ مُنہ پر کچھ اور پیچھے اور
ہمارے اُنکے جو کچھ ہوتی دو بدو ہوتی

خیالِ زلف کی بو پھوٹ نکلی آخر کار
ذرا سے دل کو تو ننھی سی آرزو ہوتی

وہ ہم سے دیکھنے والون کے روبرو ہی رہا
نہ تھے کلیم جو پردے سے گفتگو ہوتی

ملے نہ خوب ہوا ورنہ ہوش ہی جاتے
ابھی تو اُن کی ہے پھر اپنی جستجو ہوتی

جما ہوا تھا وہان رنگ خونِ عاشق کا
حنا تھی ایسی کہان کی جو سُرخرو ہوتی

تمھارے چھپنے سے کیا یار پردہ ہوجاتا
تمھاری شکلِ خیالی نہ روبرو ہوتی

جواب تیغ سے دیتے جو مانگتا بوسہ
بڑے مزے کی مرے اُنکے گفتگو ہوتی

مزہ تھا جب کہ وہ ناوک کو کھینچتے دل سے
اور اُس سے لپٹی ہوئی اُنکی آرزو ہوتی

جو تو ملا تو نظر اب تری نہین ملتی
اسی کی کاش ہمین پہلے جستجو ہوتی

سر اور جسم کا جھگڑا جو پیش ہوجاتا
بتا تو کس طرف اے تیغِ ناز تو ہوتی

اُمیدِ وصل سے کہتا ہے یہ دلِ مایوس
مرا کوئی بھی نہوتا بلا ایک تو ہوتی

بگڑتی دونون مین عارض پہ لوٹنے کے لئے
اِدھر نگاہ اُدھر زلفِ مُشکبو ہوتی

جب آئینے کی آنکھ اُس پہ پڑی سے ۔ نظر اُس سے مری برسون لڑی ہے
نگاہ و تیغ دو کی دونون خونریز ۔ کوئی کچھ نرم ہے کوئی کڑی ہے
نظر تیری ہے ایسی شوخ دیدہ ۔ یہ مجھسے کیا زمانے سے لڑی ہے
رقیبون سے جہان بگڑی ہے اُنسے ۔ وہان کیا کیا مری قسمت لڑی ہے
ڈری ہے کیا تمھاری چتونون سے ۔ یہ چوٹی کس لئے پیچھے پڑی ہے
مین کہتا ہون کہ جلد آؤ چلا مین ۔ وہ کہتے ہین کہ جلدی کیا پڑی ہے
وہ میرے دل مین، دل رنج و الم مین ۔ تری اُلفت بھی آفت مین پڑی ہے
اُلجھ کر اپنی چوٹی سے وہ بولے ۔ کہ دیوانی یہ کیون پیچھے پڑی ہے
شہیدِ زلف و مژگان کی یہ تعظیم ۔ کہین پھانسی کہین سولی کھڑی ہے
اُٹھاتے ہو تو پھر سر کو اُٹھا دو ۔ یہ چلمن کس لئے در پہ پڑی ہے
پڑا دیکھا جو دل بولے گھٹا سے ۔ اُٹھا لے تیری بجلی گر پڑی ہے
خجالت اُن سے احسانِ اجل کی ۔ زمین مین لاش غیرت سے گڑی ہے
ادا چلتی ہوئی لے کر مری جان ۔ قضا اب کیون سر بالین کھڑی ہے
غضب تھا جو سنا لب کا شبِ وصل ۔ زبان سے وہ زبان گھڑیون لڑی ہے
شبِ غم کی درازی سُنکے بولے ۔ مرے گیسو سے بھی کیا وہ بڑی ہے
قیامت سے ڈراؤن کیا مین اُن کو ۔ قیامت کو الگ اپنی پڑی ہے
تری گات اور تیری بات ہے اور ۔ وہ سینے مین تو یہ دل مین گڑی ہے
دمِ نزع آمد آمد سُنکے اُن کی ۔ قضا بالین پہ گھبرائی کھڑی ہے
قیامت کو وہ ٹھکرا کر یہ بولے ۔ اسی کی خلق مین شہرت بڑی ہے

شبِ گیسو ہر اک شب سے بڑی ہے | شبِ فرقت اسی کی اک گھڑی ہے

نگاہِ ناز سے کیا کم تھی تلوار | کہ جی اُٹھا ہون جب مجھ پر پڑی ہے

نہ آتے دیر کچھ اس کو نہ جاتے | جوانی وصل کی شاید گھڑی ہے

بھلا توبہ کا میخانے مین کیا ذکر | جو ہے بھی تو کہین ٹوٹی پڑی ہے

جو دیکھی آرسی بولے جھجک کر | کسی کی آنکھ اس مین تو جڑی ہے

اُدھر خنجر اِدھر کھنچتے ہین نالے | مجھے اپنی اُنھین اپنی پڑی ہے

فروغِ رُخ سے کُھلتا ہی نہین کچھ | اُٹھی ہے یا نقاب اب تک پڑی ہے

کٹے گی نرم ہو کر منزل اپنی | یوہین گر آنکھ قاتل کی کڑی ہے

نگاہِ شوق نے جھگڑے مین ڈالا | یہی پہلے پہل اُن سے لڑی ہے

شبِ فرقت نہ ٹھہری موت ٹھہری | کہ جب دیکھو مرے سر پر کھڑی ہے

دھڑکتے دل کو رکھ لو جیب مین تم | کوئی پوچھے تو کہدینا گھڑی ہے

نہین کٹتی تو کہتا ہے ستمگر | یہ گردن ہے کہ فرقت کی گھڑی ہے

ملائین آؤ کاکل سے شبِ غم | ذرا دیکھین تو کون ان مین بڑی ہے

عدم والون کو کیا باندھے گی جا کر | یہ چوٹی کیون کمر پر جا پڑی ہے

دُہائی زلفِ جانان کی شبِ غم | بلا ہو کر مرے پیچھے پڑی ہے

نظر کی غیر پر تڑپا مرا دل | چُھری کس پر اُٹھی کس پر پڑی ہے

جلیل اُس آنکھ کی تعریف کیا ہو
بڑا اک حسن تو یہ ہے، بڑی ہے

لڑی خاک اُنسے، بجلی یون لڑی ہے | نظر جب اُٹھ گئی ہے گر پڑی ہے

آئینہ ہے جو اُن کا مصاحب تو کیا ہوا | ہم بھی کبھی تھے دیکھنے والے جمال کے

اپنا بنالے وہ ہمین یہ ہے غرض جلیل
مشتاق دید کے ہین نہ طالب وصال کے

تپشِ دل نے یہ کی مجھ پہ عنایت کیسی | پوچھ اُٹھا کوئی کہ ہے آج طبیعت کیسی
دل مین رہتے ہو مگر نام سے جلتے ہو مرے | جانِ من ہے یہ محبت مین عداوت کیسی
دل ترا ہو کے بھلا میری سی کیون کہنے لگا | واسطہ ہی نہ رہا جب تو مروّت کیسی
درد و غم دل مین تڑپ دل مین تمنا دل مین | گھر ذرا سا ہے مگر اس مین ہے وسعت کیسی
آئینے کا ہو بُرا جس نے بنایا مغرور | تم کو یہ بھی نہ خبر تھی کہ ہے صورت کیسی
دل نہین خون ہوا سینے مین اچھا نہ سہی | یہ تو فرمائیے اشکون مین ہے رنگت کیسی
ہم دکھا دین تجھے زاہد کہ یہ بت کیسے ہین | تو دکھا دے ہمین حورون کی ہی صورت کیسی
آپ قائل تپشِ دل کے نہین مرنے پر | دیکھیے دیکھیے ہلتی ہے یہ تربت کیسی
دل تو لے ہی چکے اب جان بھی کیا لینا ہے | خیر ہے آج یہ مجھ پر ہے عنایت کیسی
آپ ہم کٹ گئے تلوار کا احسان نہ ہوا | پڑ گیا وقت تو کام آگئی غیرت کیسی
وصلِ دشمن جو غلط تھا تو چُرائی کیون آنکھ | آپ ہین بات کے سچے تو ندامت کیسی
ہے اشارہ نگہِ ناز کا فتنہ کیسا | آپ کے پاؤن کی ٹھوکر ہے قیامت کیسی
تم نے تیرِ نگہِ ناز نہ مارا ہوتا | اب یہ مجھ سے ہے تڑپنے کی شکایت کیسی

وصل مین تم نے کہا آپ کا مانے گا جلیل
آج کی رات مری جان اطاعت کیسی؟

جب آنکھ اُن کی اِن آنکھون سے لڑی ہے | نظر اُفتاد بَن بَن کر پڑی ہے

کیا خوب چشم و ابروئے جانان کی ہے مثال
بجلی چمک رہی ہے یہ نیچے ہلال کے

سُنئیے تو اک ذرا مرے اشعارِ دردناک
لایا ہون مین کلیجے کے ٹکڑے نکال کے

راضی وصال پر تو اُنھین کر لیا مگر
پوچھا جو وقت بولے کہ بعدِ انتقال کے

اتنے سے دل کو دی ہے وہ اللہ نے تڑپ
چاہے تو مجکو عرش پہ رکھدے اُچھال کے

بُوٹا سا اُس پری کا جو قدِ حور دیکھ لے
طوبیٰ پہ پھبتیان کہے شاخین نکال کے

لکھی ہے کھا کے خونِ جگر یہ غزل جلیلؔ
مصرع نہین ہین شعر کے ٹکڑے ہین لال کے

یون ساتھ ہے شباب بُتِ خردسال کے
پوشیدہ جیسے بدر ہو گھر مین ہلال کے

پوچھا کسی نے مجکو تو اُس شوخ نے کہا
اُمیدوار ہین یہ ہمارے وصال کے

صد شکر وصفِ قد پہ وہ اتنا تو بول اُٹھے
مضمون بلند ہین مرے عالی خیال کے

دل رہگیا اُلجھ کے نگاہون کے تار مین
اچھا وہ جال ڈال گئے آنکھ ڈال کے

زیرِ زمین تو چین سے رہتے کوئی گھڑی
کرنا تھا دفن سینے سے دل کو نکال کے

ہون تنگ اسقدر کہ جو لے مفت بھی کوئی
دیدون ابھی مین سینے سے دل کو نکال کے

بیچین دل کو لیتے ہو لیجاؤ شوق سے
اتنی ہے التماس کہ رکھنا سنبھال کے

ذکرِ کلیم و طور پہ بولے وہ ناز سے
یہ سب کرشمے ہین مری برقِ جمال کے

لذت یہی کھٹک کی جو ہے راہِ عشق مین
رکھ لونگا دل مین پاؤن سے کانٹے نکال کے

ارمان نکلتے ہین مرے دل کے کہ غیر کے
سفاک آج دیکھ تو خنجر نکال کے

ساتھ اُن کے دل بھی آنکھ بچا کر نکل گیا
رونا بڑا ہے آنکھ سے آنسو نکال کے

میرے ہی دل کا ہو کے رہے یا رقیب کا
غمزے اُٹھینگے ہم سے نہ تیرے خیال کے

آئی شبِ وصال تو نیند آ گئی اُنھین | ہم ہوش مین جو آئے وہ مدہوش ہو گئے

مر کر تمام سر سے ٹلین آفتین جلیل!
ہم جان دیکے سب سے سبکدوش ہو گئے

ہم تو قصوروار ہوئے آنکھ ڈال کے | پوچھو کہ نکلے کیون تھے وہ جوبن نکال کے
کیا خوشنما ہے سبزۂ خط گرد خال کے | لپٹے ہوئے ہین خضر گلے سے بلال کے
کہتے ہین عاشقون سے یہ انداز چال کے | رکھدو قدم قدم پہ کلیجا نکال کے
نکلی جو راہ سب سے ارمان نکل گئے | پچتائے وہ بہت ہی کلیجا نکال کے
نادم ہون ذکر چھیڑ کے مین دل کی چوٹ کا | کہتے ہین وہ دکھاؤ ہمین دل نکال کے
وہ کون سرو قد ہے تصور مین جو نہین | جھنڈے گڑے ہوئے ہین ہمارے خیال کے
بگڑے جو وہ نکل نہ سکی دل کی آرزو | مطلب نکال لیگئے آنکھین نکال کے
آنکھون مین خواب کا ہو گزر کیا مجال ہے | پہرے بٹھا دیے ہین کسی نے خیال کے
لپٹی ہوئی ہے دل سے مرے آرزوئے یار | تیرِ نگاہِ ناز! ذرا دیکھ بھال کے
دل مین وہ بھیڑ ہے کہ ذرا بھی جگہ نہین | آپ آئیے مگر کوئی ارمان نکال کے
جب وہ نکالنے لگے پہلو سے تیر کو | بولا تڑپ کے دل مجھے پہلے نکال کے
آ آ کے دل مین کرتے ہو تم شوخیان بہت | ایسا نہو کہ پھینکدون دل ہی نکال کے
رسوائیون سے ایک جہان ہو گیا خبر | اللہ پاؤن لگ گئے کیا میرے حال کے
دل دیکے بھی دبی ہے تواضع کا حوصلہ | کہیے ابھی تو رکھ دون کلیجا نکال کے
سُننے کو سنتے شوق سے عاشق کی داستان | لیکن ذرا سنبھل کے کلیجا سنبھال کے
کیا مین بھی کوئی غیر کے دل کا تھا مدعا | اتنا جو خوش ہوئے مجھے گھر سے نکال کے

کیون نہ ڈھانکون مُنہ کفن سے مین سراپا جرم ہون
شرم آتی ہے خدا کے سامنے جاتے ہوے

آؤ بیٹھو شوق سے دل مین مگر اس شرط سے
ساتھ لے لینا کوئی ارمان بھی جاتے ہوے

دل تڑپ جاتا ہے جب مین یاد کرتا ہون جلیلؔ
ہاے وہ مُڑ مُڑ کے اُس کا دیکھنا جاتے ہوے

موجود تھے ابھی ابھی روپوش ہو گئے
اے مستِ ناز تم تو مرے ہوش ہو گئے

سوتے مین وہ جو مجھ سے ہم آغوش ہو گئے
جتنے گلے تھے خوابِ فراموش ہو گئے

جلوہ ترا تھا یا کوئی داروے بیہوشی
ہم تو نقاب اُٹھتے ہی بیہوش ہو گئے

وعدے کی رات آئی قضا اس ادا کے ساتھ
دھوکے مین تیرے اُس سے ہم آغوش ہو گئے

برسون ہوے نہ تم نے کیا بھول کر بھی یاد
وعدے کی طرح ہم بھی فراموش ہو گئے

تم تھے یہان تو عیش تھا راحت تھی لطف تھا
یہ سب تمھارے جاتے ہی روپوش ہو گئے

آمد ہوئی جو اُن کی خبر آ کے غش نے دی
قربان مجھ سے پہلے مرے ہوش ہو گئے

آنکھون مین بھی جو آے تو اللہ رے حجاب
بنکر نظر نظر سے وہ روپوش ہو گئے

کیا کیا زبان دراز چراغ انجمن مین تھے
دامن کشان تم آے تو خاموش ہو گئے

ساقی اب اُن کا آپ مین آنا محال ہے
تجھپر نثار سب ترے مینوش ہو گئے

یارانِ رفتہ بات کا دیتے نہین جواب
کیا کہدیا قضا نے کہ خاموش ہو گئے

فریادِ عندلیب تھی اک فسانہ تھا
گلشن کے پھول سب ہمہ تن گوش ہو گئے

وہ بھی تمھاری طرح نہ نکلے حجاب سے
ارمان دل کے پردے مین روپوش ہو گئے

اے جانِ ماہ کے لئے ہالہ بھی حسن ہے
اچھا ہے تم جو زینتِ آغوش ہو گئے

سونی ہوئی نہ قبر مری بات رہ گئی
گُل ہو گئے چراغ جو خاموش ہو گئے

ہم نہ کہتے تھے یہ تم سے اے کلیم
آنکھ بجلی پر نہ ڈالی جائیگی

بے سبب اپنی جگر کا دی نہین
عشق کی بنیاد ڈالی جائیگی

دل تو نذرانے مین بوسے کے گیا
کہتے ہین قیمت جُدا لی جائیگی

قبر مین بھی ہوگا روشن داغِ دل
چاند پر کیا خاک ڈالی جائیگی

گر یہی نظارہ بازی کا ہے شوق
باغ سے نرگس نکالی جائیگی

دیکھتے ہین غور سے میری شبیہ
شاید اُس مین جان ڈالی جائیگی

فصلِ گل آئی جنون اُچھلا جلیل
اب طبیعت کیا سنبھالی جائیگی

حشر مین اس چال سے آئے وہ اٹھلاتے ہوے
فتنے سب اُٹھ اُٹھ کے بھاگے ٹھوکرین کھاتے ہوے

وہ ڈھٹائی سے یہ کہہ اُٹھتے ہین اتراتے ہوے
ہم چلینگے حشر مین بھی یون ہی اٹھلاتے ہوے

ناز سے چلتے ہوے شوخی سے اٹھلاتے ہوے
تیر بھی آئے تو میرے دل کو تڑپاتے ہوے

آپ کی پیاری حیا پامال ہوکر رہ گئی
اور چلئے ناز سے جوبن پہ اتراتے ہوے

گھر کیا آنکھون مین جب پایا نہ پردے کا خیال
آج لیتے ہو حیا کی سامنے آتے ہوے

کیون نہ کھینچے رشک کانٹون مین دلِ صد چاک کو
ہاے مین شانے کو دیکھون لٹ سلجھاتے ہوے

جان کی ہو خیر یارب وہ اُڑا کر دل مرا
پھر ادھر آتے ہین کچھ غمزے کو سکھلاتے ہوے

ایسی جنبشِ بے بہا اور اک نگاہِ بے رخی
شرم بھی آئی نہ دل کا مول ٹھہراتے ہوے

دل کی اُلجھن ہے یہ تیری زلف کی اُلجھن نہین
عمر گزری ہے مری جان اسکو سلجھاتے ہوے

رات ہم بھی کوے جانان کو چلے کس شان سے
درد و غم ہمراہ نالے شمع دکھلاتے ہوے

جانِ من صدقے تمھاری شوخیون پر جان و دل
پھر اُسی انداز سے آجاؤ اٹھلاتے ہوے

درد دل کا کوئی کیون پوچھے مسیحا سے علاج	وہ بھی کہتے ہین کہ تم ہو جاؤ گریا مصطفےٰ

۴ اس جلیلِ خستہ جان کا خاتمہ بالخیر ہو
دم نکل جائے تمھارے نام پر یا مصطفےٰ

بات ساقی کی نہ ٹالی جائیگی	کرکے توبہ توڑ ڈالی جائیگی
وہ سنورتے ہین مجھے اسکی ہے فکر	آرزو کس کی نکالی جائیگی
دل لیا پہلی نظر مین آپنے	اب ادا کوئی نہ خالی جائیگی
تیغ قاتل سے گلے مل لینگے آج	حسرتِ دل یون نکالی جائیگی
اب تو وعدے کی بھی مدت ہوچکی	کب غریبون کی دعا لی جائیگی
آتے آتے اُن کو آئے گا خیال	جاتے جاتے بے خیالی جائیگی
پڑ گئی چہرے پہ میری چشمِ شوق	اب نقاب اُن سے نہ ڈالی جائیگی
اے تمنا تجکو رو لون شام وصل	آج تو دل سے نکالی جائیگی
کیا خبر تھی عشق کے بازار مین	دل سی شئے بھی دیکھی بھالی جائیگی
کیا کہون دل توڑتے ہین کس لئے	آرزو شاید نکالی جائیگی
باندھتے جاتے ہین بلبل آشیان	ایکدن پھولون کی ڈالی جائیگی
اپنی پلکون سے تم اتنا پوچھ دو	پھانس دل کی کب نکالی جائیگی
جان لی تم نے ہمین شکوہ نہین	جانتے تھے جانے والی جائیگی
جو تجھے دیکھے گا اُس سے بعدِ مرگ	آنکھ حورون پر نہ ڈالی جائیگی
کفر زاہد توڑنا کیا بات ہے	صرف اک مے کی پیالی جائیگی
کچھ حیا کا بھی رہے شوخی مین پاس	ورنہ یہ نازون کی پالی جائیگی

خواب ہی مین ہو کسی دن جلوہ گر یا مصطفیٰ ڈھونڈتی ہے تمکو آنکھون مین نظر یا مصطفیٰ

مسکرا کر دیکھ لو گر اک نظر یا مصطفیٰ پھول ہو جائین مرے زخمِ جگر یا مصطفیٰ

دردمندون پر ہو کچھ ایسی نظر یا مصطفیٰ درد خود ہو جائے اپنا چارہ گر یا مصطفیٰ

نام لیوا آپ کا ہون اور کچھ آتا نہین رات دن یا مصطفیٰ شام و سحر یا مصطفیٰ

گر نگاہِ خلق سے پردہ تمھین منظور ہے میری آنکھون مین رہو مثلِ نظر یا مصطفیٰ

ہو نمک افشان کسی دن آپکا حُسنِ ملیح چاہتا ہون لذتِ زخمِ جگر یا مصطفیٰ

ایک خلوت گاہ ہے اور اک تجلی گاہ ہے دیدہ و دل آپکے دونون ہین گھر یا مصطفیٰ

چشمِ تر لے کر چلے ہین ہم زیارت کے لئے اس سے چھڑکینگے تمھاری رہگذر یا مصطفیٰ

آپکی فرقت مین دو ٹکڑے دلِ پُر داغ ہے یہ نیا روشن ہوا شق القمر یا مصطفیٰ

اِک ذرا گوشِ توجہ اپنے بسمل کی طرف کہہ رہے ہین کچھ لبِ زخمِ جگر یا مصطفیٰ

زندگی اپنی جو یون گزرے تو پھر کیا بات ہے ہم تو ہون بیمار تم ہو چارہ گر یا مصطفیٰ

شوق مین ہم یاد کرتے ہین تمھین کس کس طرح یا نبی یا شاہ یا خیر البشر یا مصطفیٰ

اور ہے وہ کون جو سردارِ جنت کا بنے آپ ہین یا آپکے نورِ نظر یا مصطفیٰ

ڈھونڈ لینا تم کو محشر مین کوئی مشکل نہین تم جدھر ہوگے خدا ہوگا اُدھر یا مصطفیٰ

کون ہے جو آپکے جلوے کا دیوانہ نہین رات دن چکر مین ہین شمس و قمر یا مصطفیٰ

اور تو کوئی نہین ہے میرے رونے کا علاج پائے اقدس سے ملو دن مین چشمِ تر یا مصطفیٰ

خواب مین دیکھا ہے جب سے بڑھ گیا ہے شوقِ دید نکلی پڑتی ہے اب آنکھون سے نظر یا مصطفیٰ

میرے دل مین پھر سے ہے آنے کو تصورِ آپ کا پھر اُٹھا تعظیم کو دردِ جگر یا مصطفیٰ

کہہ گئی کیا زیرِ لب تیغِ تبسم آپ کی مسکرائے کیون مرے زخمِ جگر یا مصطفیٰ

حضرتؐ آئے مین مزرع زیارت کرلون | کاش اس دم مجھے مہلت دے قضا تھوڑی سی
مجکو آئینۂ خاطر کی جلا کرنا ہے | یا نبیؐ چاہیئے خاکِ کفِ پا تھوڑی سی

لے لیا ہمنے صلے مین چمنِ خُلد جلیل
کرکے موزون شہِ والا کی ثنا تھوڑی سی

مجھے دردِ دل کی دوا چاہیے | غبارِ رہِ مصطفےٰ چاہیے
مدینے تک آئے ہین مرمر کے ہم | پے قبر تھوڑی سی جا چاہیے
یہ کہتی ہین آنکھین کہ دیدار کو | جمالِ حبیبِ خدا چاہیے
محبت نے جو کچھ کیا دل کے ساتھ | مزے کا ہے قصہ سُنا چاہیے
جسے چاہتے تھے اُسے پا گئے | اب اسکے سوا اور کیا چاہیے
مدینے پہونچنا ہے دشوار کیا | دل زار فضلِ خدا چاہیے
سفر مین توجُّہ رہے ساتھ ساتھ | کہ ہون نابلد رہنما چاہیے
یہ پیکِ تصور سلامت رہے | نہ قاصد نہ بادِ صبا چاہیے
صبا کیا کھلائے گی دل کی کلی | تمہاری گلی کی ہوا چاہیے
طبیبون سے مین کیا کہون دردِ دل | مجھے کوئی درد آشنا چاہیے
ہوس نعمتِ دو جہان کی نہین | مجھے خواجہ دوسرا چاہیے
مزے سے کوئی درد خالی نہین | اگر اپنے دل مین مزا چاہیے
یہ کہتی ہے پابوس کی آرزو | کہ دل مین ترا نقشِ پا چاہیے

بلالین گے حضرتؐ تمھین بھی جلیل
مگر صدقِ دل سے دُعا چاہیے

دنیا کی نہ خواہش ہے نہ عقبیٰ کی تمنّا
وہ اور ہوا ہے جو مرے سر مین بھری ہے

سختی ہے بہت ہجر مین . بیخود مجھے کر دے
اب وقت خبر لینے کا اے . بیخبری ہے

نام آپکا لے لے کے جو کرتا ہون مین نالے
عالم کو تماشا مری شوریدہ سری ہے

کیا ہوشربا ہے ترے روضے کا نظارہ
بے پردہ و در پردہ وہی جلوہ گری ہے

قربان ہوئی جاتی ہے احمدؐ یہ خدائی
اے حسنِ ازل سب یہ تری جلوہ گری ہے

کہتے ہین شہِ دین کہ خبر لون تری کیونکر
تجکو تو جلیل آٹھ پہر بے خبری ہے

سوزِ دل کی مجھے ملجائے دوا تھوڑی سی
یا نبیؐ دیجئے دامن کی ہوا تھوڑی سی

حال مستون کا ترے دیکھ کے رشک آتا ہے
اس طرف بھی نگہِ ہوشربا تھوڑی سی

کیون کوئی دولتِ دارین خدا سے مانگے
دل مین ہو اُلفتِ محبوبؐ خدا تھوڑی سی

جان بلب ہو کے چلا ہون مین زیارت کیلئے
دے مری عمر کو اللہ بقا تھوڑی سی

جان سے بڑھ کے مجھے داغِ محبت ہے عزیز
کاش اس پھول مین ہو بوئے وفا تھوڑی سی

بوے محبوب جو پاؤن تو مین جی جاؤن ابھی
تو ہی تکلیف کر اے بادِ صبا تھوڑی سی

لوٹنے کی قدمِ پاک پہ حسرت ہی رہی
دو اجازت مجھے اب بہرِ خدا تھوڑی سی

دربدر پھر کے مین آیا ہون درِ اقدس پر
بیٹھ رہنے کو مجھے چاہئے جا تھوڑی سی

مانگتا ہے کوئی دُنیا کوئی عقبیٰ تم سے
عرض میری بھی ہے شاہِ دوسرا تھوڑی سی

زائرو! جلوہ گہِ پاک ہے مقبول جگہ
مانگ لینا مرے حق مین بھی دعا تھوڑی سی

پلکے مین ساقیِ کوثر کو یہ کرتا ہون سوال
اے عطا پاش ادھر بھی ہو عطا تھوڑی سی

مین تمھین دیکھ کے تڑپا جو بھری محفل مین
ہے خطا دل کی سوا میری خطا تھوڑی سی

ہاے پھر آج مدینے کی فضا یاد آئی
حالت ایسی ہوئی دل کی کہ قضا یاد آئی

خُلد کو دیکھ کے دل لوٹ گیا سینے مین
وہ تجلّی گہِ محبوبِ خدا یاد آئی

سُن کے بیمار دیا مژدہ دیدار مجھے
دردِ دل کی مرے عیسٰی کو دوا یاد آئی

بھول بیٹھا مین دو عالم کو ہُوا یہ عالم
جب تمھاری نگہِ ہوش رُبا یاد آئی

ہچکیان نزع مین یارب مجھے کیون آنے لگین
میرے سرکار کو اس دم مری کیا یاد آئی

نفسِ سرد کے جھونکے جو غمِ شہ مین سے چلے
ٹھنڈی ٹھنڈی وہ مدینے کی ہوا یاد آئی

جان لیتی تھی درازی شبِ تنہائی کی
رات کیا کیا مجھے وہ زلفِ دوتا یاد آئی

ایسے بھولے کہ بُلایا نہ ابھی تک مجکو
ہاے اُن کو مری حالت نہ ذرا یاد آئی

پھر بہار آئی ہوئے زخم مرے دل کے ہرے
پھر مجھے گنبدِ خضرا کی فضا یاد آئی

پھر وہ ماہِ مدنی پھرنے لگا آنکھون مین
پھر وہ انداز وہ چتون وہ ادا یاد آئی

پھر ہوا حسرت و ارمان و تمنا کا ہجوم
پھر وہ بھولی ہوئی بزمِ بقا یاد آئی

آنکھ بھر آئی جہان سامنے پانی آیا
پیاس مین حالتِ شاہِ شہدا یاد آئی

کیون تڑپنے لگے آوازِ اذان سُن کے جلیل
کون سی بات تمھین مردِ خدا یاد آئی

مے عشقِ محمدؐ کی مرے دل مین بھری ہے
اُتری ہوئی اِس شیشۂ نازک مین پری ہے

مین یاد مین رُخسار کی آہین نہین کرتا
ڈالی لیے پھولون کی نسیم سحری ہے

پیری مین بھی ہے دل کی تمنا وہی باقی
ٹوٹی ہوئی ہے شاخ مگر اب بھی ہری ہے

کیا حسرتِ دیدار کہون عیسیِ دوران
آنکھون مین دم اٹکا ہے دمِ چارہ گری ہے

معراج مین تھی جو دمِ دیدارِ الٰہی
اب تک وہی مستی تری آنکھون مین بھری ہے

ہمنے بہت اُٹھاے ہین آزار اے جلیل!
اب دل لگائینگے نہ کسی بیوفا کے ساتھ

ردیفِ یاے تحتانی

ہم ایا آپ کا ملتے تو آتے اپنی آنکھون سے
اُٹھا اشکون کے رَوضے پر چڑھاتے اپنی آنکھون سے

زیارت کی تمنا مین خیالِ رنج و زحمت کیا
گری جو راہ مین بڑتی اُٹھاتے اپنی آنکھون سے

نظر آتا کوئی تنکا اگر شب بھر کی گلیون مین
اُٹھاتے اپنی پلکون سے لگاتے اپنی آنکھون سے

جلا کر شمع سان دل کو مزہ لیتے محبت کا
کھڑے روضے پہ ہم آنسو بہاتے اپنی آنکھون سے

درو دیوار کے انوار نظرون مین سما جاتے
وہ نقشہ اپنے دل پر کھینچ لاتے اپنی آنکھون سے

خدا کرتا کبھی حضرت سے آنکھین چار ہو جاتین
ہم اپنا دردِ دل سب کہہ سناتے اپنی آنکھون سے

کہان تھین ایسی آنکھین جنکا سُرمہ خاکِ در ہوتی
تبرک جانکر اُس کو لگاتے اپنی آنکھون سے

یہ سُنتے ہین کہ آنسو موتیون مین تولے جائینگے
مزہ ہوتا جو ہم دریا بہاتے اپنی آنکھون سے

تصور گر اُچٹتا بھی تو رو کر پھر جما لیتے
ہم اپنے پیارے روٹھے کو مناتے اپنی آنکھون سے

سُنا ہے خاک پر جب لوٹ جاتا گوشۂ دامن
فرشتے دوڑ کر اُس کو اُٹھاتے اپنی آنکھون سے

وہ آتے خواب مین تو پتلیان قدمون سے مل لیتے
ہم اپنی سوتی قسمت کو جگاتے اپنی آنکھون سے

بلا سے ہوش جاتے دیکھ تو لیتے نگہ اُن کی
ہمین وہ کاش دیوانہ بناتے اپنی آنکھون سے

نگاہِ لطف ہی کافی تھی بیمارِ محبت کو
نہ سُنتے حال لیکن دیکھ جاتے اپنی آنکھون سے

جلیل اشکِ ندامت جوش پر آتے تو کیا کہنا
ہم اپنی بگڑی حالت کو بناتے اپنی آنکھون سے

تلوار۔ تیر۔ سب کی کمانین اُتر گئین ۔۔۔ تیوری جہان کسی نے چڑھائی ادا کے ساتھ

یادِ خدا سے جان چُرا لو ابھی جلیل!
آخر کبھی تو کام پڑے گا خدا کے ساتھ

آنچل وہ مُنہ پہ ڈال کے چلنا ادا کے ساتھ ۔۔۔ سایے کو دیکھکر وہ جھجکنا حیا کے ساتھ

(نعتیہ) آئے جہان مین صلِّ علےٰ اِس ادا کے ساتھ ۔۔۔ سایہ بھی چل سکا نہ حبیبِ خدا کے ساتھ

عاشق مزاج جتنے ہین اُن کا یہ قول ہے ۔۔۔ آئے اگر قضا بھی تو آئے ادا کے ساتھ

کہتا ہے اُس گلی مین یہ دل بھر کے آہِ سرد ۔۔۔ سیرِ چمن کا لطف ہے ٹھنڈی ہوا کے ساتھ

تلوار تیر ساتھ چلانا کمال ہے ۔۔۔ کرتی ہے کام اُس کی نگہ بھی ادا کے ساتھ

دو کام ایک دل سے خلافِ اصول ہے ۔۔۔ کیونکر بتون کی چاہ ہو یادِ خدا کے ساتھ

جب یہ کھُلا کہ دُزدِ حنا دل کا چوُر ہے ۔۔۔ ہاتھون کے طوطے اُڑ گئے رنگِ حنا کے ساتھ

ترسون مین اُس کی دید کو قدرت خدا کی ہے ۔۔۔ آنکھون مین پھر رہا ہے جو ناز و ادا کے ساتھ

ہلچل انھین کے ہاتھ سے سارے جہان مین ہے ۔۔۔ بیٹھے ہین سر جھکائے جو شرم و حیا کے ساتھ

اب وار تم کرو نہ کرو کام ہو گیا ۔۔۔ تلوار کھینچنا ہی غضب تھا ادا کے ساتھ

جب سر مین تھی ہوائے چمن کچھ نہ پوچھئے ۔۔۔ ہم بھی جہان سحر ہوئی پہنچے صبا کے ساتھ

لب پر ادھر ہنسی اُدھر آنکھین جھکی ہوئین ۔۔۔ شوخی ہے آج دستِ گریبان حیا کے ساتھ

مدت ہوئی وصال کو اب تک یہ ہے خیال ۔۔۔ بیٹھا ہے کوئی گود مین ناز و ادا کے ساتھ

آفت نصیب دل ہے فقط اِس قصور پر ۔۔۔ کی تھی وفا غریب نے اک بیوفا کے ساتھ

جب یہ سُنا کہ مِنہ سے ہوئی اُن کی راہ بند ۔۔۔ تڑپا مین ساتھ برق کے رویا گھٹا کے ساتھ

آرام منحصر فقط اسباب پر نہین ۔۔۔ بیمار کو دعا بھی ہے لازم دوا کے ساتھ

جس پہ جن و ملک و حور و پری صدقے ہین
مصطفےٰ نام وہ انسان ہے اللہ اللہ

دیکھ کر حسن ترا آنکھ ہر اک خستہ کی
صورتِ آئینہ حیران ہے اللہ اللہ

جلوہ پاک کبھی خواب مین دیکھا تھا جلیل!
جب سے لب پر مرے ہر آن ہے اللہ اللہ

انگڑائیان وہ لیتے ہین کس کس ادا کے ساتھ
اچھا سلوک کرتے ہین شرم و حیا کے ساتھ

تو نے کیا ہے کونسا احسان قضا کے ساتھ
رہتی ہے جو لگی ہوئی تیری ادا کے ساتھ

کی مجھ سے بیرخی نگہِ جانفزا کے ساتھ
لی اُسنے جان زہر پلا کر دوا کے ساتھ

کوئی نیا شکار ہے شاید نظر مین آج
آئینہ دیکھتے ہین وہ کس کس ادا کے ساتھ

لیتے ہین اپنے عکس سے تعلیمِ دلبری
آئینہ دیکھتے ہین وہ کس کس ادا کے ساتھ

تیغِ رواں کی چال تو اپنی نظر مین ہے
چلنا یہ کس سے آپ نے سیکھا ادا کے ساتھ

پھرتے ہین آہ کرتے ہوئے تیرے اشکبار
اُڑتے ہون جیسے ابر کے لکّے ہوا کے ساتھ

رنگِ حنا مین ایسی تڑپ ہوتی ہے کہان
پیسا ہے تم نے دل بھی کسی کا حنا کے ساتھ

غمزے ہزارہا ہین وہان ایک دو نہین
کچھ شوخیون کے ساتھ ہین کچھ ہین حیا کے ساتھ

شوخی نے کر دیا ہے بہت اُن سے بیحجاب
اب وہ فقط نباہ رہے ہین حیا کے ساتھ

سایہ غریب خاک پہ لوٹے نہ کیا کرے
کس نے کہا تھا آپ کو چلیے ادا کے ساتھ

زینت کے وقت کہتی ہین اُن سے یہ شوخیان
مہندی ملین جو آپ تو خونِ وفا کے ساتھ

لیتا ہے چٹکے چٹکے کلیجے مین چٹکیان
پُتلا ہے شوخیون کا وہ شرم و حیا کے ساتھ

تنہا وہ آئین جائین یہ ہے شان کے خلاف
آنا حیا کے ساتھ ہے جانا ادا کے ساتھ

اک آہ کھینچنا تھا کہ سن کر اُلجھ پڑے
کیا جانتا تھا مین کہ لڑینگے ہوا کے ساتھ

دل شکستہ جو مین تھا پھوٹ کے رُ یا کیا کیا
ساقیا دیکھ کے ٹوٹے ہوے پیمانے کو

ابتو لِلّٰہ گنہگارون کی غیبت چھوڑو
شیخ جی بیٹھے ہو اللہ کے گھر جانے کو

دل یہ کہتا ہے کہ یون فیصلہ ہونے کا نہین
آج توبہ سے لڑا دیکھئے پیمانے کو

دمِ زینت اُنھین کیا جانئے کیا یاد آیا
آئنہ توڑ دیا، پھینک دیا شانے کو

ہے سبق یاد دو عالم کی فراموشی کا
ہوش اتنا تو ہے ابتک ترے دیوانے کو

بزمِ ساقی مین نہین کوئی شکستہ خاطر
پھینکدیتا ہے وہ ٹوٹے ہوے پیمانے کو

اُن کو معلوم ہے جنت ہے جوانون کیلئے
حضرتِ شیخ بھلا جائینگے میخانے کو

کیا کہون تم یہ طبیعت مری آئی کیونکر
دیکھ لو شمع پہ گرتے ہوے پروانے کو

مجکو بھی ساتھ گھسیٹا طرفِ کوچۂ زلف
دل کو سمجھاؤ یہ کیا سوجھی ہے دیوانے کو

حُرمتِ میکدہ کہتی ہے یہ مجھ سے کہ جلیل
دل سے شیشے کو لگا آنکھ سے پیمانے کو

ردیفِ ہائے ہوّز

واہ کیا حُسن ہے کیا شان ہے اللہ اللہ
دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ

دیکھیے دیکھیے ماہِ مدنی کا جلوہ
شان کے ساتھ عجب آن ہے اللہ اللہ

فرش سے عرش تک اک نور کا عالم دیکھا
وصلِ محبوب کا سامان ہے اللہ اللہ

آج کیا ذکر فرشتون کا کہ اللہ کو بھی
دیکھنے کا ترے ارمان ہے اللہ اللہ

دونون عالم مین بچھا خوانِ کرم ہے جسکا
آج وہ عرش پہ مہمان ہے اللہ اللہ

فرق پر جسکے ہوا تاجِ شفاعت موزون
دیکھنا یہ وُہی سلطان ہے اللہ اللہ

ابر مین برق کا رہ رہ کے چمکنا کیسا! | یہ بھی ایک اُسکی ہے شوخی کہ تڑپانے کو

اسمین اے پردہ نشین پردہ دری کس کی ہے | دیکھنے آتی ہے خلقت ترے دیوانے کو

خوب انصاف ہے اے بادہ کشو! کیا کہنا | تم کو تسکین ہو گردش ہو جو پیمانے کو

ہے بُری چیز لگی دل کی خدا جس کو دے | آگ مین کود پڑا دیکھیے پروانے کو

ہو کے پابندِ جنون سب سے رہائی پائی | بیڑیان لپٹی تھین لاکھون ترے دیوانے کو

کچھ جھکی تیغ تو اب ہے یہ رکاوٹ کیسی | آپ تڑپانے کو آئے ہین کہ ترسانے کو

کوئی ایسی بھی ہے صورت ترے صدقے ساقی | رکھ لون مین دل مین اُٹھا کر ترے میخانے کو

بُتِ پندار کو توڑو تو ہو دل پاک جلیل
تم خدا خانہ بناؤ اسی بُتخانے کو

لے گیا جوشِ جنون کون سے ویرانے کو | ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہین ترے دیوانے کو

توبہ کرنے پہ بھی اتنا ہے علاقہ باقی | دُور سے دیکھ لیا کرتے ہین میخانے کو

دل جلانے کا ہون شاکی تو کہے پردہ نشین | شمعِ فانوس جلاتی نہین پروانے کو

ایسے موقع پہ تو غیرت تجھے آئی ہوتی | کہ لیے پھرتی ہے وحشت ترے دیوانے کو

شکوۂ دل شکنی کیجیے کیا ساقی سے | جوڑتا کون ہے ٹوٹے ہوئے پیمانے کو

اپنا شیدا جو کیا بندہ نوازی اُس کی | ورنہ کیا شمع سے نسبت کسی پروانے کو

خُلد مین بعد قیامت کے جو رونق ہو گی | آج وہ بات ہے حاصل مرے میخانے کو

ہاتھ دھونے پڑے توبہ سے جو دیکھا ہم نے | دستِ ساقی مین چھلکتے ہوئے پیمانے کو

ایسے سودے کے مین قربان جو ہو حُسن فریب | گھیر کر بیٹھے ہین پری رو ترے دیوانے کو

پوچھتا کون ہے بیکس کو سوا ستون کے | بیخودی جاے کہان چھوڑ کے میخانے کو

چلا جاتا نہین لیکن بھلا ہو جوشِ گریہ کا
لیے جاتے ہین اپنے ساتھ ساتھ اشکِ رواں مجکو

کمالِ حُسن سمجھون یا کمال اپنی نگاہون کا
کہ بچپن مین نظر آتے ہو تم پورے جوان مجکو

اشارہ ہے یہ اپنے زخمِ دل کا تیغِ قاتل سے
دہن دیتا ہون مین تجکو اگر دے تو زبان مجکو

ہوئی مُنت جو وان پوری بنایا مجکو دیوانہ
بڑھائے طوق جب اپنے پنھائین بیڑیان مجکو

الٰہی خیر حق گوئی مری کچھ بڑھتی جاتی ہے
چڑھائے اب نہ سولی پر کہین میری زبان مجکو

لگاتی ہے دو طرفہ آگ لاگ اے دل محبّت کی
اِسی کافر نے تڑپایا وہان اُنکو یہان مجکو

کدھر ڈھونڈون مین اے عافیت تجکو کدھر جاؤن
بلا مین چارسو گھیرے کھڑا ہے آسمان مجکو

کِھلائے مین نے گلہائے معانی کے چمن کیا کیا
جلیل اب تو کہو گے شاعرِ رنگین بیان مجکو

بوئے مے پا کے مین چلتا ہوا میخانے کو
اک پری تھی کہ لگا لے گئی دیوانے کو

میرے ساقی سا کہان کوئی پلانے والا
آنکھین کہتی ہین لُٹا دیجئے میخانے کو

سختیِ عشق اُٹھانے کا زمانہ نہ رہا
اب تو ہے پھول بھی پتھر ترے دیوانے کو

ہاتھ مین آتے ہی کیا پاؤن نکالے ساقی
آفرین ہے ترے چلتے ہوے پیمانے کو

ہمین لے اہلِ وطن رلاے تمھاری کیا ہے
کہتی ہے وحشتِ دل گھر سے نکلجانے کو

چلگیا کام یہان جام چلے یا نہ چلے
بادہ کش لوٹ گئے دیکھ کے میخانے کو

دل سُلگتے رہین پروا نہین ہوتی کچھ اُنھین
شمع اچھی کہ جلا دیتی ہے پروانے کو

شاملِ دَور ہون اغیار ستم ہے ساقی
اپنے پیمانے سے بڑھنے دے نہ پیمانے کو

حُسنِ خدمت کا صلہ دیکھئے یون پاتے ہین
رُخ ملا آئنے کو زلف ملی شانے کو

چال ہے مَست۔ نظر مست، ادا مین مستی
جیسے آتے ہین وہ لُوٹے ہوے میخانے کو

قفس میں بند کرتا ہے تو ہو تدبیر کچھ ایسی
کہ اے صیاد یاد آئے نہ اپنا آشیان مجکو

جو پھر آشیان تنکا اُٹھاؤن دے خبر بجلی
جو کوئی شاخِ گل چھانٹون چھری دے باغبان مجکو

یہ ممکن ہے ملے دولت یہ ممکن ہے ملے راحت
بتا تو اے جوانی پھر ملے گی تو کہان مجکو

جفا سوچو تو تم سوچو ستم ڈھاؤ تو تم ڈھاؤ
کھبیڑون سے چھٹا تم سے ملا کر آسمان مجکو

ترے انصاف کی اے بد زبان میں داد دیتا ہون
زبان دیتا ہے غیرون کو زبان سے گالیان مجکو

مزے کی بات ہے میں تو ادھر مُنہ چومتا جاؤن
اُدھر تم دیتے جاؤ اپنے مُنہ سے گالیان مجکو

کدھر جاؤن کہان ٹھہرون نہ یہ پرسان نہ وہ خواہان
گلِ بازی بناتے ہین زمین و آسمان مجکو

مین اُنسے چاہتا ہون کچھ کہون اور کہہ نہین سکتا
یہ ڈرتا ہون کہین مُنہ کی نہ کھلوائے زبان مجکو

جلیل آزاد ہون میں بوئے گل کی طرح گلشن مین
نہ ہے صیاد کی پروا نہ خوفِ باغبان مجکو

ادھر صیاد کا کھٹکا اُدھر فکرِ خزان مجکو
ملے گلشن مین رہنے کو نئے دو آشیان مجکو

کنکھیون سے نہ یون رہ رہ کے دیکھو جانِ جان مجکو
کہ تمکو تاکتا ہے جھانکتا ہے آسمان مجکو

بنایا ہے سکھا کر غم نے کانٹے کی زبان مجکو
کہان فریاد کی طاقت کہان تابِ فغان مجکو

مین وہ مظلوم ہون مانے ہوئے ہے آسمان مجکو
وہین گردن جھکا لی خوف سے دیکھا جہان مجکو

تمنا ہے یہی کوچے مین اُسکے بیٹھ رہنے کی
زمین تھوڑی سی دے پھر خدا کے آسمان مجکو

سمجھتا یہ تو پہلے ہی ادا پر جان دے دیتا
خبر کیا تھی کہ تم رکھو گے برسون نیم جان مجکو

ستم ہے ہمصفیر و غنچۂ خاطر کا مرجھانا
چمن سارا نظر آتا ہے پامالِ خزان مجکو

سمجھ بھی آگئی لیکن وہی بے التفاتی ہے
اب آگے تم سے کیا اُمید ہو اے مہربان مجکو

جب اس کمسن حسین کو دیکھتا ہون دل مین کہتا ہون
جوانی گر ملی تھی بخت بھی ملتا جوان مجکو

تمھاری کڑوی باتین بھی مجھے ہین گھونٹ شربت کے
تصدق جانِ شیرین کسقدر شیرین ادا تم ہو

بجا ہے تم نے تڑپایا نہین یون ہی تڑپتا ہون
تمھارے تیر ہین کچھ بے خطا کچھ بے خطا تم ہو

بگڑ کر جان کیون لیتے ہو صاحب مین ہی حاضر ہے
خفا ہونے کو میرا دم ہے کیا کم جو خفا تم ہو

ملے کیا ٹوٹ کر دشمن سے توڑا ہاے دل میرا
کہون کس دل سے اب تم کو کہ دل کا آسرا تم ہو

بھروسا زیست کا گر ہو تو تم پر بھی بھروسا ہو
مریجان جان ہی ٹھہرے تو پھر کیون باوفا تم ہو

وہ تیر اُن کا لگانا جان کر پہچان کر مجھکو
ہٹانا ہاے پھر کہہ کر بڑا دھوکا ہوا تم ہو

ملو تم بے تکلف غیر سے ملنا مبارک ہو
مجھے تسکین ہے اس سے کہ پورے بیوفا تم ہو

نکالا کام اپنا باڑھ دے دے کر یہ قاتل کو
بڑی ہمت تمھاری ہے بڑے حاجت روا تم ہو

جہان دل لے لیا پھر آنکھ عاشق سے نہین ملتی
بڑے ہی خودغرض خودکام مطلب آشنا تم ہو

جلیل آیا ہے کس کرب و بلا مین مبتلا ہو کر
طرفدار اُسکے روزِ حشر شاہِ کربلا تم ہو

ستم سے بھی کہین کر دے نہ محروم آسمان مجھکو
کہون مین کیون کہ دیتا ہے مزہ دردِ نہان مجھکو

لگاوٹ کی نگاہون سے نہ دیکھو میری جان مجھکو
بُری نظرون سے اسدم دیکھتا ہے آسمان مجھکو

گلستان مین ہے درکار اک نگاہِ باغبان مجھکو
یہ ہے وہ شاخ جسپر باندھنا ہے آشیان مجھکو

رہے یاد آپ کو دون وہ جواب اس لن ترانی کا
جو تھوڑی دیر کو دیدیجئے اپنی زبان مجھکو

چمن مین رہ کے ساری عمر مشقِ گلفشانی کی
قفس مین آتے آتے آگئی طرزِ فغان مجھکو

مین اسکے ظلم کا شاکی نہین لیکن یہ غیرت ہے
تمھین بدنام کرتا ہے ستا کر آسمان مجھکو

برنگِ بوے گل تقدیر مین برباد ہونا تھا
نکلکر آشیان سے پھر نہ سوجھا آشیان مجھکو

تری اک چال نے کس کس کو آفت مین نہین ڈالا
تجھے مین ڈھونڈتا ہون ڈھونڈتا ہے آسمان مجھکو

بیٹھی لحد جو اُٹھ گئے وہ پڑھ کے فاتحہ
اس واسطے کہ مجکو غمِ ہمنشین نہو

ناوک ابھی تو سینے پہ بیٹھا تھا کیا ہوا
دیکھو تو چور زخمِ جگر مین کہین نہو

رگ رگ مین ہے بھری ہوئی الفت بجائے خون
وہ درد یہ نہین کہ کہین ہو کہین نہو

آتے نہین جو یون تو تصور مین بھی نہ آئین
کیون دل نشین ہو کوئی جو پہلو نشین نہو

اک سیر ہو جو دل بھی مرے ساتھ دفن ہو
یہ ہو کہ آسمان کے نیچے زمین نہو

چلتے ہین وہ ادا سے تو کہتی ہے نازکی
نقشِ قدم زمین پہ کہین ہو کہین نہو

اے خنجرِ ادا یہ ترا ہی کمال ہے
دل تڑپے اور زخم بدن پر کہین نہو

دل چاک چاک دیکھ کے وہ اُٹھ کھڑے ہوئے
بولے یہان وہ بیٹھے جو پردہ نشین نہو

کیا چبھ رہی ہے پھانس سی دل مین مرے جلیل
دیکھو تو یار کی نگہِ شرمگین نہ ہو

کرون مین ضبط یہ اے غمگسار کیونکر ہو
وہ شوخ دل مین ہو دل کو قرار کیونکر ہو

وفا کا عہد مری جان ہے عبث مجھ سے
جو تم ہو جان تو پھر اعتبار کیونکر ہو

اُڑاؤ خاک جو تم اس طرح عدو کیلئے
تمھین بتاؤ نہ دل مین غبار کیونکر ہو

بجا ہین غیر کو وہ ہم خدا سے چاہتے ہین
پرائے دل پہ مگر اختیار کیونکر ہو

تمھارے پرتوِ عارض سے پھول ہین رنگین
جو تم نہ ہو تو چمن مین بہار کیونکر ہو

نہین یہ بات کہ ناوک ہے تو ہین کچھ کم
وہ دل نشین ہے مرے دل سے پار کیونکر ہو

جلیل نذر کو اچھی سی چیز لانی تھی
پسندِ یار دلِ داغدار کیونکر ہو

ہمین الزام دیتے ہو کہ ہم پر کیون فدا تم ہو
ہماری آنکھ سے دیکھو تو ہو معلوم کیا تم ہو

جلیل آ ہی جائے گا رحم اُس صنم کو
تم اللہ کا واسطا دیتے جاؤ

اپنی نگاہ مین جو وہ ترچھی نظر نہو
رہ رہ کے دردِ دل نہو دردِ جگر نہو

اُس روے صاف پر کبھی خط جلوہ گر نہو
مصحف ادب کی جیب سے زیر زبر نہو

تم کو نہ میرے حال کی ہو کچھ خبر بجا
اُس سے کہو یہ جا کے جسے کچھ خبر نہو

آپس مین لڑ رہی ہین نگاہین شبِ وصال
دل سوچ مین پڑا ہے کدھر ہو کدھر نہو

اے ہوش تجکو آنے سے مین روکتا نہین
ساقی کو تیرے آنے کی لیکن خبر نہو

دشمن سے پوچھتے ہین مرے رنگِ رخ کا حال
وہ کیا کہے بسنت کی جس کو خبر نہو

آنکھون سے دل مین آؤ یہ خلوت کا ہے مکان
ایسی جگہ رہو کہ نظر کا گزر نہو

معشوق ہو کے ادہجی بننے کا شوق ہے
تلوار آپ باندھینگے چاہے کمر نہو

ناصح کے پند و وعظ کا ہے خامشی جواب
بکنے دو اسے جلیل اُسے تم خبر نہو

دل ہو اور اُس مین دردِ محبت کہین نہو
عبرت کا ہے محل کہ مکان ہو مکین نہو

تم آئنے مین نوک پلک دیکھتے تو ہو
ڈرتا ہون مین کہ پہلے نشانہ تمھین نہو

جاتے ہو تم تو جاؤ اسے بھی نکال کر
حسرت تمھاری کس لئے ہو جب تمھین نہو

آئینے کو بھی تیرے اب آتا نہین قرار
جب تک بغل مین کوئی تجھ سا حسین نہو

دل سے کبھی اُتر نہین سکتا بُتِ حسین
اللہ اس قدر بھی کوئی نازنین نہو

پُتلی کو کیا شرف ہے جو آنکھون مین گھر کرے
اِس پردہ مین کوئی بُتِ پردہ نشین نہو

بوسہ وہ دین نہ دین مگر اے جذبِ اشتیاق
اتنا تو ہو کہ ہان جو کہین پھر نہین نہو

چھاگلین کھولدون چھالون کی مین کانٹون کیلئے
کہ زبان خشک دکھاتے ہین یہ پیاسے مجکو

آپ ہی کہدین مرا حال خدا کے آگے
بات کرنے کی نہین تاب حیا سے مجکو

اِس ہواخواہ کو سرکار بلائین تو سہی
پانئینگے چار قدم آگے ہوا سے مجکو

التجا دل کی یہ ہے مین ہون تمھارا مجرم
باندھ لو بہرِ خدا زلفِ دوتا سے مجکو

تابشِ مہرِ قیامت سے بچائے گا مجھے
ہے یقین آپ کے دامانِ قبا سے مجکو

نعت گوئی مین مری کیون نہو تاثیر جلیل
فیض ہے اس مین امیر الشعرا سے مجکو

مریضون کو تسکین ذرا دیتے جاؤ
دعا لیتے جاؤ دوا دیتے جاؤ

دعا گر نہ دو گو سنا دیتے جاؤ
مرے پیار کا کچھ صلا دیتے جاؤ

دیا ہے جو دل مفت سمجھو نہ اسکو
خطا مین نے کی ہے سزا دیتے جاؤ

ستم کا ہے لپکا پھر آنا پڑے گا
مجھے زندگی کی دعا دیتے جاؤ

یہ کیونکر کہون تم نہ جاؤ مگر ہان
مرے دردِ دل کی دوا دیتے جاؤ

مرا دل تو برباد ہی کر چلے تم
کہان اب ملوگے پتا دیتے جاؤ

گزرگاہِ خوبان مین اپنی صدا ہے
کوئی بوسہ راہِ خدا دیتے جاؤ

ستم ہے یہ بسمل سے دامن بچانا
ذرا زخمِ دل کو ہوا دیتے جاؤ

نکلتی ہے اسمین بھی شان اک وفا کی
یونہین تم دغا پر دغا دیتے جاؤ

عدو کے یہان بھیجنا ہے جو قاصد
تو مجکو پیامِ قضا دیتے جاؤ

مین کیا کہکے سمجھاؤنگا اپنے دل کو
زبان مجکو بہرِ خدا دیتے جاؤ

یہ نازک سا شیشہ ہے تم دل کے تھمر
خدا کیلئے دل مرا دیتے جاؤ

شانِ جمالِ کبریا تاجِ وقارِ انبیا
کہتے ہین جنکو مصطفےٰ صلِّ علیٰ تمھین تو ہو

روحِ رَوان سے تم سوا نورِ جنان سے تم سوا
دونون جہان سے تم سوا بعدِ خدا تمھین تو ہو

تم ہو خدا کو دیکھتے خلق ہے تم کو دیکھتی
قبلۂ جان تمھین تو ہو قبلہ نما تمھین تو ہو

آتشِ غم ہے مشتعل سوزِ درون ہے متّصل
کس سے کہون مین حالِ دل دل کی دوا تمھین تو ہو

غم سے تپان ہمین تو ہین خستہ جان ہمین تو ہین
تشنہ دہان ہمین تو ہین آبِ بقا تمھین تو ہو

احمدِ پاک جب کہا دل کو قرار آ گیا
نام مین جسکے ہے شفا نامِ خدا تمھین تو ہو

دی جو خدا سے آگہی مٹ گئی سب کی گمرہی
خضر بھی کہتے ہین یہی راہ نما تمھین تو ہو

مُنہ سے کچھ اب تو بولدو قند لبون سے گھولدو
عُقدہ مرا ابھی کھولدو عقدہ کشا تمھین تو ہو

دونون جہا مین رات دن پھیلی ہے کسکی روشنی
پردے مین مہر و ماہ کے جلوہ نما تمھین تو ہو

دستِ کرم ہے خلق پر دل سے خدا یہ ہے نظر
سب مین ملے تمھین تو ہو سب سے جدا تمھین تو ہو

حشر مین ایک شور اُٹھا جب یہ جلیل نے کہا
اے مرے شاہِ باصفا نورِ خدا تمھین تو ہو

ہے یہ اُمید رسولِ دوسرا سے مجکو
بخشوا لینگے قیامت مین خدا سے مجکو

یادِ گیسو سے بہل جائیگا دل تربت مین
چھوڑے جاتے ہین اندھیرے مین بلا سے مجکو

ہجر سے جان نکل جانے مین کیا باقی تھا
آپ نے آکے چھڑایا ہے قضا سے مجکو

لے اُڑے ہنسکے طیبہ کو مجھے مثلِ غبار
ہے یہ اُمید مدینے کی ہوا سے مجکو

جانتے ہین کہ یہ ہے میری محبّت کا فقیر
دیکھتے جاتے ہین شاہانہ ادا سے مجکو

اور ہی جلوہ سمایا ہے مری آنکھون مین
کیون بلاتے ہین حسین ناز و ادا سے مجکو

مین بھی اک طالبِ دیدار ہون موسیٰ کی طرح
ہان لُٹا دو نگہِ ہوش ربا سے مجکو

نہایت فخر سے اپنا دلِ پُر درد کہتا ہے
کہ مین پرسون رہا ہون یار کی بیمار آنکھون مین

ادا اک دیکھنے کی ہے وہ جس سے قتل کرتے ہین
یہ خنجر ہے نگاہو نہین ہے تلوار آنکھون مین

یہ شانِ پردہ داری ہے کہ قدرت کا تماشا ہے
جہان دیکھو سما جاتی ہے شکلِ یار آنکھون مین

دمِ نظارہ ہم مارے خوشی کے رو دیتے ہین
نہین آنسو بھرے ہین شربتِ دیدار آنکھون مین

مجھے تو بیخودی ہے آپکو ہے نیند کا دھوکا
گریگی نیند کیا آکر مری بیدار آنکھون مین

روان ہین اس طرح آنسو کہ دریا جیسے بہتا ہو
مگر پھر بھی جمی ہے حسرتِ دیدار آنکھون مین

دلِ زاہد مین مستی کا گمان واللہ ایسا ہے
کہ جیسے خواب کو ڈھونڈے کوئی بیدار آنکھون مین

یہ کہکر اُڑگئی اوپر ہی اوپر شب کو نیند اپنی
مجھے رہنے نہ دیگا انتظارِ یار آنکھون مین

دلِ شیدا کو اپنے مست ہوتے دیر کیا ساقی
جگہ مل جاے دم بھر کو تری سرشار آنکھون مین

پہونچکر دشتِ مجنون مین عجب حالت ہوئی لیلیٰ کی
یہ کہتی ہے کہ مین چن چن کے رکھون خار آنکھون مین

درازی دیکھکر بالون کی حیرت اسپہ ہوتی ہے
سما جاتے ہین کیونکر گیسوے خمدار آنکھون مین

کبھی مجھ سے کبھی اغیار سے اُٹھ اُٹھ کے لڑتی ہین
کہان سے آگئی طاقت تری بیمار آنکھون مین

جو دو دیدار کے ترسے کبھی آپس مین ملتے ہین
تو ہو جاتی ہین پہلے چار باتین چار آنکھون مین

یہ کن آنکھون کا متوالا چمن مین آج آیا ہے
جگہ دیتی ہے جسکو نرگسِ بیمار آنکھون مین

جلیل اپنی نگاہون نے خبر کردی زمانے کو
چھپا رکھی تھی ہم نے دولتِ دیدار آنکھون مین

ردیفِ واو

اے مرے شاہِ باصفا! نورِ خدا تمھین تو ہو
حسنِ ازل ہے آپ جلوہ نما تمھین تو ہو

قضا کا وار غیرون پر چلے یہ بھی نہین آسان
ادا سے لوٹ جاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

جو اُنکے سامنے ہو شمع کی حالت وہ روشن ہے
وہ دو تو انکو ہنساتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

عدو باتین بناتے ہین کہ ہم اُنسے مل آتے ہین
کسے وہ مُنہ لگاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

ہمارا حال کہنے مین کمی کرنا نہ اے قاصد
تجھے جو کچھ سُناتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

اُنھین فرصت کہان ہوتی ہے زلف اپنی بنانے سے
مری بگڑی بناتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

مسیحا رکھ لیا ہے نام یارون نے خوشامد سے
وہ مُردے کو جلاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

ڈبونے کے لئے ہے آبداری اُن کے خنجر مین
لگی وہ کب بجھاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

جھلک رُوے کی دیکھی ہو گی جسپر لوٹ ہین موسیٰ
وہ صورت کب دکھاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

سُنا کرتے ہین معشوقون یہ آنا حضرتِ دل کا
نہ آتے ہین نہ جاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

جلیل آتش کے پرکالے ہین آنسو دیدۂ تر کے
جلن دل کی مٹاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

یہ گویا کہہ رہی ہے حسرتِ دیدار آنکھون مین
خیالِ یار ہو دل مین جمالِ یار آنکھون مین

مکین جب سے ہوئی ہے حسرتِ دیدار آنکھون مین
بہت بیچین رہتی ہے نظر اے یار آنکھون مین

ہزارون درد کو ہوتی ہے کافی اک نظر تیری
صفت جو تھی مسیحا مین وہ ہے بیمار آنکھون مین

پئے نظارہ جاتے ہین اگر اللہ نے چاہا
پھر آئینگے وہان سے ہم لیکر جمالِ یار آنکھون مین

نگاہِ شوق اپنی کیون پریشان دربدر ہوتی
جو تم رہتے بجائے حسرتِ دیدار آنکھون مین

ہم اکثر سامنے غیرون کے آنکھین بند رکھتے ہین
سبب یہ ہے کہ پھرتا ہے جمالِ یار آنکھون مین

کسی کے پھول سے رُخ کا نظارہ ہم نہ چھوڑینگے
نہین جو دیکھ سکتے وہ چُبھو لین خار آنکھون مین

تسلّی مردمِ دیدہ کی ہے مدِّ نظر مجکو
جگہ دون کیون نہ تجکو اے شبیہِ یار آنکھون مین

حضرت دل مجھے کیا کم ہین ستانے کیلئے
آپ کیون در پئے آزار ہوے جاتے ہین

عشق کہتے ہین کسے ہم اُنھین سمجھا دینگے
وہ بھی دو روز مین ہشیار ہوے جاتے ہین

صورت آئینے مین دیکھی ہے جو صبحِ شبِ وصل
میری صورت سے وہ بیزار ہوے جاتے ہین

پھر بندھا سلسلہ اشکون کا خدا خیر کرے
پھر گلے کا یہ مرے ہار ہوے جاتے ہین

رشکِ یوسف ہین مگر رشک تو دیکھو اُن کا
آپ اپنے وہ خریدار ہوے جاتے ہین

آپ اُٹھین تو سہی گورِ غریبان کیطرف
سونے والے ابھی بیدار ہوے جاتے ہین

لطف اُٹھائین لبِ جانان کی مسیحائی کا
لوگ اس شوق مین بیمار ہوے جاتے ہین

وجد مین نے جو کیا اُن کی ادا پر بولے
بے پیے آپ تو سرشار ہوے جاتے ہین

آپ ہوتے ہین جو رخصت تو یہان دیر ہے کیا
ہم بھی اک آن مین تیار ہوے جاتے ہین

نگہِ ہوشربا اِس سے ہے واقف کہ نہین
مست سب آپ کے ہشیار ہوے جاتے ہین

سخت جان ہون نہ چھدے گا مرا سینہ قاتل
تیر جھک کر ترے تلوار ہوے جاتے ہین

دور زاہد کہ قیامت مین قیامت آئی
داخلِ خلد گنہگار ہوے جاتے ہین

کان تک اُنکے جو پہونچے ہین مرے شعر جلیل!
سب کے سب گوہرِ شہوار ہوے جاتے ہین

وہ کب تشریف لاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین
یہ آئینگے نہ آتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

ہمین معلوم ہے جو آجکل ہے رنگ صحبت کا
تمھین ہم یاد آتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

وہ کہتے ہین ستم مین عاشقون کو لطف آتا ہے
ہم اُنکا دل دکھاتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

عدو نادان ہے ان کی دوستی پر ناز کرتا ہے
وہ کب قابو مین آتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

ہم اُن کو قصۂ درد والم اپنا سناتے ہین
وہ ہمکو یہ سناتے ہین یہ سب کہنے کی باتین ہین

اُو دغاباز فسونگر تجھے ہم جانتے ہین، — لے گیا دل کو اڑاکر تجھے ہم جانتے ہین

بھر گیا تو ہمین غمسے تجھے ہم مانتے ہین — کر گیا تو ہمین مضطر تجھے ہم جانتے ہین

شان مین، آن مین، رعنائی و زیبائی مین — سارے معشوقون سے بڑھکر تجھے ہم جانتے ہین

ایک ہی شوخ ہے عیار ہے سنگین دل ہے — کوئی کیا جانے ستمگر تجھے ہم جانتے ہین

اور کیا وصف ترا اے مژۂ یار کرین — رگِ جان کیلئے نشتر تجھے ہم جانتے ہین

جانتے ہین تجھے ہم روزِ ازل سے لیکن — یہ نہین جانتے کیونکر تجھے ہم جانتے ہین

اور اوصاف سے اخلاق سے آگاہ نہین — صدف سر اے یار ستمگر تجھے ہم جانتے ہین

ہان خدا کیلئے رُکنا نہ کہین اشکِ روان — کوُچۂ یار کا رہبر تجھے ہم جانتے ہین

تو کہے مجھ سے بگڑ کر تجھے ہم کیا جانین — مین کہون تجھ سے لپٹ کر تجھے ہم جانتے ہین

تو وہی ہے کہ نظر کر کے چرالین آنکھین — چلدیا مار کے خنجر تجھے ہم جانتے ہین!

ترے آگے کسی عصیان کی حقیقت کیا ہے — کرمِ داورِ محشر تجھے ہم جانتے ہین

تو ہے سیدھی نگہِ یار تو سب سیدھے ہین — اپنا بخت اپنا مقدر تجھے ہم جانتے ہین

پہلے مانوس نہ تھے تجھ سے خیالِ جانان — جان کے اتو برابر تجھے ہم جانتے ہین

شاہِ آصف کی ہے تجھ پر نظرِ لطفِ جلیل
آج قسمت کا سکندر تجھے ہم جانتے ہین

دیدۂ تر مرے خونبار ہوے جاتے ہین — لالہ گون یار کے رُخسار ہوے جاتے ہین

آتے جاتے جو لڑاتے ہین وہ آنکھین ہم سے — غیر سُن سنکے یہ بیمار ہوے جاتے ہین

ہم بھی خوش ہین کہ ہمین رشک کا موقع نہ ملا — ساری دُنیا سے وہ بیزار ہوے جاتے ہین

نئے انداز سے سوجھی ہے ترقّی اُن کو — ہو کے دلدار دل آزار ہوے جاتے ہین

رہے دامن بھرا اُن کا ہمیشہ
لحد پر پھول جو برسا رہے ہین

دو روزہ حسن پر بھولے ہین کیا گل
بڑے کم ظرف ہین اترا رہے ہین

نظر سے کیا چھپے ہین چال کی ہی
وہ اب آنکھون سے دل مین آرہے ہین

سُنا کر قصۂ پروانہ و شمع
ہمارے دل کو وہ گرما رہے ہین

کبھی ہم نے پیا تھا بادۂ عشق
جلیل اُسکے مزے اب آرہے ہین

شوخ آنکھون کے اشارے اور ہین
تیر جو قاتل نے مارے اور ہین

یون تو ہے سارا جہان مشتاقِ دید
چاہنے والے تمھارے اور ہین

تیرے تارے بھی ہین روشن ای فلک
پر مری آنکھون کے تارے اور ہین

پونچھ کر تلوار قاتل نے کہا
آئین جو آفت کے مارے اور ہین

بعدِ قتلِ عام بولی وہ نگاہ
حوصلے دل مین ہمارے اور ہین

دیکھتے ہین عید کا ہر سال چاند
مہ جمالون کے نظارے اور ہین

جب کی درخواست اُن سے رحم کی
جان لینے پر اُتارے اور ہین

داغ ہین سینے پہ کیا چھوٹے بڑے
یہ فلک یہ چاند تارے اور ہین

بعدِ شکر نامہ کہنا نامہ بر
ایک دو ارمان ہمارے اور ہین

تیری باتون سے ہو کیا تسکین مجھے
تیری چتون کے اشارے اور ہین

آئی جب فصلِ جنون پھر ہم کہان
چار دن بس مین تمھارے اور ہین

مہ جبینون مین گزرتی ہے جلیل
آج کل اپنے ستارے اور ہین

تری چاہت پہ شیدائی ترا یون ناز کرتا ہے
جو سب کے دل مین رہتا ہے ہم اُسکے دل مین رہتے ہین

خدا جانے جلاتا ہے مجھے یا پھونکتا اُس کو
وہ اکثر جلوہ فرما غیر کی محفل مین رہتے ہین

تصور مین نگاہِ شوق مین پہلوے عاشق مین
کہین بھی وہ رہین لیکن تلاشِ دل مین رہتے ہین

ہمارے خون کا الزام بھی الزام ہے کوئی
ہزارون ایسے دھبے دامنِ قاتل مین رہتے ہین

ہجومِ آرزو سے دل کوئی خالی نہین رہتا
جو ہین خلوت نشین وہ بھی بھری محفل مین رہتے ہین

کسی کو مل کے تڑپانا کسی کو کھینچ کے ترسانا
یہی دو ایک جوہر خنجرِ قاتل مین رہتے ہین

شبِ مہتاب ہو خلوتکدہ ہو یار ہو ہم ہون
جلیل ارمان یہ وہ ہین جو سب کے دل مین رہتے ہین

مزے بیتابیون کے آرہے ہین
وہ ہمکو ہم انھین سمجھا رہے ہین

لحد ایک ایک کی ٹھکرا رہے ہین
قیامت پر وہ جوبن آرہے ہین

جو پچھلے جور اب یاد آرہے ہین
وہ دل ہی دل مین کچھ شرما رہے ہین

ابھی کل تک تھے کیسے بھولے بھالے
ذرا ابھرے ہین آفت ڈھا رہے ہین

وہ بجلی ہین تو ہون اُن کو مبارک
مجھے کس واسطے تڑپا رہے ہین

مجھے تو انتظارِ چارہ گر ہے
الٰہی غش پہ غش کیون آرہے ہین

ہمارا حال جب دیکھا تو بولے
سزا اپنے کیئے کی پا رہے ہین

کہا اُسنے سوالِ وصل سُن کر
کہ مجھ سے آپ کچھ فرما رہے ہین

غم و درد و الم تھے کب کے بھوکے
کہ سب ملکر کلیجا کھا رہے ہین

ستم دیکھو جگر مین لیکے چٹکی
وہ کہتے ہین کہ دل بہلا رہے ہین

عزیز و خونبہا مانگو نہ میرا
یہ کیا کم ہے کہ وہ پچتا رہے ہین

کہدے یہ میرے کر وعدہ فراموش سے کوئی | آنکھین لگی ہین در سے ترے انتظار مین
دل حق شناس ہو کے فدائے بتان رہے | کیا دخل ہے مشیّت پروردگار مین
شامل جو عکس ہے گُلِ رخسار کا ترے | کچھ اور ہی بہار ہے پھولون کے ہار مین

اُس پھول کا ہون بلبلِ شیدا مین اے جلیل
جو انتخاب ہے چمنِ روزگار مین

بنے ہین جب سے وہ لیلیٰ نئے محمل مین رہتے ہین | جسے کرتے ہین دیوانہ اُسی کے دل مین رہتے ہین
بُتانِ ماہ پیکر عاشقون کے دل مین رہتے ہین | جفا پیشہ تو ہین لیکن وفا منزل مین رہتے ہین
وہ عالم آشنا ہین اور عالم سے نرالے ہین | کہ گھر بیٹھے ہوئے سارے جہان کے دل مین رہتے ہین
کسی دن کیا عجب جامِ شہادت ہاتھ آجائے | اسی اُمید پر ہم کوچۂ قاتل مین رہتے ہین
تصور مین جو شکلین پھر رہی ہین کوئی کیا جانے | ہمارے چاند سورج اور ہی منزل مین رہتے ہین
کسی کا مدعا نکلے کسی کا حوصلہ نکلے | مرے ارمان کیا شے ہین جو دل کے دل مین رہتے ہین
چراغ و شمع پر کیا منحصر ہے رات بھر جلنا | بہت سے جلنے والے آپ کی محفل مین رہتے ہین
سوالِ وصل پر کس لطف سے ارشاد ہوتا ہے | سوالِ وصل کیسا جب تمھارے دل مین رہتے ہین
کہان جائین یہان سے اُٹھ کے ہنگامے قیامت کے | ہمارے ساتھ وہ بھی کوچۂ قاتل مین رہتے ہین
وہ رہنے کیلئے ناصح کوئی گھر اور کیون ڈھونڈین | ہمارے دل کے مالک ہین ہمارے دل مین رہتے ہین
عدو کو کیا خبر اس کی محبت مین مزہ کیا ہے | یہ اُسکے دل سے پوچھین آپ جسکے دل مین رہتے ہین
کسی کا بھی چراغ اُنکے مقابل جل نہین سکتا | ہمیشہ شمعِ محفل بنکے وہ محفل مین رہتے ہین
وہ اپنے حسن پر خود ہو کے شیدا کہہ اُٹھے مجھ سے | تمھارے دل کے ارمان اب ہمارے دل مین رہتے ہین
قدم رکھا جو راہِ عشق مین ہم نے تو یہ دیکھا | جہان مین جتنے رہزن ہین اسی منزل مین رہتے ہین

صیاد اور کچھ نہو اتنا تو ہو لحاظ
بلبل مرے تو پھول اڑین فصلِ بہار مین

کہتے ہین وصل کا تو نہین مجکو اختیار
ہان وعدہ وصل کا ہے مرے اختیار مین

اٹکھیلیان نسیم وصبا کی نہ پوچھئے
یہ حال ہے کہ اُڑتی ہین فصلِ بہار مین

آخر مرے گھر آ ہی گیا وہ بُتِ حسین
کچھ شک نہین ہے قدرتِ پروردگار مین

بلبل تری خوشی مین شگوفے بھی ہین شریک
پھولے نہین سماتے ہین فصلِ بہار مین

یون ہی تھے شوخ اور بھی بیچین ہو گئے
رہ رہ کے آپ میرے دلِ بیقرار مین

جوبن جو ہے چمن پہ وہی میکدے پہ ہے
گل اپنے رنگ مین ہین مُل اپنی بہار مین

محمل سوار تجکو بگولے کا ہے گمان
لپٹا ہوا نہ قیس کہین ہو غبار مین

بے پر جو ہین خزان مین عنادل تو غم نہین
کلیان نکل ہی آئینگی فصلِ بہار مین

آسان نہین کہ شاہدِ مقصد ہو ہمکنار
عُمرین گزر گئی ہین اِسی انتظار مین

نام ونشان بتائین قفس والو! کیا تمہین
ہم وہ ہین جو اسیر ہوئے ہین بہار مین

اچھا یہ عیب چُن کے نکالا ہے آپنے
پھولون کی بو نہین ہے دلِ داغدار مین

پھولون کے چاک چاک گریبان دیکھئے
وحشی نکل پڑے ہین کہان سے بہار مین

قسمت پہ اُن گلون کی نہ کیون دل کو رشک ہو
ہوتی ہے جنکی رات بسر زلفِ یار مین

ہے رنگ عارضی چمنِ روزگار کا
بُودے لگے ہین پھول خزان کی بہار مین

یہ دوپہر کا وقت ہے آرام کیجئے
کیون جائین آپ دھوپ مین گرد وغبار مین

گلشن سے اُٹھ گئی وہ گرانباریِ خزان
ایک ایک خار پھول ہے فصلِ بہار مین

کیا آہِ عندلیب کی آندھی چلی ہے آج
سب پھول ہین اٹے ہوئے گرد وغبار مین

کچھ اور ہی ہے شان تمھارے شباب کی
گلشن کی سیر ہمنے بھی کی ہے بہار مین

نظر بھی وہ ملا سکتے نہین دل کی کدورت سے
ہم اُن کے سامنے کیا ہین پس دیوار بیٹھے ہین

منانا پیار کرکے ہو گیا آفت مرے حق مین
مرے ہین اب اُنھین جب دیکھئے بیزار بیٹھے ہین

اجل کے نام سے ڈر جائینگے یون نامہ بر کہنا
کسیکے منتظر اب آپکے بیمار بیٹھے ہین

گواہی دے رہے ہین سب کہ بے شک دلنشین تو ہے
ترے ناوک جو دل پر آئے نگاہِ یار بیٹھے ہین

کہا جانے کو جب اُسنے تو جانِ ناتوان بولی
کہ چلئے ہم بھی چلنے کیلئے تیار بیٹھے ہین

کہو برقِ جمالِ یار سے ہان دیر اب کیا ہے
جگر تھامے ہوئے سب طالبِ دیدار بیٹھے ہین

عیادت کر گئے وہ آج آکر اِس طرح میری
ہمارے واسطے یہ بھی بنے بیمار بیٹھے ہین

وہ سب کو مست کرکے اپنے جلوے سے یہ کہتے ہین
ہماری بزم مین میخوار ہی میخوار بیٹھے ہین

شبِ وعدہ گمان پیہم یہ ہوتا تھا کہ اب آیا
تری تعظیم کو اُٹھ اُٹھ کے ہم سو بار بیٹھے ہین

سمان وہ میکدے کا آجتک آنکھون مین پھرتا ہے
کہ ساقی بیچ مین چار و طرف میخوار بیٹھے ہین

بہار آنے پر دیکھا چاہیے کیا رنگِ وحشت ہو
ابھی سے ہوش اُڑنے کیلئے تیار بیٹھے ہین

سُنا جب سے کہ تونے پائبوسی کی بجھائی ہو
بہت امیدوارِ شتر بشیدار بیٹھے ہین

گریبان پھاڑنا گلیون مین پھرنا پھر غنیمت تھا
جنون کا ساتھ جبدن سے چھٹا بیکار بیٹھے ہین

شریکِ بزمِ جانان ہو کے ایسے مست و بیخود ہین
نظر آپسر نہین ہم ہین کہ گھر اغیار بیٹھے ہین

جلیل اُس انجمن کو دور ہی سے ہے سلام اپنا
جہان چارون طرف اغیار ہی اغیار بیٹھے ہین

دھڑکا سحر کا ہے جو شبِ وصلِ یار مین
غم ہے مری خوشی مین خزان ہے بہار مین

ساقی پلا دے پھول نہ کھو انتظار مین
کیا شاخ ہے لگی ہوئی فصلِ بہار مین

خط ہے حجاب جلوۂ رخسار کیلئے
وہ شہسوارِ حسن چھپا ہے غبار مین

ہجوم عاشقاں اُنکی گلی میں لطف دیتا ہے / کہ سو در پر کھڑے ہیں سو پس دیوار بیٹھے ہیں

وہ یہ سنکر کہ ساری خلق مشتاقِ شہادت ہے / مگر کھولے ہوئے رکھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

دیا یہ حکم اُسنے گھر سے جب خنجر بکف نکلا / وہ سب آجائیں در پر جو پس دیوار بیٹھے ہیں

نہیں معلوم کیوں برہم ہوئے کیوں چڑھ گئی تیوری / کھچے بیٹھے ہیں وہ کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

عجب کیا ہے کسیدن آکھڑے ہوں آپ کوٹھے پر / اسی امید میں لاکھوں پس دیوار بیٹھے ہیں

نرالا دور ہے یہ آپ کا دورِ مسیحائی / ہزاروں ہیں کہ اپنی جان سے بیزار بیٹھے ہیں

نگاہیں لڑ رہی ہیں ہو رہا ہے کشت و خوں ہر سو / وہ اپنے چین سے باندھے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

دھرے آئینہ آگے کر رہے ہیں عکس کا شکوہ / یہ کون آئے جو بنکر طالب دیدار بیٹھے ہیں

بہت خوش ہیں ادا ایجاد کر کے جان لینے کی / وہ کیا جانیں کہ ہم خود جان سے بیزار بیٹھے ہیں

کروں اسوقت قسمت آزمائی چھیڑ کر اُن کو / کہ دستِ نازنیں میں وہ لئے تلوار بیٹھے ہیں

گلے لپٹا تھا شاید کوئی آکر خواب میں اُنکے / اُٹھے ہیں تو وہ اک اک سے بیزار بیٹھے ہیں

ابھی شاید کوئی ارمان اُن کے دل میں باقی ہے / جو میری لاش پر کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں

جلیل اب کیا کہوں تم سے اُداسی بزم ہستی کی
ہزاروں تھے جہاں بیٹھے وہاں دو چار بیٹھے ہیں

وہ کہتے ہیں مسیحائی کو ہم تیار بیٹھے ہیں / یہ پوچھو کیا ابھی تک آپکے بیمار بیٹھے ہیں

ہمیں کہتے یہ سنکر جان سے بیزار بیٹھے ہیں / ادا قاتل کی بولی آؤ ہم تیار بیٹھے ہیں

کچھ اس انداز سے بیٹھے ہیں وہ پہلوئے دشمن میں / کوئی جانے کہ اُسکی شکل سے بیزار بیٹھے ہیں

سنی ہے عاشقوں کی موت آب آئینہ کیا دیکھیں / حقیقت میں وہ اپنی شکل سے بیزار بیٹھے ہیں

ترے بیمار اٹھ سکتے نہیں گو اپنے بستر سے / مگر دنیا سے اُٹھنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں

باغ مین جب آ گئے ہین لیکے وہ تیر و کمان
چھید کر بلبل کا دل ڈالے ہین وزن پھول مین

رنگِ وحدت باغ مین چھایا ہوا ہے اے جلیلؔ
سونگھتے ہین ایک سی بو دوست دشمن پھول مین

خسروِ ملکِ دین معین الدینؒ
خضرِ راہِ یقین معین الدینؒ

چارہ جوئی کرے کوئی کس سے
چارہ گر ہو تمھین معین الدینؒ

ہو توجّہ۔ کہ ہم غریبون کا
اور کوئی نہین معین الدینؒ

سب نے پائی مُراد مُنہ مانگی
رہ گئے اک ہمین معین الدینؒ

ہو گئی ہے باین فراخی۔ ہائے
تنگ مجھ پر زمین معین الدینؒ

قربِ مقصود ہو نصیب مجھے
دور ہو غم کہین معین الدینؒ

آپ کے در کا ایک سائل ہے
یہ جلیلِ حزین معین الدینؒ

ہزارون جان دینے کیلئے تیار بیٹھے ہین
مگر وہ ہین کہ زانو پر دھرے تلوار بیٹھے ہین

یہان دم پر بنی ہے جان سے بیزار بیٹھے ہین
وہ کہتے ہین ابھی سے آپ ہمت ہار بیٹھے ہین

یہ میخانہ ہے جو دم بھر کو بھی سونا نہین ہوتا
اِدھر دو چار بیٹھے ہین اُدھر دو چار بیٹھے ہین

دکھا کر وہ بہارِ حسن کب کے چلدیے لیکن
جہان بیٹھے تھے انکے طالبِ دیدار بیٹھے ہین

ہمین تو اُسکے کوچے مین کسی صورت بسر کرنا
کھڑے ہین یا پڑے ہین پاسِ دیوار بیٹھے ہین

خدا ہی ہے جو نکلے آج بھی حسرت شہادت کی
کہ وہ کچھ سوچ مین ٹیکے ہوئے تلوار بیٹھے ہین

اُٹھاتے کیون ہمین وہان سے یہ ہم نے کہدیا اُنسے
تھکے ماندے ہین زیرِ سایۂ دیوار بیٹھے ہین

ہمارے جان دینے کی اُنھین پھر قدر کیا ہوگی
یہ کیون کہیے کہ اپنی جان سے بیزار بیٹھے ہین

خیال آتا ہے دل مین اس طرح لطفِ جوانی کا
سبق بھولا ہوا جس طرح لڑکے یاد کرتے ہین

بتانِ سنگدل نے آسیا کی چال اڑائی ہے
کہ مجکو پیستے ہین اور خود فریاد کرتے ہین

جلیل اب تک تمھین بھولے نہین یارانِ میخانہ
گھٹا جب دیکھتے ہین تمکو گھڑیون یاد کرتے ہین

ہے کسی کا روے رنگین عکس افگن پھول مین
پھول گلشن مین کھلا ہے اور گلشن پھول مین

تو ہی تو آیا نظر اے رشکِ گلشن پھول مین
تیری رنگت تیری خوشبو تیرا جوبن پھول مین

رشک آتا ہے جو کہتی ہے چمن مین بوے گل
مین وہ بلبل ہون کہ ہے میرا نشیمن پھول مین

ساغرِ مے دے رہا ہے دستِ ساقی مین بہار
عکس یہ ہے کہ ہے یا پھولا ہے گلشن پھول مین

رنگ یہ آتا ہے دل اڑ جاتے ہین بو سے حواس
بلبلون کے لوٹنے کو دو ہین رہزن پھول مین

آج کوئی پھول گلشن مین نظر آتا نہین
ہاے وہ دن جب نظر آتا تھا گلشن پھول مین

تو جو گلشن مین رہا اُس کا یہ ادنیٰ فیض ہے
بس گئی خوشبو تری اے رشکِ گلشن پھول مین

کیا معطر ہے پسینہ اُس گلِ رخسار کا
عطر ایسا کچھ نہین سکتا کئی من پھول مین

باغ مین جبتک رہے چُنتے رہے دامن مین پھول
میکدے مین آکے ہم رنگتے ہین دامن پھول مین

زندگی اسکی ہے جس کو موت ہو ایسی نصیب
جان بلبل کی پڑی ہے وقتِ مُردن پھول مین

کون کہتا ہے چمن رنگِ جنون سے پاک ہے
پرزے پرزے ہین سبھی جتنے ہین دامن پھول مین

جب سے چمکی ہے چمن مین آپ کی برقِ جمال
دیکھتا ہون جلوہ وادیِ ایمن پھول مین

قہر ہے رخسارِ نازک سے لپٹنا زلف کا
دیکھو دیکھو گھر کئے لیتی ہے ناگن پھول مین

دل جلانے کا عوض لیتے ہین یون اے باغبان
آگ بلبل نے لگا دی کر کے شیون پھول مین

چھپ نہین سکتے چمن مین تم نگاہِ شوق سے
بل نہین سکتا تمھارا روے روشن پھول مین

گلے مین ایک اک بلبل کے ہے پھندا محبت کا
وہی گل بھی تو کرتے ہین جو کچھ صیاد کرتے ہین

ذرا ملنا ذرا کھچنا ذرا نرمی ذرا گرمی
مزے لے لیکے وہ عُشّاق پہ بیداد کرتے ہین

صدا ناقوس کی سُنکر بُت بے رحم کہتا ہے
جو ہمکو چاہتے ہین وہ یہ ہین فریاد کرتے ہین

کہین کُشتون کی لاشین ہین کہین کُشتون کے مدفن ہین
جدھر جاتے ہین وہ بستی نئی آباد کرتے ہین

جلیلؔ آسان نہین آباد کرنا گھر محبت کا
یہ اُن کا کام ہے جو زندگی برباد کرتے ہین

نہ پوچھو کون ہین کیون نالہ و فریاد کرتے ہین
بتون کے ہم ستائے ہین خدا کو یاد کرتے ہین

زہے قسمت کہ جب تازہ ستم ایجاد کرتے ہین
وہ میرا حق سمجھتے ہین وہ مجھکو یاد کرتے ہین

بجا ارشاد ہوتا ہے کہ تم کو یاد کرتے ہین
یہ کیون کہتے نہین بیٹھے ستم ایجاد کرتے ہین

کسی کے غمزۂ بیجا اُٹھانا کب گوارا ہے
فقط خاطر تری ہم اے دلِ ناشاد کرتے ہین

سپند اُسنے بنا رکھا ہے اپنے تفتہ جانون کو
تڑپتے ہین اور اُسکے ساتھ ہی فریاد کرتے ہین

مسیحائی نہ دیکھی ہوگی تونے تیغِ قاتل کی
ٹھہر جا ہم دوا تیری دلِ ناشاد کرتے ہین

بُتِ معشوق جس دن سے کبھی فرصت نہین ہوتی
ستم پر وہ ستم بیداد پر بیداد کرتے ہین

اسیری کی ہوا کیا رہنے دیگی باغ مین ہمکو
کئی دن سے تلاشِ خانۂ صیاد کرتے ہین

نہ ہوتے چاہنے والے نہ ایسی سوجھتی اُن کو
ستم کش مل گئے ہین وہ ستم ایجاد کرتے ہین

کسے صدمہ نہین رنگِ چمن کی بے ثباتی کا
چٹکتے ہین جو غنچے اصل مین فریاد کرتے ہین

بتون کا دیکھ کر برتاؤ یہ کہنا ہی پڑتا ہے
وہی اچھے ہین جو بیٹھے خدا کو یاد کرتے ہین

کرینگے حشر مین فریاد کسوقت آپکے کُشتے
ابھی تک تو وہ سُنکر لذتِ بیداد کرتے ہین

اسیرون کی فغان سے تو نہ اے صیاد برہم ہو
فغان کرتے نہین تجھ سے ترے نغمے یاد کرتے ہین

راہِ طلب مین ایسا خود رفتہ کون ہوگا
منزل پہ ہم پہونچکر منزل کو ڈھونڈتے ہین

کاٹے نہین جو کٹتے فرقت مین دن ہمارے
خنجر کی جستجو ہے قاتل کو ڈھونڈتے ہین

جو زخم دے چکے ہین جی لینے کو ہی کافی
ابکس لئے وہ اپنے بسمل کو ڈھونڈتے ہین

تمنے جو اپنے رُخ سے پردہ اُٹھا دیا ہے
تارے فلک پہ ماہِ کامل کو ڈھونڈتے ہین

اللہ رے عشقِ لیلے مجنون کے بن مین ابتک
اُٹھتے ہین جو بگولے محمل کو ڈھونڈتے ہین

اُلجھے ہوے وہ گیسو ہین کس قدر پریشان
جب سے یہ سُن لیا ہے ہم دل کو ڈھونڈتے ہین

بے تیر بے کمان کے جو دل شکار کرلے
ہمتو جلیل ایسے قاتل کو ڈھونڈتے ہین

کلیجا تھام کر جب دل دُکھے فریاد کرتے ہین
بتانِ سنگدل اُسدم خدا کو یاد کرتے ہین

تڑپتے لوٹتے ہین نالہ و فریاد کرتے ہین
ہم اپنے بھولنے والون کو یون ہی یاد کرتے ہین

بُتِ ظالم یہ کہتا ہے جو ہم فریاد کرتے ہین
خدا کے چاہنے والے خدا کو یاد کرتے ہین

سمجھتے ہین کہ ہم کو ایک دن معشوق بننا ہے
فلک سے پوچھتے ہین کسطرح بیداد کرتے ہین

عدو لوٹین جوانی کے مزے پروا نہین اُنکو
ملی ہے مُفت کی دولت اُسے برباد کرتے ہین

ہماری بیخودی کا حال وہ پوچھین جو اے قاصد
تو کہنا ہوش اتنا ہے کہ تم کو یاد کرتے ہین

الٰہی محفلِ مستان تجلی گاہ ہے کس کی
اِدھر کچھ لوٹتے ہین کچھ اُدھر فریاد کرتے ہین

تمہاری بیوفائی ہم نہ بھولے ہین نہ بھولین گے
دیا ہے وہ سبق تمنے کہ ابتک یاد کرتے ہین

ہمین کرنی پڑی آخر رعایت ناتوانی کی
کئی دن سے کلیجا تھام کر فریاد کرتے ہین

جُدا ہونے پہ دونون کا یہی معمول ٹھہرا ہے
وہ ہمکو بھول جاتے ہین ہم اُنکو یاد کرتے ہین

غبارِ عاشقان کوئے حسینان سے جو اُٹھتا ہے
وہ کہتا ہے فلک سے دیکھ یون بیداد کرتے ہین

ایکدن فرصت نہ پائی ہمنے اشک و آہ سے
سرزمینِ عشق کی آب و ہوا اچھی نہین

اک سرے سے مَے بُری ہو شیخ ہم قائل نہین
یہ کہو تھوڑی سی اچھی ہے سوا اچھی نہین

تو ہوا ہو جائے گی اُلجھینگے وہ عشاق سے
چھیڑ زلفِ یار سے بادِ صبا اچھی نہین

تم بہت اچھے خدا رکھے سدا اچھا نہین
تمکو کیا حالت مری اچھی ہو یا اچھی نہین

خود کہا تھا تم نے ہم تم ہون جہان کوئی نہو
اسلئے ہے عرض خلوت مین حیا اچھی نہین

ہم وفا تم سے کرین تم غیر سے کیا قہر ہے
دوسری ہمکو سزا دو یہ سزا اچھی نہین

برہمی کے رہتے ہین آثار تیور سے عیان
آنکھ اچھی ہے نظر اے دلربا اچھی نہین

اب ستمگر تم کو کہتا ہے زمانہ یا ہمین
ہم نہ کہتے تھے غریبون پر جفا اچھی نہین

عشقبازی مین جہانتک تجربہ حاصل ہوا
سب کا حاصل ہے یہی رسمِ وفا اچھی نہین

آپ کی بیمار آنکھین اور اُن پر اتنا بار
چتونون مین ساتھ شوخی کے حیا اچھی نہین

حُسن کرتا ہے ادا پیدا تو کہتی ہے نگاہ
جو نہ بڑھ جائے قضا سے وہ ادا اچھی نہین

آپکے دشمن جلائین دل ہمارے سوگ مین
اس قدر بھی گرمیِ بزمِ عزا اچھی نہین

اپنے بیمارون سے کہتے ہین دکھا کر آبِ تیغ
اس دوا کے سامنے کوئی دوا اچھی نہین

اُن کے دل سے پوچھ جنکا ہے کلیجا پاش پاش
ہے چھُری اچھی تری بانکی ادا اچھی نہین

حُسن ہوتا ہے تو ہوتی ہے نظر کب عیب پر
وہ بھی اچھی ہے تمہاری جو ادا اچھی نہین

ہاتھ مین سبحہ بتون کی آرزو دل مین جلیل
اس طرح یادِ خدا مردِ خدا اچھی نہین

جو دل کو کھو چکے ہین وہ دل کو ڈھونڈتے ہین
ہم دل سے تنگ ہو کر قاتل کو ڈھونڈتے ہین

کیا دُھن ہے جستجو کی یہ بھی خبر نہین ہے
دلبر کو ڈھونڈتے ہین یا دل کو ڈھونڈتے ہین

یہ سخن وہ ہے کہ رکھینگے سخندان دل مین

کون کہتا ہے کہ شرمیلی ادا اچھی نہین
ہے بہت اچھی مگر ہم سے حیا اچھی نہین

تم کہو ناصح حسینون کی ادا اچھی نہین
ہم تو یہ بھی کہہ نہین سکتے جفا اچھی نہین

خوش ادا ہین آپ لیکن یہ ادا اچھی نہین
سُن چکے جب داستان میری کہا اچھی نہین

اُن کے ہاتھون روز ابؔ ہوتا ہے خونِ آرزو
ایکدن مُنہ سے یہ نکلا تھا حنا اچھی نہین

مُنہ سے کب برقع ہٹایا جب اُجالا ہو گیا
ہے حیا اچھی مگر اتنی حیا اچھی نہین

آپ کو جلوہ دکھانا ہے تو باہر آئیے
لنترانی کی یہ در پردہ صدا اچھی نہین

آئنہ کیا اس کو سمجھے گا یہ ہم سے پوچھیے
کون سی اچھی ادا ہے کون ادا اچھی نہین

آہ کی تھی قیس نے اس کو زمانہ ہو گیا
آج تک سُنتے ہین صحرا کی ہوا اچھی نہین

اُن مریضون مین مرے عیسیٰ نے رکھا ہے مجھے
جنکے حق مین درد اچھا ہو دوا اچھی نہین

ساتھ خنجر کے کوئی تیرِ نظر بھی چاہیے
مجرمِ اُلفت ہون مین تھوڑی سزا اچھی نہین

خاک میری کوے جانان سے اُڑاتا ہے ستم
یہ ہوا خواہی تری بادِ صبا اچھی نہین

دو شگفتہ ہین جو دل تو چار مرجھائے ہوئے
سچ تو یہ ہے باغِ عالم کی ہوا اچھی نہین

پہلے زاہد دیکھ لے ساقی کی مستانہ نگاہ
پھر یہ پوچھینگے شراب اچھی ہے یا اچھی نہین

آپ نے تصویر بھیجی مین نے دیکھی غور سے
ہر ادا اچھی خموشی کی ادا اچھی نہین

ہاتھ جو دیکھے وہ دے الزامِ خونِ عاشقان
اس قدر بھی شوخیِ رنگِ حنا اچھی نہین

بوے گل کے واسطے بلبل قفس مین مر نہ جاے
اس قدر تاخیر اے بادِ صبا اچھی نہین

مست آنکھون پر بکھر کر زلفِ ساقی نے کہا
جو نہ میخانے پہ چھائے وہ گھٹا اچھی نہین

ظلم سے بھی کردیا محروم ہم کو آپ نے
وہ جفا اچھی تھی لیکن یہ جفا اچھی نہین

دل کے جانے کا مجھے رنج نہین سوچ نہین
اسکو روتا ہون کہ تھا زیست کا سامان دل مین

در ہم داغ یہ ہے لالۂ گلشن نازان
ایسے سکے ہین ہزارون مرے ویران دل مین

دے گیا داغ جدائی کا ہر اک گل اس کو
آج بلبل لیے پھرتی ہے گلستان دل مین

جی بہلنے کو وہ اے پردہ نشین کافی ہے
تیری تصویرِ خیالی ہے جو چسپان دل مین

تہین آکر جو نکالو تو نکل سکتے ہین
چھاونی چھائے ہوئے ہین غم و حرمان دل مین

داغ کیا درد و الم کیا سبھی چھپ جاتے ہین
رازِ الفت ہے جو ہوتا نہین پنہان دل مین

کوہ مین کبکِ دری صحنِ چمن مین طاؤس
اور وہ سروِ خرامان ہے خرامان دل مین

اور تو کوئی مکان یار کے رہنے کا نہین
کبھی ہوتا ہے تو ہوتا ہے وہ مہمان دل مین

بے ٹھکانے نہ ہوئی بات کوئی قاتل کی
تیر چٹکی سے چلا اور تھا پیکان دل مین

وہ جو چٹکی سے چھڑکتے ہین نمک زخمون پر
جی مین آتا ہے کہ رکھ لون مین نمکدان دل مین

جا بجا یار نے جاسوس لگا رکھے ہین
اشک آنکھون مین جگر مین تپش ارمان دل مین

بھولی صورت پہ تمھاری مرا دل آیا تھا
کیا خبر تھی کہ بھرے بیٹھے ہو چھریان دل مین

جی مین ہے شیخ کو اس بت کی دکھا دون تصویر
مان جائیگا اگر کچھ بھی ہے ایمان دل مین

ایسے دیکھے نہ سُنے خون کے پیاسے نشتر
پھر نکلتی نہین چبھکر تری مژگان دل مین

دورِ قاتل ہے دورنگی کا مٹانے والا
دل کا ہم رنگ ہوے ڈوب کے پیکان دل مین

مین یہ کہتا نہین محفل مین بٹھاؤ مجکو
ہان جگہ چاہیئے تھوڑی سی مری جان دل مین

دلِ انسان مین عجب جلوہ نظر آتا ہے
آنکھین کھُل جائین کرے غور جو انسان دل مین

روز بگڑے ہوئے تیور نہین دیکھے جاتے
منہ سے کہہ ڈالئے جو کچھ ہو مری جان دل مین

لوگ کہتے ہین محبت سے غزل سُنکے جلیل

دستِ قاتل کا نہ بسمل سے علاقہ چھوٹے
تیر چٹکی مین رہے تیر کا پیکان دل مین

عاشقِ زلف کو خلوت مین ہے جلوت کا مزہ
جمع رہتے ہین خیالاتِ پریشان دل مین

زخم کے چور سے یہ چور نہین کم قاتل
چھپ کے بیٹھا ہے ترے تیر کا پیکان دل مین

ہم جو کہتے ہین کہ دل دے کے تمہین پچھتائے
وہ یہ کہتے ہین کہ ہم بھی ہین پشیمان دل مین

ہر چہ در کانِ نمک رفت نمک شد آخر
خون کی بوند ہوا ڈوب کے پیکان دل مین

آج موقع ہے کہ ہو تیر سے ترکش خالی
رہ نہ جائے مرے قاتل کوئی ارمان دل مین

دل کے اغیار سے جسنے مجھے بیچین کیا
شرم کہتی ہے کہ وہ بھی ہے پشیمان دل مین

جیسے طائر کو ہو محبوب نشیمن اپنا
اُتر آتا ہے یوہین تیر کا پیکان دل مین

بھول سکتا نہین احسان تری آنکھون کا
آجتک ہے خلشِ جنبشِ مژگان دل مین

دونون پُرخون ہین سمجھ مین نہین آتا قاتل
دل ہے پیکان مین کہ ہے تیر کا پیکان دل مین

گھر مین اللہ کے اندھیر یہ بُت کرتے ہین
آتے ہین کھولے ہوئے زلفِ پریشان دل مین

قتل کر کے جو ہمین آج بہت خوش ہین جلیل!
منہ سے چاہے نہ کہین ہونگے پشیمان دل مین

پہلے ایسے تو کھٹکتے تھے نہ ارمان دل مین
رہگیا ہو نہ کوئی ٹوٹ کے پیکان دل مین

خون کا نام نہین اب تو مری جان دل مین
شک اگر ہو تو چبھو دیکھیے پیکان دل مین

خوبرو ناز و ادا سے ہین خرامان دل مین
مین سمجھتا ہون کہ چلتی ہین چھریان دل مین

کیون مین چاہون کہ بتون کا رہے ارمان دل مین
اُسپہ قانع ہون جو تھوڑا سا ہے ایمان دل مین

یار در خانہ و ما گردِ جہان می گردیم
جان ہے گرمِ تلاش اور ہے جانان دل مین

اپنے آرام کا پہلو کوئی دیکھا ہوگا
رہ گیا ٹوٹ کے قاتل سے جو پیکان دل مین

ایک وہ ہین، چاہنے والے ہزار
بیوفائی کی شکایت کیا کرین

جی مین ہے اک دن قضا سے پوچھیے
ہم علاجِ دردِ فرقت کیا کرین

یار نے قدرِ محبت کچھ نہ کی
اب بتا ہم اے محبت کیا کرین

ایک دل تھا آگیا وہ ایک پر
اب کسی سے ہم محبت کیا کرین

جانتے ہین ہے یہ سودا سر کے ساتھ
سُنکے ناصح کی نصیحت کیا کرین

آج ہم سے کل ملین اغیار سے
کہیے ایسون سے محبت کیا کرین

قابلِ جور و جفا سمجھے ہمین
شکر کی جا ہے شکایت کیا کرین

ہم تو بے پردہ تجھے دیکھین مگر
ڈالدے پردہ جو حیرت کیا کرین

اب تو کرتے ہین قیامت وہ بپا
دیکھیے روزِ قیامت کیا کرین

ہنس دیے سب زخم جب آئی بہار
اور اظہارِ مسرت کیا کرین

مہر و مہ کو حاجتِ غازہ نہین
حُسن والے کرکے زینت کیا کرین

حُسن تو بڑھتا ہی جاتا ہے ترا
اک نظر پر ہم قناعت کیا کرین

جی بہلتا ہے تڑپنے مین جلیل
شکوۂ دردِ محبت کیا کرین

رنگ لایا ہے ترے تیر کا پیکان دل مین
ایک غنچے سے کھلا ہے چمنستان دل مین

مین تو خوش تھا کہ ہوئے خیر سے مہمان دل مین
چٹکیان لینے لگے تم تو مری جان دل مین

خلشِ تازہ کا مُدت سے ہے ارمان دل مین
میرے قاتل کوئی چُبھتا ہوا پیکان دل مین

دردِ دل اُس بتِ بیدرد کے آگے کہکر
کیا کہین کیسے ہوئے آج پشیمان دل مین

کعبہ و دیر مین دوڑاتے ہو دھوکے دیکر
کیا کہینگے تمھین سب گبر و مسلمان دل مین

لیگئے کوے بوتراب مین پاؤن — دھوئیے چشمۂ گلاب مین پاؤن

یار نے سر مرا قلم کر کے — آج رکھا رہِ ثواب مین پاؤن

کیا یوہین گھر کسیکے جاتے ہین — اک زمین پر ہے اک رکاب مین پاؤن

وصل کا دن ہے مختصر کیسا — لگ گئے جیسے آفتاب مین پاؤن

کیا ملا کر کے حُسن کی تعریف — اُسنے دکھلا دیا جواب مین پاؤن

موجِ وحشت فلک سے کہتی ہے — کیا دھرون خانۂ حباب مین پاؤن

نیند بھی اپنی راہ لیتی ہے — کیا جمین دیدۂ پُرآب مین پاؤن

دل ہے نازک ہے دیکھ موجِ روان — چھو نہ جائے کہین حباب مین پاؤن

حسرتِ دید جاے اب کیونکر — سو گئے دیدۂ پُرآب مین پاؤن

جلوۂ دیر و کعبہ کیا دیکھون — کہین ٹکتے ہین اضطراب مین پاؤن

کیا بُرا نشہ ہے جوانی کا — لڑکھڑا جاتے ہین شباب مین پاؤن

آنکھ میری دہین بھر آئی ہے — اُسنے رکھے ہین جب رکاب مین پاؤن

پڑ گیا تھا بہک کے شیشے پر — خشک کرتا ہون آفتاب مین پاؤن

تیغ پیاسون کی دستگیر ہوئی — تھک گئے جب تلاشِ آب مین پاؤن

ایک دن کر کے سیرِ کوچۂ یار — پڑ گئے ہین عجب عذاب مین پاؤن

ہاتھ چومے حنا جلیل اُن کے
چھو سکین ہم نہ جنکے خواب مین پاؤن

ناصحا! ہم ترکِ اُلفت کیا کرین — ہو جو بے قابو طبیعت کیا کرین

آگئی تم پر طبیعت کیا کرین — اپنا لکھا اپنی قسمت کیا کرین

رس بھری آنکھوں سے ہو ساقی تری ساقی گری
ورنہ جام مے لگی دل کی بجھا سکتے نہین

بیٹھنے کو بزم خوبان مین کلیجا چاہیے
ہم کسی کا غمزۂ بیجا اُٹھا سکتے نہین

کس قدر مجبور کر کے اُسنے رکھا ہے ہمین
سو رہی ہے اپنی قسمت ہم جگا سکتے نہین

ہم نے مانا نازنین تم ناتوان ہم ہین مگر
ملکے دونون بیچ سے پردہ اُٹھا سکتے نہین

کیا نزاکت ہے حسینون کے تصدق جائیے
دل مین آ سکتے ہین لیکن دل سے جا سکتے نہین

رازِ دل کہہ کر بُتِ کمسن سے خود رسوا ہوئے
جانتے تھے ہم کہ غنچے بُو چھپا سکتے نہین

ہاتھ جینے سے اُٹھانا باغبان آسان ہے
آشیان اپنا چمن سے ہم اُٹھا سکتے نہین

ایسے کچھ کھوئے گئے ہین ہم تلاشِ یار مین
ہوش بھی اپنے اگر ڈھونڈین تو پا سکتے نہین

بیٹھ کر تربت پہ یہ کہنا کسی کا ہائے ہائے
مین نہ سمجھا تھا کہ میرا ناز اُٹھا سکتے نہین

نوجوانی آگئی اب خیرِ جانون کی نہین
وہ اُٹھا فتنہ جسے تم بھی دبا سکتے نہین

لاش پر رونے سے بھڑکی اور سودائی کی آگ
خاک ڈالو خاک پانی سے بجھا سکتے نہین

غمزۂ خونریز پایا ہے بتون نے اس لئے
نازنین ہین ہاتھ سے خنجر اُٹھا سکتے نہین

کیون نہ ہمکو رشک آئے شمع پر اے ضبطِ عشق
جل رہا ہے دل مگر آنسو بہا سکتے نہین

کیون تمھین عشاق سے ہونے لگی شرمندگی
آنکھ قاتل ہے تو ہو کیا اب جِلا سکتے نہین

دردمندانِ محبت کو دوا سے کیا غرض
اے مسیحا درد کا دل ہم دُکھا سکتے نہین

جب کہا کشتے جلانے کو تو بولے ناز سے
ہم سُلا سکتے تو ہین لیکن جگا سکتے نہین

آج شاید بھول ہین بلبل کے صحن باغ مین
اوس غنچون پر پڑی ہے مسکرا سکتے نہین

مدعی فتنے اُٹھاتے ہین اُٹھانے دو جلیل
قلب پر سکے جو بیٹھے ہین اُٹھا سکتے نہین

ہمین کیا حُسن والون سے اگر آباد ہے دُنیا
تمھارے نام لیوا ہین تمھارا نام لیتے ہین

ارادہ دُور کا ٹھہرا تو پھر تربت مین سونا کیا
تھکے ماندے مسافر ہین ذرا آرام لیتے ہین

جہان لاکھون کرشمے ہین وہان اک شان یہ بھی ہے
اداسے کام لیتے ہین قضا کا نام لیتے ہین

تڑپ دل کی فغان دل کی انھین کے ہے اشارے سے
کبھی کچھ کام لیتے ہین کبھی کچھ کام لیتے ہین

فلک کے سر کبھی الزام تھا خونِ شہیدان کا
تمھاری جان سے دُور اب تمھارا نام لیتے ہین

سمجھ کر شاخِ گل بلبل ہوا سے ٹوٹ پڑتی ہے
وہ جسدم دستِ نازک مین گلابی جام لیتے ہین

جنابِ دل محبت کا گلہ کرتے ہین آنکھون سے
بڑے حضرت ہین اپنے سر یہ کب الزام لیتے ہین

جلیل اٹھو نکلنا وادیِ وحشت سے مشکل ہے
جہان اُٹھکر چلے ہم خار دامن تھام لیتے ہین

کیا غضب ہے ہم محبت بھی جتا سکتے نہین
دل دکھا سکتے ہین دردِ دل دکھا سکتے نہین

لاشِ عاشق پر وہ اپنا غم چھپا سکتے نہین
مسکرانا چاہتے ہین مسکرا سکتے نہین

جستجوے یار سے ہم باز آسکتے نہین
گو یہ ہین سمجھے ہوے دل مین کہ پا سکتے نہین

تم کہانتک حُسن کا عالم دکھاؤ گے مجھے
وصل کے ارمان اب دل مین سما سکتے نہین

یان تک آنے مین حیا پر کونسا الزام ہے
کیا تمھین ہم دل کے پردے مین چھپا سکتے نہین

کھینچتا ہے نقش کیا کیا دل مین نقاشِ خیال
دیکھنے کی سیر ہے لیکن دکھا سکتے نہین

کس اداسے تم نے ٹالا ہے قیامت پر وصال
اس ادا پر ہم قیامت کیا اُٹھا سکتے نہین

بیٹھ کر پردے مین یہ ہنگامہ آرا کون ہے
جانتے سب کچھ ہین لیکن ہم بتا سکتے نہین

سخت مشکل ہے کہ تیرا نقشِ پا ہے خاک پر
ہم اُٹھا سکتے نہین اسکو مٹا سکتے نہین

ہوش جاتے ہین تبون کے۔ دیکھ کر داغِ جگر
چوٹ ان پھولون کی پتھر بھی اُٹھا سکتے نہین

بتون کو گھورتے ہین اور پھر اللہ والے ہین

بہار مین تھی جو دل بستگی خزان مین نہین
ہم آشیان مین ہین ایسے کہ آشیان مین نہین

جفا سے ہاتھ اُٹھایا ہے یار نے جب سے
ہمارا پوچھنے والا کوئی جہان مین نہین

چلا ہون شیخ کی خدمت مین لے کے یہ مژدہ
کہ آج صدر نشین محفلِ مغان مین نہین

یہی تو دو ہین ٹھکانے غریب بلبل کے
قفس مین ہوگی اگر اپنے آشیان مین نہین

گلے پہ رکھ کے اُٹھالی چھری یہ کہتے ہوئے
یہ امتحانِ وفا کوئی امتحان مین نہین

خزان کے خوف سے بلبل کا دل لرزتا ہے
ہوا سے یہ حرکت شاخِ آشیان مین نہین

نصیب سے کہین مرنا کسی پہ ہوتا ہے
مزہ جو اس مین ہے وہ عمرِ جاودان مین نہین

یہ کہہ رہے ہین تڑپ میری دیکھنے والے
کچھ ایسا فرق زمین اور آسمان مین نہین

ہم اُن کو عشق مین ہم پلہ کب سمجھتے ہین
تُلے ہوئے جو ترازوے امتحان مین نہین

لگائی جاتی ہے بلبل کو کس لئے چوری
بچھے ہین لختِ جگر پھول آشیان مین نہین

پیامِ مرگ تو یہ ہے سدھارو دُنیا سے
یہان سکت ترے بیمارِ ناتوان مین نہین

ہمین تو یارون سے بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا
ہماری یاد بھی اب بزمِ دوستان مین نہین

جوان و پیر کا ملنا بھی کوئی ملنا ہے
ابھی تھا تیر کمان مین ابھی کمان مین نہین

شرر فشان ہو خدا کے لئے کہین بجلی
کہ ایک پھول بھی اب شاخِ آشیان مین نہین

ذرا سمجھ کے مری جان تیغِ ناز کھچے
تمہین تم اب ہو کوئی دوسرا جہان مین نہین

سُنا ہے جلوہ گہِ ناز مین وہ آتے ہین
چلو جلیل چلو دیر امتحان مین نہین

وہ اپنے مرِ ظلمون کا مُنہ سے جبدم نام لیتے ہین
یہ دیکھا ہے کہ ہاتھون سے کلیجا تھام لیتے ہین

یہان ہر شب فلک سے اور اپنے دل کے نالے ہین
خدا کے سامنے کہدین یہ بت سب دیکھے بھالے ہین
جو لکے ابر کے اُٹھے ہین کیسے کالے کالے ہین
چلا ہے اس تزک سے تیرا دیوانہ بیابان کو
تمہارا وعدہ سچا۔ قول سچا۔ اور تم سچے
ٹپکتی جاتی ہین بوندین لہو کی چشمِ مجنون سے
جسے مارا تری تیغِ نگاہِ ناز نے مارا
تہون مین بھی ہزارون چاند کے ٹکڑے نظر آئے
کوئی کیا جانے کیا چُبتی ہے لیلیٰ اپنی پلکون سے
ازل سے باغ مین جھنڈے گڑے ہین باغبان اپنے
جنون کے دن چلے کانٹے بچھے پھوڑے لین دل کے
جھجکتے آج کیون ہو کیا کوئی بیگانہ بیٹھا ہے
نہ تیر اس توڑ کے دیکھے نہ تیر انداز اس ڈھب کا
محبت نے بُتِ بیدرد سے یہ کہلوا چھوڑا
مرے کی خبر کیا ہے اے جنون تو فیصلہ کر دے
تصدق اُس کی قدرت کے کہ جسنے مہربان ہو کر
تماشا دیکھئے اُن مین زمانے کی دورنگی کا
بچھی ہین خاک پر سب دھجیان جیب و گریبان کی

ہزارون تیر ہمنے ایک ترکش سے نکالے ہین
تمہارے مُنہ لگے تو یہ کہین چُھپنے والے ہین
وہ سر آگئے ہونگے اُنھین جو بننے والے ہین
کہ دہنے بائین فوجِ اشک آگے آگے نالے ہین
مگر اس سے وہ کیا خوش ہو جسے جینے کے لالے ہین
کہین چھالو مین کانٹے ہین کہین کانٹو مین چھالے ہین
خدا لگتی کہینگے ہم بھی اک دن مرنے والے ہین
خدا نے نور کے سانچے مین کیا کیا پتلے ڈھالے ہین
یہ وہ کانٹے ہین جو مجنون کے تلوون سے نکالے ہین
یہ جتنے سروِ موزون ہین مرے برجستہ نالے ہین
غنیمت ہین جو تلوون مین مرے دو چار چھالے ہین
وہی ارمان ہین دلمین جو کل تم نے نکالے ہین
زمین پر ہے دلِ نالان فلک کے پار نالے ہین
کہ وہ جیتے رہین یارب جو ہم پر مرنے والے ہین
کھٹک کہتی ہے کانٹے ہین تپک کہتی ہے چھالے ہین
تمہارے وصل کے ارمان مرے دل سے نکالے ہین
جو گوری گوری صورت کالی کالی زلفون والے ہین
جنون تیرے لئے ہم نے نئے رستے نکالے ہین

جلیل ایسے بھی دو ہی چار نکلین گے زمانے مین

چلے اُٹھ کر وہ یون کہتے ہوے کشتون کے بالین سے
یہ ظالم نیند کے ملتے بلا کے سونے والے ہین

کہین جائین تمہارے دشت پیما چھپ نہین سکتے
زمین پر نقشِ پا کہتے ہین اُن تلوون مین چھالے ہین

یہ تھوڑا ظلم ہے اے محتسب تجھ سے خدا سمجھے
پٹک کر ایک شیشہ سیکڑون دل توڑ ڈالے ہین

جنون لیلےٰ کے آگے قیس کو اِس دھج سے لایا ہے
پھٹے کپڑے ہین منہ پر گرد ہے تلوون مین چھالے ہین

قدم اُٹھتے نہین ہین قافلے والون کے سُن سُن کر
یہ آوازِ جرس ہے یا کسی بیکس کے نالے ہین

تمیزِ دیر و کعبہ ہے نہ فکرِ دین و دُنیا ہے
یہ رندِ پاک طینت بھی ترے اللہ والے ہین

تمھارے مرثیون پر ہاے رے عالم قیامت مین
ہر اک کہتا ہے یارب یہ کہان کے نخے والے ہین

دغا کی ہے مقدر نے کہان غربت نصیبون سے
اُدھر رستے مین کانٹے ہین اِدھر تلوون مین چھالے ہین

بُرا ہو دردِ دل کا بات کرنی ہو گئی مشکل
اگر دو حرف مطلب ہین تو لب پر چار نالے ہین

مرے صیاد نے مجکو اُن آزادون مین رکھا ہے
رہا کرنے سے پہلے جن کے بازو توڑ ڈالے ہین

پتا چلتا ہے اِس سے فصلِ گل کی بے ثباتی کا
جو بلبل کے ترانے ہین وہی بلبل کے نالے ہین

علاجِ درد کو مین درد سے بڑھ کر سمجھتا ہون
چُبھے ہین دل مین وہ کانٹے جو تلوون سے نکالے ہین

ترے بیمارِ غم مین کیا کہون اب کیا رہا باقی
کچھ اشکِ بیکسی آنکھون مین ہین کچھ لب پہ نالے ہین

ستایا حسرتِ پرواز نے اتنا اسیرون کو
کہ تنگ آ کے اپنے بال و پر خود نوچ ڈالے ہین

وہ کہتے ہین کہ ہم موجود ہین جلوہ دکھانے کو
کوئی پوچھے کہ آنکھون پر یہ پردے کس نے ڈالے ہین

جلیل اب لطف کیا ہے میکدے مین اپنے رہنے کا
مکدر دخترِ رز ہے بھرے ہم سے پیالے ہین

جگر تھامے ہوے بیٹھے ہین جتنے سُننے والے ہین
مرے پُر درد نالے بھی بڑے بیدرد نالے ہین

نزاکت کی جو لیتے ہین ہمارے دیکھے بھالے ہین
وہ ایسے ہین کہ لاکھون عہد و پیمان توڑ ڈالے ہین

جیتے رہو مجھکو کیا مٹایا — یہ کام کیا ہے عمر بھر مین

ہے عمرِ روان مین شمع کا رنگ — گھر بیٹھے گزرتی ہے سفر مین

ہر کالۂ آتشِ جگر ہے — جو اشک ہے اپنی چشمِ تر مین

اُس چاند سے رُخ پہ عکسِ گیسو — دھبا سا نظر پڑا قمر مین

دُنیا سے جلیل ہاتھ اُٹھائے
بیٹھے ہین کسی کی رہگزر مین

دردِ دل چمکا تو پھر اُس مین کمی ہوتی نہین — اے فلک یان چار دن کی چاندنی ہوتی نہین

لاکھ چاہو دُور قسمت کی بدی ہوتی نہین — سچ کہا ہے جو نہین ہوتی کبھی ہوتی نہین

کوئی جب تک بیٹھے بیٹھے چٹکیان دل مین نہ لے — دل وہ پایا ہے کہ اپنی دل لگی ہوتی نہین

پردہ [illegible] لیلےٰ کی ٹھہری قیس کی عریان تنی — اُن کی ہوتی ہے ہنسی میری ہنسی ہوتی نہین

اک نگہ سے رہو جہان آئینۂ دل چور چور — وان یہ حیرت ہے کہ ٹکڑے آرسی ہوتی نہین

گرچہ خوگر ہو گئے ہین بیکسی کے ہم مگر — الامان وہ بیکسی جب بیخودی ہوتی نہین

مثلِ غنچہ ہے یہان انجام پر اپنی نظر — لب پہ ہوتی ہے ہنسی دل مین خوشی ہوتی نہین

لاکھ چھوڑو زلف کو شانے پہ تم جو ہو وہ ہو — حور کوئی پر لگانے سے پری ہوتی نہین

مین جو پہونچا یار بولا دیکھنا یہ ہین جلیل
مرنے مٹنے سے جنھین فرصت کبھی ہوتی نہین

سُنا ہے وہ سوِ گورِ غریبان آنے والے ہین — شہیدانِ محبت ہاتھ تربت سے نکالے ہین

گلے شکوے کرین دشمن جنھین جینے کے لالے ہین — ہم اس پر جان دیتے ہین کہ تم پر مرنے والے ہین

یہ ہم سے پوچھ لے صیاد کیا بلبل کے نالے ہین — وہ نالے ہین کہ پھولون نے گریبان پھاڑ ڈالے ہین

ہزارون تھے جہان اب ایک دو تلوون مین چھالے ہین — مگر کانٹے زبان جیسی نکالے تھے نکالے ہین

بے آس جان ہوگئی اُٹھ کر جو وہ چلے
بولی کچھ آپ مجکو بھی فرمائے جاتے ہین

وہ غصہ آچلا وہ جبین پر شکن پڑی
وہ ابرُون یہ دیکھئے بل آئے جاتے ہین

کیا جانے کیا جلیل نے چُپکے سے کہدیا
آنکھین جُھکائے لیتے ہین شرمائے جاتے ہین

ہستی ہے عدم مری نظر مین
سُوجھی ہے یہ ایک عمر بھر مین

پھیلاتی ہے پاؤن حسرتِ دید
ٹھنڈک جو ملی ہے چشم تر مین

اوآنکھ چُراکے جانے والے
ہم بھی تھے کبھی تری نظر مین

کہتے ہین یہ دیدہائے خُونبار
اک دل مین ہو زخم اک جگر مین

ان آنکھون نے تمکو جب سے دیکھا
جچتا ہی نہین کوئی نظر مین

تارے یہ نہین ہین آخرِ شب
کچھ پھول ہین دامنِ سحر مین

کوئی نہ حجاب کام آیا
دیکھا تو وہ تھے مری نظر مین

دل مین ہین جو بُت تو بات کیا ہے
آگے بھی یہ تھے خدا کے گھر مین

کیا اور کہون نزاکت اُن کی
ایسے ہین کہ چُبھ گئے نظر مین

تیر اپنے نکالئے مگر یون
تھوڑی سی خلش رہے جگر مین

کمظرف تھے سارے غنچۂ گل
کیا پھولے ہین ایک مشتِ زر مین

اتنا بھی نہ ہو کوئی حیادار
دیکھا تو سما گئے نظر مین

دشوار ہے انتظارِ محشر
تربت ہو کسی کی رہگذر مین

قشقہ ہے کھچا کسی جبین پر
یا چاک ہے دامنِ سحر مین

شکل اپنی جو دیکھی ہوگئے محو
وہ سو گئے آئینے کے گھر مین

نظارہ باز آنکھون سے آفت مین جان ہے
راہین کھلی ہین دل مین حسین آے جاتے ہین

اُن ساغرون مین دیدۂ گریان بھی ہین مرے
شب بھر جو بزم یار مین چھلکاے جاتے ہین

اُٹھتی نہین ہے مُنہ سے نقابِ حیا جلیل
ترسے ہوؤن کو اپنے وہ ترسلے جاتے ہین

تنکر نکیلی گات وہ دکھلاے جاتے ہین
لو آج پھر سے کلیجے کو برماے جاتے ہین

آنکھین بھی مانگتی ہین دل بر وہی زُلف بھی
مجکو سب اپنی اپنی طرف کھلے جاتے ہین

حاضر نہو حضور مین کس کی مجال ہے
آپ آئیے تو آپ مین ہم آے جاتے ہین

ارمانون کے ہجوم سے دل مین جگہ نہین
وہ ہین کہ پاؤن اور بھی پھیلاے جاتے ہین

در پر پڑے ہوؤن پہ غضب کا عتاب ہے
پردے بھی آج باندھ کے لٹکاے جاتے ہین

چُپ ہین ابھی مین حشر مین اس پر یہ حال ہے
سہمے کھڑے ہین خوف سے گھبراے جاتے ہین

پھیلا رہے ہین پاؤن غضب گیسوے دراز
بڑھ بڑھ کے اب تو دل پہ مرے چھاے جاتے ہین

دل کیا ملا ہے اُن کو کہ ملتا نہین مزاج
خوش ہین پرائی چیز پہ اتراے جاتے ہین

تسکین جھوٹے وعدون سے دیتے ہین یون مجھے
دیکھو تمہارے سر کی قسم کھاے جاتے ہین

مدِ نظر ہے کعبے کے پردے پہ چوٹ آج
چہرے پہ بال زلف کے بکھراے جاتے ہین

ہم گلشنِ خیال کے بلبل ہین باغبان
پھولون سے آشیانے جہان چھاے جاتے ہین

ہم جیسے جیسے کھولتے ہین دل کی گتھیان
وہ اور اپنی زلف کو الجھاے جاتے ہین

خالی نہ آبلون سے دلِ ناتوان رہا
سوکھے ہوے نہال مین پھل آے جاتے ہین

کس کس مزے سے دیکھ رہے ہین وہ آئنہ
صورت پہ اپنی آپ ہی للچاے جاتے ہین

آنچل اُلٹ کے اُٹھے ہین بہرِ خرامِ ناز
آثار اپنے مٹنے کے اب پاے جاتے ہین

تھی کل تو آنکھ پیار کی ہے آج قہر کی
بجلی نے بھر دئے ہین ہزارون شرر کے پھول
اک شمع ہے مزار پہ وہ بھی بجھی ہوئی
مستی ملو کہ سر لگاؤ شب وصال
روز آستانہ بوس ہون ایسے کہان نصیب

دل دون بھی تو بتائیے دون کس نظر کو مین
اک تیر ہو ہلا دون اگر بال و پر کو مین
کیا دیکھ کر بلاؤن نسیم سحر کو مین
لے مہربان سلام کرون گا سحر کو مین
رکھ لون اٹھا کے دل مین ترے سنگ در کو مین

یان نشتر انیان تری بیکار ہین جلیل!
دیکھے ہوے ہون آہ دریاض و جگر کو مین

وعدے پہ وہ عدو کی قسم کھاے جاتے ہین
کہتے ہین پھول ہار کے مرجھاے جاتے ہین
چار اشک بھی نہ تم نے بہائے مرے لئے
لے سوزش جگر ہے ترے ہاتھ آبرو
عصمت بھی بڑھتی جاتی ہے جوبن کے ساتھ ساتھ
صدقے خیال کے مجھے ابتک یقین ہے
ہے لاکھ شکر کہ اتنا تو ہے خیال
بچپن کا ساتھ تھا جو بگولون سے دشت مین
بجلی کا حال دیکھیے شوخی نہ سیکھیے
ساقی ترے نثار مزے مین کمی نہ ہو
بلبلے ہین بلبلون نے بھی کیا دھان پان دل
مے کی طلب ہمین کو نہین دیکھ ساقیا

تسکین دینے آے تھے تڑپاے جاتے ہین
مطلب یہ ہے کہ ہم سے یہ شرماے جاتے ہین
دیکھو تو پھول قبر سے کم مرجھاے جاتے ہین
آنکھون مین کچھ کچھ اشک بھی آے جاتے ہین
سن سن کے دھوم حسن کی شرماے جاتے ہین
آتے تھے جس طرح وہ یہان آے جاتے ہین
ابتک ہمارے دل کو وہ تڑپاے جاتے ہین
اٹھ اٹھ کے اب لحد پہ مری چھلے جلتے ہین
تڑپانے والے آپ بھی تڑپاے جاتے ہین
لینا خبر کہ ہوش مین ہم آے جاتے ہین
پھولون کے ساتھ ساتھ جو مرجھاے جاتے ہین
بادل بھی میکدے پہ ترے چھاے جاتے ہین

پھر کون کہہ سنائیگا قاتل کی داستان
رکھون کھلا ہوا لبِ زخمِ جگر کو مین

مجکو بھی فکر نالۂ دل کی کہ کیا ہوا
آئی صدا کہ ڈھونڈ رہا ہون اثر کو مین

ہے ذرہ ذرہ حشر کا میدان بنا ہوا
ایسا نہ جانتا تھا تری رہگزر کو مین

قاتل کی رہگزر ہے یہان برگ گل کہان
چنتا ہون پارۂ دل و لختِ جگر کو مین

تا صبحِ شبِ وصال کا دھڑکا فضول ہے
دیکھونگا منہ سحر کا جو ہون بھی سحر کو مین

کیا بدگمانیان ہین کہ جلتا ہون رشک سے
جس وقت دیکھتا ہون کسی نوحہ گر کو مین

جب تک بغل مین ہے دلِ بیدار سان جلیل
کیون جاؤن ڈھونڈنے کسی بیدادگر کو مین

پوچھون گا پھر بہارِ چمن کی خبر کو مین
پہلے گلے لگا لون نسیمِ سحر کو مین

قسمت کا اپنی رنگ یہ باغِ جہان مین ہے
پھلجائے ہاتھ چھو بھی اگر لون ثمر کو مین

تم اپنے تیرِ ناز سے پوچھو تو کیا ہوا
پاتا نہین ہون سینے کے اندر جگر کو مین

سمجھو نہ یہ کہ دل کی طرف سے ہون بیخبر
تم مجکو دیکھتے ہو تمہاری نظر کو مین

وحشت کا جب مزہ ہے کہ ہمرنگ ہو کوئی
کرتا ہون روز چاک گریبان سحر کو مین

سب اہلِ باغ پوچھینگے بربادیان مری
تھوڑی سی خاک دیدون نسیمِ سحر کو مین

تم خط پہ خط لکھو گے یہ کس کو یقین ہے
اتنا بھی ہے بہت کہ نہ ترسون خبر کو مین

خط کی خوشی نے تو مجھے دیوانہ کر دیا
دون اب پتا کہان کا ترے نامہ بر کو مین

باندھی جو میرے قتل پہ تمنے تو کھل گئی
معدوم جانتا تھا تمھاری کمر کو مین

شاید ابھی وہ دیکھ کے آئے ہین آئنہ
کہتے ہین مانتا ہون تمھاری نظر کو مین

دستِ جنون نے کھینچدی تصویرِ شمع و گل
کرتا ہون چاک جیب کو دُھنتا ہون سر کو مین

سوتے مین کھلگئی ہے جو وہ زلفِ مشکبو
کیا کیا ملا رہا ہون نسیم سحر کو مین

چوری تو اُس نے کی ہے مگر اب یہ سوچ ہے
رکھون کہان چھپا کے دلِ نوحہ گر کو مین

صیاد سے چھڑا کے تو لائے مجھے نصیب
لاؤن کہان سے اہلِ چمن بال و پر کو مین

انکارِ ظلم حشر مین دے گا مزہ تمھین
شاہد کرون گا جب نگہِ فتنہ گر کو مین

پھر مُنہ پہ تیغ کے مجھے لے جائے تو سہی
سمجھے ہوئے ہون لذتِ زخمِ جگر کو مین

یا تاک تاک کر مجھے برسائین تیر آپ
یا اب ترس ترس کے رہون اک نظر کو مین

ہے بیکسی مین کون جو رو دے گا بعدِ مرگ
بس ہو تو چھوڑ جاؤن دلِ نوحہ گر کو مین

بیخود کرے نہ وصل کی لذت محال ہے
تم شام کو ملے تو ملون گا سحر کو مین

قاتل پہ آج کھول رہا ہون مین دل کا حال
مرنے پہ آج باندھ رہا ہون کمر کو مین

بزمِ طرب مین مجکو بٹھاتے ہو جان لو
رکھتا ہون اپنے ساتھ دلِ نوحہ گر کو مین

اب آپ مجھ سے آنکھ چُراتے ہین کیون جلیل
پہچانتا ہون خوب چٹیلی نظر کو مین

رکھون چھپا کے یون گلِ داغِ جگر کو مین
آئے تو دون ہوا بھی نہ بادِ سحر کو مین

یارب بنادے خوگرِ آزار تو مجھے
دیتا رہون دُعا بُتِ بیداد گر کو مین

یہ اپنا حوصلہ ہے کہ قاتل کے سامنے
ہو جائے دل نشانہ تو رکھدون جگر کو مین

دل مین سکت نہین کہ وہ اشکون کو روک لے
الزام کس قصور پہ دون چشمِ تر کو مین

گاہک شگفتہ دل کے ہین جتنے حسین ہین
کس کے گلے لگاؤن دلِ نوحہ گر کو مین

جانا ہی جب نہین ہے تو رُکنے سے فائدہ
ہان اسقدر کہ تھام لون اپنے جگر کو مین

اچھا نہین کہ ہو رُخِ محبوب بے نقاب
پردہ اُٹھے تو ڈالدون اپنی نظر کو مین

منظور ہے پانی ترے خنجر کا جو پھرانا
اچھا ہے رہے چور اگر زخم جگر مین

آنکھین سبھی اچھی مگر اس آنکھ کی کیا بات
صورت مین جو اعجاز ہو جادو ہو اثر مین

عالم جو ان آنکھون مین ہے دیکھی جھلک اُسکی
کچھ زلف سر شام مین کچھ روے سحر مین

قاتل نے نیا جوڑ کبوتر کا نکالا
خط باندھ کے بھیجا ہے مجھے تیر کے پر مین

ہلکی سہی تلوار مگر آپ نہ باندھین
کیا کم ہے نزاکت کی ادا ہے جو کمر مین

سینے مین ابھی دل ہو ابھی دل سے ہو خالی
یہ بات ہے یا سحر مین یا تیری نظر مین

ہنسنے کے سوا اور وہان کام ہی کیا ہو
جب آے نمک بھر گئے وہ زخم جگر مین

سورج کا بڑا شور تھا لیکن شب ہجران
منہ ڈالے رہا وہ بھی گریبان سحر مین

چھپتا نہین کچھ آنکھ مین ہنگامۂ محشر
دیکھا ہے وہ کچھ ہمنے تری راہگزر مین

کیونکر یہ کہون ہجر کی راتین ہین اندھیری
ہوتی تو ہے رہ رہ کے چمک درد جگر مین

فرصت ہی نہین بننے سنورنے سے کسی وقت
کیونکر وہ ملین قید ہین آئینے کے گھر مین

کیا خوب ہو حشر گنہگارون کا واعظ
سب آگ مین ڈالے گئے زنار کمر مین

ہمنے تو یہ بہروپ **جلیل** آج ہی دیکھا
تسبیح ترے ہاتھ مین زنار کمر مین

ثابت کہین سے بھی نہین پاتا جگر کو مین
بیدرد کیا کہون ترے تیر نظر کو مین

بھر دونگا سیم و زر سے ترے نامہ بر کو مین
زندہ رہا جو وصل کی سنکر خبر کو مین

جی مین یہ آرہا ہے کہ دل رکھ کے سامنے
سیدھا بناؤن آپ کی ٹیڑھی نظر کو مین

دل داغدار رات اندھیری جنون کا زور
لے کر چراغ ڈھونڈ رہا ہون سحر کو مین

ہمدم یہ میری بے خبری بے سبب نہین
نکلا ہون اپنے گھر سے کسی کی خبر کو مین

درد دل کی چمک قیامت تھی
ہو گئے داغ سب کے سب روشن

برق سے بچ کے خوش ہو کیا بلبل
آتشِ گل تو ہے غضب روشن

ذکر کرتے ہین روے روشن کا
راز کر دین نہ میرے لب روشن

لاکھ مہتاب کی جلی مشعل
نہوئی پر ہماری شب روشن

ہون جگر کا دیان نگین کی طرح
نام اُلفت مین ہو گا جب روشن

پھر نہ کہدے تمہین کوئی خورشید
مُنہ سے ہے کیسا دمِ غضب روشن

زلف سے ہے بہار چہرے کی
دن کو کر دیتی ہے یہ شب روشن

شبِ غم ہر بلا نظر مین ہے
مشعلِ آہ سے ہے غضب روشن

زلف بکھرا کے رُخ پہ فرمایا
دیکھی ہوگی نہ ایسی شب روشن

ماہِ کامل کا کھچ گیا نقشہ
ہوے ہنسنے مین دونون لب روشن

داغِ دل فیضِ عشقِ گیسو ہے
چاند کیا ہو بنیمۂ شب روشن

زلف چھوٹی تو اور رُخ چمکا
اِس ختن سے ہوا حلب روشن

مُنہ چھپا کر گئے ہین وہ شب کو
صبح ہوتی ہے دیکھین کب روشن

دورِ آصف کا ہے جلیل کا نام
اب نہ ہو گا تو ہو گا کب روشن

ملجاے وہ بت مجکو جو ہے میری نظر مین
کس چیز کی اللہ کمی ہے ترے گھر مین

ایسا ہوا اب خون نہ باقی ہو جگر مین
دو روز سے وہ بات نہین دیدۂ تر مین

مین کیون یہ کہون اُنسے کہ مشتاقِ عدم ہون
رکھ لین گے ابھی ہاتھ سے تلوار کمر مین

فارغ ہون ترے عشق مین راحت طلبی سے
ہے کونسی لذت جو نہین دردِ جگر مین

وصل کی شب بجاے شمع و چراغ
ہوتے ہین اُن کے لعلِ لب روشن

کہتے ہین سب ستمگر اُس مہ کو
نام سے بڑھ کے ہے لقب روشن

داغ چمکے ہمارے بوسون کے
ہوگئے اور اُن کے لب روشن

شعلہ بار آہ کھینچ لون تو کہون
کیون ہوا حال تم پر اب روشن

عشق کی آگ پر پڑین چھینٹے
جل بجھے ہم ہوئی یہ جب روشن

صاف ہے دل کا آئنہ پسِ مرگ
ہوتے ہوتے ہوا یہ اب روشن

سامنے اُن کے چاند کیا چمکے
دن کو ہوتی ہے شمع کب روشن

جلوۂ دید کی ہوس ہے فضول
حالِ موسیٰ سے ہے یہ سب روشن

آنے والے تجھے خدا رکھے
ایسے دیوار و در تھے کب روشن

تیرے جلوے کا تصدق ہے
ورنہ یون آئنہ تھا کب روشن

دل تو روشن ہوا۔ تصور سے
آنکھین ہوتی ہین دیکھیں کب روشن

اک غزل اور اے جلیل! کہو
کہ طبیعت ہوئی ہے اب روشن

انجم و ماہِ نو ہین کب روشن
خالِ رُخ ہین قریبِ لب روشن

باتون باتون مین یہ کھلا عقدہ
دُرفشانی سے ہین وہ لب روشن

اللہ اللہ رے فیض جلوۂ یار
چاند سورج ہین روز و شب روشن

سمجھے کیا عشق کو بتِ کافر
حال روشن ہو دل ہو جب روشن

ذکرِ ابرو کرون تو ہو یہ فروغ
ماہِ نو کی طرح ہون لب روشن

اور تارے تو اے فلک چمکے
کوکبِ بخت ہو گا کب روشن

عجب بہار ہے لالے مین داغ ہونے سے
رہا ہے عیب ہنر بن کے خوش جمالون مین

جوان ہوئے ہو اُٹھا لو مزے جوانی کے
کہو کہ پھول پھل آتے نہین نہالون مین

چھپے گا کیا دلِ پُرخون کا راز آنکھون سے
جو ہوگا شیشے مین آئے گا وہ پیالون مین

اُن ابرؤون سے نمایان ہے صاف نورِ جبین
ستارہ حُسن کا روشن ہے دو ہالون مین

یہ شوخ آنکھین تمہاری تو پھاڑے کھاتی ہین
خواص شیر کے پاتا ہون ان غزالون مین

غضب کیا کہ سرِ بام وہ نکل بیٹھے
نہ آنے والون مین ہم ہین نہ جانے والون مین

نگاہ مین نہین جچتا ہے مالِ مُفلس کا
ہم اپنے دل کو پھرا لائے خوش جمالون مین

نیاز ہوتی ہے قاضی کی صبح کو اُسیر
مے شبینہ جو رہ جاتی ہے پیالون مین

یہان خزان کا نہ کھٹکا نہ خوف گلچین کا
بہار گل مین ہے یا تمہارے گالون مین

وہ آج اپنے جگر پر جو ہاتھ رکھے ہین
خوشی ہے دھوم ہے فریاد کرنے والون مین

یہ سچ ہے شعر کا کہنا جلیل مشکل ہے
کبھی نہ سمجھے کہ ہم بھی ہین کہنے والون مین

ہاے یہ سُرخ سرخ لب روشن
کالی آنکھین بھی ہین غضب روشن

شمعِ تربت کا حال کچھ نہ کھلا
کب ہوئی گل ہوئی تھی کب روشن

چاند بنا تمہین مُبارک ہو
گھر ہمارا کرو گے کب روشن

پُتلیان بن کے پھر رہا ہے کوئی
کیا یہ آنکھین ہین بے سبب روشن

زلف سے آبروے مُشکِ ختن
رُخ سے آئینہ حلب روشن

طورِ سینا کبھی منوّر تھا
طورِ سینہ مرا ہے اب روشن

بیچ مین مانگ اِدھر اُدھر گیسو
کہکشان ہے میانِ شب روشن

بہت سے کاش یہان داغدار دل ہوتے
سُنا ہے قدر ہے پھولونکی خوش جمالون مین

جنون کا قول ہے مجھ سے کہ تم رہو آباد
تمہین ہو قیس کے اک نام لینے والون مین

ہمارے دل مین جو ہے زخم و داغ کا عالم
نہ ایسے پھول پھل آئے کبھی نہالون مین

نقاب رُخ سے اُٹھاتے تو جانتے ہم بھی
کسے خبر ہے کہ ہین آپ خوش جمالون مین

ستم ہے اسنے بھی غربت مین ہم سے مُنہ موڑا
رہی تھی یادِ وطن ایکساتھ والون مین

گلون کا رنگِ جفا باغ بھر مین پھیل گیا
بھرا ہوا ہے لہو بلبلون کا تھالون مین

جو لی ہے تیغ تو اتنا تمہین خیال رہے
نیازمند بھی ہے ناز اُٹھانے والون مین

نسیم شمعِ لحد کو ذرا بچائے ہوئے
یہی ہے ایک غریبون کے رونے والون مین

جو ماہِ نو تھے لڑکپن مین دیکھیے یہ عروج
وہ آفتاب ہین اب سارے مُنہ جمالون مین

نہین ہے لطف کہ خلوت مین غیر شامل ہو
اُٹھا دو شمع کہ یہ بھی ہے جلنے والون مین

لگا دو ہاتھ جو گل کو تو خار چبھتے ہین
ہزار کھٹکے ہین کیون مٹھون خوش جمالون مین

ہزار شکر کہ ہم نقص مین ہوئے کامل
جلیل رہ گئی بات اپنی ذی کمالون مین

عجیب حُسن ہے اُن سُرخ سُرخ گالون مین
مےِ دو آتشہ بھر دی ہے دو پیالون مین

سُنین جو آپ تو سونا حرام ہو جائے
تمام رات گزرتی ہے جن خیالون مین

چہل پہل ہو اُداسی ہو کچھ خبر ہی نہین
بڑے مزے کی ہے مستی مزار والون مین

لٹا دیا ترے تیرون نے چٹکیان لے کر
یہ بات کاش ہو پیدا ہمارے نالون مین

وصال ہونے پہ گر وصل کا یقین ہو جائے
تو سب سے پہلے ہمین ہونگے مرنے والون مین

حیا کے پردے مین اظہارِ سوگواری ہے
لحد پہ آئے ہین وہ مُنہ چھپائے بالون مین

کہتے ہین کون ہو بدنام ترا دل لے کر
ہو نہ ہو یہ بھی اشارہ ہے تری شوخی کا

نہین او چھے کا بھی احسان لیا کرتے ہین
چٹکیان دل مین جوار مان لیا کرتے ہین

قیس و فرہاد بھی جب دیکھتے ہین ننگ جلیل
اپنا استاد اُسے مان لیا کرتے ہین

بجز مرگ یان کوئی چارا نہین
مگر اُن کو یہ بھی گوارا نہین

طبیعت بھی اللہ کیا چیز ہے
کہ جس پر کسی کا اِجارا نہین

سلامت رہے اُن کا شوقِ جفا
ہمین اور کوئی سہارا نہین

یہ دل جسکو سمجھے ہین اک قطرۂ خون
وہ دریا ہے جسکا کنارا نہین

جسے چاہین اپنا وہ کرلین اُسے
کسی کا کچھ آئین اِجارا نہین

تڑپتی ہے کیون برق دل کی طرح
کوئی تیر تم نے تو مارا نہین

مجھے کوستے ہین مگر اس طرح
کنایہ نہین کچھ اشارا نہین

نقاب اُسنے اُلٹی تو دیکھا یہ رات
کوئی آسمان پر ستارا نہین

ہمین قیس پر ہے گمان جلیل
وہی تو یہ آفت کا مارا نہین

اُنھین غرور کہ یکتا ہین خوش جمالون مین
مجھے یہ ناز کہ ہون ناز اُٹھانے والون مین

صفائے دل ہے بڑی چیز دے خدا جسکو
ہمیشہ آئنہ رہتا ہے خوش جمالون مین

اُمید و یاس نے جھگڑے مین ڈال رکھا ہے
نہ جینے والون مین ہم ہین نہ مرنے والون مین

چمن مین گل بھی حنا بھی مگر نصیب کی بات
کوئی تو سر چڑھے کوئی ہو پائمالون مین

الٰہی آگ لگے گرمیِ محبت کو
تپک سی ہونے لگی پھر جگر کے چھالون مین

پردے پڑنے سے دلون مین ہے قیامت کی جلن
بیچ والے تو کچھ اور آگ لگا دیتے ہین

وہ سلامت رہین انگڑائی کے لینے والے
اور دو ہاتھ تڑپ میری بڑھا دیتے ہین

اس نزاکت پہ یہ ہے زورِ جوانی اُن مین
اچھے اچھون کو نگاہون سے گرا دیتے ہین

دردِ دل سُن کے وہ بیدرد یہ کہتا ہے جلیل
کس قدر آپ کے افسانے مزا دیتے ہین

جان لینے کی ادا جان لیا کرتے ہین
ہم اُنھین دور سے پہچان لیا کرتے ہین

جھوٹ کیا ہے کہ یہ بت جان لیا کرتے ہین
جان تو جان ہے ایمان لیا کرتے ہین

آپ در پردہ کرین ظلم تو حاصل کیا ہے
سب مری شکل سے پہچان لیا کرتے ہین

بھولے بھالے ہین وہ ایسے کہ الٰہی توبہ
کچھ نہین جانتے ہان جان لیا کرتے ہین

بے وفا ہو کہ وفادار یہ اُن سے پوچھو
تم سے جو وصل کا پیمان لیا کرتے ہین

تو سلامت ترے انداز پہ مرنے والے
موت کا بھی کہین احسان لیا کرتے ہین

ہے بجا آپ کو وہ پھول سے نازک سمجھین
اُن کو آنکھون پہ سب انسان لیا کرتے ہین

برچھیان دل پہ لگانا اُنھین جب ہوتا ہے
اپنے سینے کو وہ تان لیا کرتے ہین

سانس لینے کی بھی طاقت نہین اُسیر ہے یہ حال
کروٹین درد سے ہر آن لیا کرتے ہین

پاؤن چکّر مجھے دیتے ہین جنون مین کیا کیا
ہاتھ اُٹھ اُٹھ کے گریبان لیا کرتے ہین

رہ گئے غیر ملا جامِ شہادت ہم کو
دوست دشمن کو وہ پہچان لیا کرتے ہین

قتل کرنے کا اُنھین شوق ہو یہ بات نہین
ہان مروت سے کہا مان لیا کرتے ہین

موت ہے مُفت مین بدنام حقیقت یہ ہے
دل جو لیتے ہین وہی جان لیا کرتے ہین

پا شکستون کی رسائی ہو کہان ایسے نصیب
آڑے ہاتھون ترے دربان لیا کرتے ہین

خوش خرامی سے اُنھین کام خبر کیا اس کی
کسی پامال کا دل زیرِ قدم ہے کہ نہین

آکے بالین پہ مرے ہائے کسی کا کہنا
دیکھنا کچھ مرے بیمار مین دم ہے کہ نہین

ٹکڑے ٹکڑے ہے جگر جن کا وہی جانتے ہین
ایک اک اُنکی نظرِ تیغِ دو دم ہے کہ نہین

مین تو سنتا ہون تمھین بھی ہے محبت مجھ سے
سچ کہو تم کو مرے سر کی قسم ہے کہ نہین

اپنے دل سوختہ کو تم نے بھی دیکھا ہوگا
داغ ہی داغ وہ سرتابقدم ہے کہ نہین

کیا کہون کیا مری حالت ہوئی سُنکر یہ پیام
کچھ تمھین میری جدائی کا بھی غم ہے کہ نہین

کون کہتا ہے کہ عاشق کو وہ کرتے ہین حلال
دیکھتے ہین مری تلوار مین دم ہے کہ نہین

ہم کو تو جان دیے ایک زمانہ گزرا
اب خدا جانے اُنھین مشقِ ستم ہے کہ نہین

بیکسی کا وہ گلہ سُنکے یہ فرماتے ہین
درد و غم ہے کہ نہین رنج و اَلم ہے کہ نہین

اور تھا کون جو کرتا مری تربت پامال
دیکھیے آپ ہی کا نقشِ قدم ہے کہ نہین

فکر رہتی ہے شب و روز حسینون کی جلیل
کچھ تمھین مردِ خدا اور بھی غم ہے کہ نہین

تیرے ناوک تری شوخی کا پتا دیتے ہین
چٹکیاں ان سے کلیجے مین لگا دیتے ہین

اپنے چہرے سے وہ پردہ جو اُٹھا دیتے ہین
جو نہ دیکھا ہو کسی نے وہ دکھا دیتے ہین

خون بہتے ہوے زخمون سے صدا آتی ہے
وہ ہنساتے بھی ہین اتنا کہ رُلا دیتے ہین

اُنکے اُٹھ جانے سے جلتا ہے مرا دل کیسا
گھر جو وہ چھوڑتے ہین آگ لگا دیتے ہین

تیغ بھی اُن سے کمر مین نہین رکھی جاتی
جو بلا ہو وہ گلے میرے لگا دیتے ہین

آپ کیون مُنہ سے کہین آپکے دل مین کیا ہے
جو ارادے ہین وہ تیور ہی بتا دیتے ہین

ہاے وہ پھول سے رخسار وہ قد بوٹا سا
جس جگہ بیٹھتے ہین باغ لگا دیتے ہین

اس ضعف نے تو موت کا دھڑکا مٹا دیا
اُٹھتے ہین جہان سے ترے ناتوان کہین

غم رہ پڑا ہے دل مین مرے خیر اب نہین
کھا جائے میزبان کو نہ یہ مہمان کہین

ہین میرے سینے کو یہ دونون ملے ہوئے
کہنے کو ہے زمین کہین آسمان کہین

بلبل یہ تیری آہ کے جھونکے بلا کے ہین
تیری طرح اُڑے نہ ترا آشیان کہین

دل کو جلا رہا ہے یہ کس پر پڑے گی آہ
تو اور روسیاہ نہ ہو آسمان کہین

بازارِ عشق سرد ہے غصّے کو دیکھ کر
تیوری چڑھا رہے ہو نہ اُترے کمان کہین

دُنیا مین حشر اُٹھے بھی تو کیا دیکھکر اُٹھے
ملتا نہین مزار کا میرے نشان کہین

کیا بات بانکپن کی خدا رکھّے ایک ہو
ہوتے ہین ایسے نوک پلک کے جوان کہین

مین جان بلب ہون یار کو اسکا ملال ہے
دیدے نہ جان اجل کو مرا نیمجان کہین

گلشن مین جا کے کونسا پھل ہم کو مل گیا
قسمت بھی ساتھ ساتھ گئے ہم جہان کہین

ناوک کو اُسکے دیکھکے کہتا ہے مُرغِ روح
اِس شاخ پر مزہ ہے جو ہو آشیان کہین

انبار ہو رہا ہے دُعاؤن کا خیر ہو
ڈرتا ہون مین کہ پھٹ نہ پڑے آسمان کہین

ہم سے تری کدورتِ دل بڑھتی جاتی ہے
دبنا پڑے زمین سے نہ اے آسمان کہین

او بے وفا قسم تجھے کھانا نہ چاہیئے
مُنہ کی کھلائے تجکو نہ تیری زبان کہین

حصّے مین اپنے کیون نہ ہو مضمون فراق کا
ملتی بھی ہے کسی سے ہماری زبان کہین

مضمون بلند و پست جو ہین شعر مین جلیل!
اپنی غزل زمین ہے کہین آسمان کہین

دشمنون پر نگہِ لطف و کرم ہے کہ نہین
تمہین انصاف سے کہدو یہ ستم ہے کہ نہین

سر برستے ہین جو مقتل مین تو کہتا ہے وہ شوخ
کیون مری تیغِ ستم ابرِ کرم ہے کہ نہین

دونون گال اپنے اپنے حسن مین فرد — ایک کا دوسرا جواب نہین
حشر یون ہی بپا ہے اُس رُخ سے — خیریت ہے کہ بے نقاب نہین
ہو کے بے سایہ سایہ افگن ہے — آپ کے قد کا بھی جواب نہین
کیا وہ جانین سُرور کی باتین — ابھی مست مےِ شباب نہین
دخترِ رز سے خوب نبھ جاتی — کیا کہین شیخ کا شباب نہین
میرے دل کے وہ ناز اُٹھائینگے کیا — اپنے غصّے کی جنکو تاب نہین

غنیتہ

خاک ہو آبرو غزل کی جلیل
تیرے ان موتیون مین آب نہین

کیون اُس سے نامہ بر مری بپتا بیان کہین — وہ بدگمان کچھ اور نہو بدگمان کہین
تعریف کی جو لب کی تو اچھا صلہ ملا — فرماتے ہین کہ لال ہو تیری زبان کہین
پہلو دبائے بیٹھے ہین اُنکا ہم اِس لئے — کروٹ شبِ وصال نہ لے آسمان کہین
اللہ اب تو آنکھ اُٹھانا بھی بار ہے — یہ ناز کی مٹین نہ کرے ناتوان کہین
اظہار کر رہے ہین کدورت کا خیر ہو — پردے مین اِس زمین کے نہو آسمان کہین
ٹیڑھی اگر ہے مجھ سے تو سیدھی رقیب سے — اُن کی نگاہ تیر کہین ہے کمان کہین
جو شاخ چھانٹتا ہون وہ گرتی ہے ٹوٹ کر — اللہ رے بندھے جو مرا آشیان کہین
وعدہ کیا ہے تم نے تو بھاری ہی ہو قسم — ڈر ہے پلٹ نہ جائے تمہاری زبان کہین
زلفون کو تم سمیٹ لو ہم اپنی راہ لین — آزاد ہو اسیر کٹین بیڑیان کہین
یہ لاگ یہ لگاؤ سلامت کہ رات دن — ہم بھی تمھارے ساتھ ہین تم ہو جہان کہین
اُس بانیِ ستم سے یہ کہتا ہے آسمان — مجھ سا کہین نہ پیر نہ تجھ سا جوان کہین

ختم ہوتی نہین ہوس دل کی — ایک طوفان ہے شباب نہین
دل جلے جب مزہ ہے رونے کا — مے ہے پانی اگر کباب نہین

عشق مین ہے جلیل لاثانی
حسن مین یار کا جواب نہین

دیدۂ منتظر مین خواب نہین — کورے دو جام ہین شراب نہین
کہہ کے یہ بے حجاب اُن کو کیا — چاند سورج یہ تو نقاب نہین
بطِ مے کو کرینگے رند شکار — غم نہین ہے اگر کباب نہین
دیکھ سکتا ہے کون شکل اُن کی — شرم تو ہے اگر نقاب نہین
دُختِ رز کھچکے ہوش اُڑاتی ہے — اور ابھی خیر سے شباب نہین
کیا ہی زیبا ہے مصحفِ رُخ پر — آپ کے خط کا بھی جواب نہین
رندون کو چکر آے جاتے ہین — دورِ ساقی کو اِنقلاب نہین
ہو بغل گرم کیونکر اے ساقی — دل نہین شیشۂ شراب نہین
دیکھ لی اُس کی پیاری پیاری شکل — رُخ سے اُٹھنے کی اب نقاب نہین
دیکھ سکتا نہین ہے کیون اے شیخ — دُختِ رز ہے کچھ آفتاب نہین
پڑ گئی میری آنکھ چہرے پر — اب تمھین حاجتِ نقاب نہین
کونسا خال تیرے عارض کا — آج اختر کل آفتاب نہین
آتشِ حسن پھونک دیتی ہے — رُخ پہ جب دیکھئے نقاب نہین
دل سے دل لگگیا تو پھر کیا ہے — میرے اُنکے کوئی حجاب نہین
خوب چھوٹے وہ کہہ کے قاصد سے — خط کی کیا بات ہے جواب نہین

جلیلؔ جان مصیبت مین کیون پھنساتے ہو
سُنا نہین کہ حسینون کا اعتبار نہین

قاصد آیا مگر جواب نہین
میرے لکھے کا بھی جواب نہین

خُم تو ہے ساقیا شراب نہین
آسمان ہے اور آفتاب نہین

بن کے بت سب وہ کہہ گزرتے ہین
بے دہانی! ترا جواب نہین

صبح ہوتے وہ گھر گئے اپنے
اب نکلنے کا آفتاب نہین

نور وہ ہے کہ کچھ نہین کھلتا
ہے ترے رُخ پہ یا نقاب نہین

طُور کے ذکر پر چمک اُٹھے
بات کی ان بتون کو تاب نہین

گرچہ دُنیا ہے آئینہ خانہ
میرا ثانی ترا جواب نہین

بن گیا ہے نقاب چہرے کی
کہ اُترتا کبھی عتاب نہین

رُخ سے افشان چھُڑا کے کہتے ہین
آج تارون مین ماہتاب نہین

چاند کو رات کیا چھپائے گی
زلف رُخ کیلئے نقاب نہین

چڑھ کے اُترین گی تیوریان سو بار
کچھ یہ چڑھتا ہوا شباب نہین

کچھ نہین میرے بیشمار گناہ
وہ اگر بر سر حساب نہین

ڈھلکے کہتا ہے چودھوین کا چاند
ایک شب سے سوا شباب نہین

مے تو ڈھلکر رہے گی اے ساقی
کچھ یہ معشوق کا شباب نہین

میکدہ بھی بہشت ہے لیکن
مفت ملتی یہان شراب نہین

سُنکے یہ پردے سے نکل آئے
تیری تصویر کا جواب نہین

آہ کو سُنکے مُنہ چھپاتے ہو
ایک جھونکے کی بھی نقاب نہین

وہ دل ہے کونسا جو مستِ چشمِ یار نہین
یہ جام جب سے چلے کوئی ہوشیار نہین

ملا دے دخترِ رز سے جو وصلِ یار نہین
پلا دے پھول ہی ساقی اگر بہار نہین

جو دل مین رہتے ہین اُنکا ادب بھی لازم ہے
کہون نہ کیون کہ مجھے دل پہ اختیار نہین

کمالِ حسن کہون یا کمالِ عشق اِسے
وہ ذبح کرتے ہین اور مجکو ناگوار نہین

زمانہ اُن کو ستمگر کہے تو کیا پروا
وہ جانتے ہین زمانے کا اِعتبار نہین

ہزار شکر کہ آنے لگا ستم مین مزہ
مین اب کسی کے کرم کا اُمیدوار نہین

جو دل بھی دفن ہوا ساتھ تو یہی ہو گا
کہ اک تڑپ مین یہ لاشہ تہِ مزار نہین

وہ دل مین آکے ٹھہرنے کا قصد رکھتے ہین
مزہ تو یہ ہے کہ دل کو مرے قرار نہین

تڑپ دکھاؤن جو دل کی تو وہ بگڑتے ہین
کرون جو ضبط تو کہتے ہین بے قرار نہین

بہار ہے ترے کُشتون کی سادہ رنگی پر
کوئی چراغ، کوئی گُل، سرِ مزار نہین

ابھی بہار ہے ہنس بول لین گل و بلبل
کہ رنگ و بوے چمن کا کچھ اِعتبار نہین

خدا دراز کرے عمر بکھری زلفون کی
کہ بیکسون کا کوئی اور سوگوار نہین

بہت ہی شوخ ہے وہ آنکھ ڈورے کیا ڈالین
کسی کے دام مین آنے کا یہ شکار نہین

گراؤ تم جو یہ بجلی تو مین نہ کیون تڑپون
تمھین نظر پہ مجھے دل پہ اِختیار نہین

زبان پہ نام نہ لانا تھا بے وفائی کا
تمھاری بات کا اب ہم کو اِعتبار نہین

تمھاری آنکھین ہین بیمار کھُل گیا ہم پر
کہ ایک تیرِ نگہ بھی جگر کے پار نہین

بلا سے ہم ہین سُبک خلق کی نگاہون مین
ہزار شکر کہ دل پہ کسی کے بار نہین

مین اپنے آپ کو بے اختیار ہی کہہ دون
خدا گواہ ہے اتنا بھی اِختیار نہین

مری تڑپ پہ دمِ رخصت اُنکا کہنا ہاے
تمھین ہماری قسم کا بھی اِعتبار نہین

ہوشیاری پختہ کاری اُن سے کوئی سیکھ جاے ۔ ناسمجھ نوعمر وہ نامِ خدا کہنے کو ہین

کون روکے کون ٹوکے دیدۂ پُرجوش کو ۔ یہ بھری محفل مین رازِ دل مرا کہنے کو ہین

میرا مرنا سُنکے آئے ہین شکایت کیلئے ۔ لاش پر غمگین کھڑے ہین سب بے وفا کہنے کو ہین

جتنے آئے آے تنہا جو گیا تنہا گیا ۔ کون کس کا آشنا ہے آشنا کہنے کو ہین

وحشی و سودا زدہ دیوانہ و رسوا خراب ۔ یہ تو سب وہ کہہ چکے اب کچھ سوا کہنے کو ہین

دل جگر میرے انھین کے سب ہین تڑپائے ہوے ۔ بیخطا ناوک تمھارے بے خطا کہنے کو ہین

سُننے والے سے جو ہے حُسنِ سماعت کی اُمید ۔ اپنا اپنا حال سب روزِ جزا کہنے کو ہین

جانتا ہون کس لئے زلفین لگی ہین کان سے ۔ کچھ تمھین برہم کرینگی اور کیا کہنے کو ہین

کچھ تو بولین مُنہ سے آخر تا کجا یہ انتظار ۔ وہ بُرا ہی کاش کہدین گر بُرا کہنے کو ہین

پیچ تیرا بل ترے محبوبِ جانان ہو گئے ۔ لے تجھے اے آہ وہ زلفِ رسا کہنے کو ہین

ظلم کرتے ہو لیکن کچھ خبر اس کی بھی ہے ۔ لوگ کیا کہتے ہین تم کو اور کیا کہنے کو ہین

برہمی کا خوف تھا نازک مزاجی سے ہمین ۔ پہلے دے لی ہے دعا اب مدعا کہنے کو ہین

مدعا ہی بے خیالی کے تصدق جائیے ۔ گھر سے ہم کیا سوچکر آئے تھے کیا کہنے کو ہین

آبلون نے جو اُٹھائی ہے اذیت دشت مین ۔ لب زبانِ خار سے وہ ماجرا کہنے کو ہین

ان بتون ہی نے کیا ساری خدائی کو تباہ ۔ برہمن کیا ہم اسے پیشِ خدا کہنے کو ہین

تم تو سچے قول کے ہو تم ہو پورے بات کے ۔ اور کوئی ہے جسے ہم بے وفا کہنے کو ہین

بس بس اے شمیمِ سخنگو سحر سازی ہو چکی ۔ دیکھ اب کچھ وہ لبِ معجز نما کہنے کو ہین

ساری دُنیا جانتی ہے جیسے حضرت ہین جلیل
جان دیتے ہین بتون پر با خدا کہنے کو ہین

مژہ کو لختِ جگر، دل، کو عشق دے یارب — سبو ہے، بادہ نہیں، سیخ ہے، کباب نہیں

جو نیند آتی ہے کرتی ہیں پتلیاں فریاد — ارے یہ آنکھ کا پردہ ہے، فرشِ خواب نہیں

یہ کہہ رہے ہیں نزاکت بھرے مرے اشعار — کہ اک حرف اُٹھانے کی ہم کو تاب نہیں

جلا، و شیخ کو پی پی کے خوب بادہ کشو! — شراب کا ہے مزہ کیا اگر کباب نہیں

یہ مست کیا مجھے پردہ ہی اُٹھ گیا اب کا — جلیل سے کسی معشوق کو حجاب نہیں

جلیل سے بھی ملو، مل کے خوش بہت ہو گے
خراب حال تو ہے آدمی خراب نہیں

آج سنتے ہیں وہ اپنا مدعا کہنے کو ہیں — کون جانے دل میں کیا ہے منہ سے کیا کہنے کو ہیں

وہ زبانِ تیغ سے کیا جانے کیا کہنے کو ہیں — ہم لبِ زخمِ جگر سے مرحبا کہنے کو ہیں

خط تو ہم لکھ بھی چکے جا بھی چکا قاصد کے ہاتھ — کچھ زبانی تجھ سے اے بادِ صبا کہنے کو ہیں

لطف سے خالی نہیں جب گڑے نیاز و ناز کے — جا و بیجا کچھ کہیں وہ ہم بجا کہنے کو ہیں

پا کے اُن کو بڑھ گئی ہے اور بھی کچھ آرزو — کل تھے کیا کہنے کو ہم اور آج کیا کہنے کو ہیں

رُعب اُنکا اسقدر ہے شوق اپنا اس قدر — کہہ نہیں سکتے ہیں پھر بھی مدعا کہنے کو ہیں

کیا سنوں میں اُنکی اے ہمدم مجھے معلوم ہے — گالیاں دو چار دینگے اور کیا کہنے کو ہیں

حشر کا دن ہو گا کیا کافی ہمارے واسطے — ابتدائے دردِ دل تا انتہا کہنے کو ہیں

آچکی ہے جس سے آفت اٹھ چکا ہے جس سے حشر — آج اُس سے ہم وہی پھر ماجرا کہنے کو ہیں

آپ کے ہم صحبتوں کو اور تو ہم کیا کہیں — خود بھلے ہیں آپ لیکن بُرا کہنے کو ہیں

خاک پر ظالم نے کس شوخی سے رکھے ہیں قدم — دیکھیے گویا کچھ اُسکے نقشِ پا کہنے کو ہیں

دل یہ ہے اُنکی نظر اور مجھ سے یہ ارشاد ہے — بوجھ تو جاؤ کہ ہم اس وقت کیا کہنے کو ہیں

کہ اس شراب سے بڑھ کر کوئی شراب نہین

وہ کمسنی کے سبب واقفِ عتاب نہین | دمِ سحر ہے ابھی گرمِ آفتاب نہین

نگاہ برق نہین چہرہ آفتاب نہین | وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہین

سوال سُنکے وہ چپ ہین یہ کیون نہین کہتے | دہن جو تنگ ہے گنجائشِ جواب نہین

سمجھ گئے ہین کوئی دیکھ ہی نہین سکتا | وہ کہتے ہین کہ مجھے حاجتِ نقاب نہین

یہ پاک صاف ہمین ہین کہ ہے تو دامن تر | نچوڑیے تو کہین بوند بھر شراب نہین

جو حشر اُٹھا ہے اُٹھے ہلو کیون اُٹھاتا ہے | کسی حسین کا تو اُٹھتا ہوا شباب نہین

ہر ایک آنکھ مین شکل اُنکی ہے سمائی ہوئی | بہت سے پردے ہین کچھ ایک ہی نقاب نہین

نمودِ سبزۂ رُخ پر سکوت اُن کو ہوا | یہ خط وہ آیا ہے جسکا کوئی جواب نہین

گُنہ گُنہ نہ رہا اتنی بادہ نوشی کی | اب ایک شغل ہے کچھ لذتِ شراب نہین

بہار دیتا ہے چھن چھن کے نور چہرے کا | سرِ نقاب ہے جو کچھ تہِ نقاب نہین

بتون سے پردہ اُٹھانے کی بحث ہے بیکار | کھلی دلیل ہے کعبہ بھی بے نقاب نہین

ہلال ہی کا تماشا ہے بدر سے پہلے | اُٹھا رہے ہین وہ حسن اور ابھی شباب نہین

ہمارے بوسے کے دھبے سے رُخ کا کیا بگڑا | یہ ماہتاب تو اب بھی ہے جو آفتاب نہین

ہجوم چار طرف سے ہے اب نگاہون کا | نقاب اُٹھ گئی پھر بھی وہ بے نقاب نہین

یہ حسن والون سے خالی کبھی زمانہ نہ ہوا | قمر کا دور ہے شب کو جو آفتاب نہین

قدم کے ساتھ ہی آنکھین بھی چلتی جاتی ہین | دہان ہے کونسا فتنہ جو ہمرکاب نہین

مزہ ہے اس لبِ نوشین کے چوس لینے کا | شراب چھلکے نہ آئے تو وہ شراب نہین

یہ کہتی ہین مرے ساقی کی رس بھری آنکھین | کہ کوئی جام یہان خالی از شراب نہین

مرے سوال پہ ایسا سکوت کیا کہنا — ترے دہن کا مری بات کا جواب نہین

کئے کی شرم جسے ہے وہ پاک ہے اے شیخ — پڑیگی خاک اُسی پر جو آب آب نہین

ہمین تو دُور سے آنکھین دکھائی جاتی ہین — نقاب لپٹی ہے اُسپر کوئی عتاب نہین

چمک رہا ہے رخِ روشن کی ہے شباب کے ہاتھ — یہ دوپہر ہے تو ڈھلنے کا آفتاب نہین

مری نظر تھی کہ تجھ پر پڑی ہزارون مین — ترا جواب ہو گیا جب مرا جواب نہین

پیے بغیر چڑھی رہتی ہے حسینون کو — وہان شباب ہے کیا کم اگر شراب نہین

یہان سوال یہی ہے کہ ہان نہین کچھ ہو — وہان جواب یہی ہے کوئی جواب نہین

خدانخواستہ کچھ بے دہن نہین وہ بُت — یہ بات ہے کہ کوئی قابلِ خطاب نہین

وہ اپنے عکس کو آواز دے کے کہتے ہین — ترا جواب تو مین ہون مرا جواب نہین

اُسے بھی آپ کے ہونٹون کا پڑ گیا چسکا — ہزار چھوڑیے چھٹنے کی اب شراب نہین

غرور اُن کا جو ٹوٹا تو عاجزی سے مری — بجز نیاز کوئی ناز کا جواب نہین

نہ اپنے گل پہ بہت بھول بلبلِ نادان — نقاب ہی ہے یہ ہان کچھ تہِ نقاب نہین

تڑپ کے آہ جو کی مین نے خود تڑپ اُٹھے — وہ جانتے تھے مرے تیر کا جواب نہین

چمن ہو پھولون سے کیا خاک میکدے کا جواب — پیالے اتنے ہین اور بوند بھر شراب نہین

یہ راز بھی شبِ معراج کھل گیا سب پر — میانِ عاشق و معشوق کچھ حجاب نہین

مے طہور ہے رندون ہی کے لئے اے شیخ — وہ کیا پیے گا جسے لذتِ شراب نہین

جواب ہے تری غفلت کا میری بیداری — وہان خیال نہین ہے یہان بھی خواب نہین

جنون ہے جب سے مجھے شور ہے حسینون مین — ہمین جلیل سے بڑھ کر کوئی عذاب نہین

جلیل ختم نہو دورِ جامِ مینائی

نہ جب ملتے تھے وہ ہم سے نہ اب ملنے کی صورت ہے
جوانی مین ہوئی آنکھین حیا تھی جو لڑکپن مین

ہماری لنترانی کیا ہے. بیجا ہمصفیرون سے
ہماری گلفشانی دیکھیے گلشن سے گلشن مین

اُدھر وہ پیار سے مدفن پہ میرے ہاتھ رکھے ہین
اِدھر مین بارِ احسان سے دبا جاتا ہون مدفن مین

گریبان چاک پھولون کو جو دیکھا ہم نے یہ جانا
تمھے وحشی ہوا کھانے نکل آئے ہین گلشن مین

نہ ان کا رُخ نظر آیا نہ اُن کی زلف ہاتھ آئی
شگوفہ چھوڑ کر چلتے ہوئے شیخ و برہمن مین

اُداسی بیکسی سب کو ہمین سر پھوڑنا اپنا
لگے ہین لعل کیا ایسے ہمارے سنگِ مدفن مین

صفائی ہاتھ کی جب ہے کہ ہو دو ٹوک اے قاتل
لگی لپٹی نہ رہ جائے کوئی رگ میری گردن مین

خدا آباد رکھے دورِ قاتل مین ہے امن ایسا
ہزارون پاؤن پھیلائے ہوئے سوتے ہین مدفن مین

کوئی جھانکے نہ جھانکے مُفت مین رخنے نکلتے ہین
مری آنکھون کے ڈھیلے رکھ دو دیوار کے روزن مین

پروئے ہو جو تم زنار مین تسبیح کے دانے
جلیل اچھا ہے رشتہ جوڑ دو شیخ و برہمن مین

نظر اُٹھا کے کوئی دیکھ لے یہ تاب نہین
وہان عتاب ہے کیا کم اگر نقاب نہین

جوابِ خشک سُنون ساقیا یہ تاب نہین
شراب دے کہ نہ دے یہ نہ کہہ شراب نہین

شباب کا ہے مزہ یاد گو شباب نہین
یہ خواب تو ہے مگر بھولنے کا خواب نہین

مین اپنے ضُعف کے ہاتھون تڑپ نہین سکتا
وہ جانتے ہین مرے دل کو اضطراب نہین

وہ مجھ کو شکوے پہ کہنا نقاب اُٹھاتے ہوے
نہین نہین مجھے تم سے کوئی حجاب نہین

سُنا تھا ہم نے کہ ٹھنڈک سے نیند آتی ہے
مگر یہ دیدۂ تر آشنائے خواب نہین

فلک کا نام نہ لو بوڑھے غمزے کرتا ہے
وہان ستم کا مزہ کیا جہان شباب نہین

یہ ایک کھیل ہے جو قتلِ عام کرتے ہین
کسی پہ کچھ انہین غصہ نہین عتاب نہین

مبارک تجھکو اے شوقِ شہادت وقت آپہونچا
دھمک سی ہو رہی ہے آج تو جو رگ ہے گردن مین

خدا رکھے تمھارے ہی ہین سب یہ دانۂ و بلبل
تمھین ہو شمع محفل مین تمھین ہو پھول گلشن مین

مرا دل کھو گیا اچھا ہوا جانے دو ذکر اُس کا
یہ کیا شے ہے چھپائے بیٹھے ہو تم جسکو دامن مین

جلیل ایسا کہان کوئی بتون کا چاہنے والا
برہمن بنکے ہم برسون رہے دیرِ برہمن مین

جو تڑپانے کی باتین تھین وہ ہین سب انکی چتون مین
اثر آئے تو اب آئے کہان ہے میرے شیون مین

چمن مین آشیان تو باندھنے کو باندھتے سب ہین
مزہ جب ہے کہ اے بلبل ہوا بندھ جائے گلشن مین

ہزارون لاکھون ارمان تھے نہ نکلا جیتے جی کوئی
اب اس کی فکر ہے کیونکر سمائی ہوگی مدفن مین

دلِ مضطر کو وحشت مین کوئی کس طرح سے تھامے
گریبان مین ہے ایک اُلجھا ہوا اور ایک دامن مین

خطا کیا کی جو مین نے لئے رخسار کے بوسے
بگڑتے کیون ہو کیا گلچین نہین ہوتے ہین گلشن مین

خوشی یا رشک تو جب ہو کہ مجکو ہوش ہو اسکا
مرے پہلو مین وہ بیٹھے ہین یا آغوشِ دشمن مین

جوانی ہنستے ہی ان کے ٹھنڈی سانسین سب لگے بھرنے
صبا کا دَور دَورہ ہے بہار آئی ہے گلشن مین

تمھارے ناتوان پر کیا لحد مین سختیان ہوتین
فرشتے آئے لیکن خاک کچھ پایا نہ مدفن مین

جب آیا ہوش تب جانا کہ میرا تیرا قصہ تھا
سُنا تھا جو فسانہ لیلی و مجنون کا بچپن مین

سُنا ہے کر لئے اپنے ٹھکانے ہمصفیرون نے
کوئی نازک سی ہم بھی شاخ چھانٹین چلکے گلشن مین

ہمین وہ ہین کہ مرکر بھی نہ چھوٹے بیقراری سے
کبھی ہے لاش مدفن پر کبھی ہے لاش مدفن مین

ابھی سے لگ گئی پتی تری آواز مین بلبل
یہی حالت ہے تو پھولے پھلے گی خاک گلشن مین

سُنا تھا حشر مین مُردے اُٹھین گے ایک سے ستر
یہان تمنے ہزارون بھر دئے ایک ایک مدفن مین

گل و بلبل نہین بولین صبا سے بھی ہو سرگوشی
ہمین سے سب کھٹکتے ہین ہمین ہین خار گلشن مین

کوئی اُٹھتا ہے تو باتون مین لگا لیتے ہین

سلامت دستِ وحشت کیا کرین ہم جا کے گلشن مین
وہی کھل جائینگی دم بھر مین جو کلیان ہین دامن مین

جب آئے سیر کو پھر منہ چھپانا کیا ہے دامن مین
دکھا دو عارضِ رنگین لگا دو آگ گلشن مین

بنو تم شمعِ محفل مین جلون کیا فائدہ اس سے
تمہارے ساتھ جائین میرے دشمن بزمِ دشمن مین

ستم ہے موسمِ گل آکے بھی یون ہی گزر جائے
مرے صیاد دم بھر کو قفس لٹکا دے گلشن مین

کھڑے تربت پہ کس حسرت بھرے دل سے وہ کہتے ہین
مرے بچپن کیونکر نیند آئی تجھکو جوبن مین

ابھی کیا ہے بہار آنے پہ کھُل کھیلین گے متوالے
اُڑینگے خوب گلچھرّے یہین سب پھول گلشن مین

جلا کر کر دیا تھا طور کو جس آگ نے سُرمہ
شرارت بنکے اب وہ آگئی ہے اُن کی چتون مین

چمن مین پھول رُخ جا پھول والون کو مبارک ہو
یہان بھی اے جنون ٹکڑے گریبان کے ہین دامن مین

بہار آخر ہے اب دو چار نالے گرم اے بلبل!
خزان کے آتے آتے تو لگا دے آگ گلشن مین

تمھین جانو کہان چھپ چھپ کے تم راتون کو جاتے ہو
تمہارے نقشِ پا کچھ کہہ رہے ہین کوے دشمن مین

کہو تم اپنے جوبن سے کہ اُٹھ کر فیصلہ کر دے
رہیگا تا کجا جھگڑا جوانی اور بچپن مین

خزان کے دور مین اندھیر جب دیکھین گے دیکھین گے
چراغ اِسوقت تو ہر پھول کا جلتا ہے گلشن مین

کبھی روتا ہوا گزرا ہے شاید کوئی دیوانہ
ہزارون جا کے آتے ہین نظر صحرا کے دامن مین

اُٹھاتا ہے یہین آ آ کے آفت فتنۂ محشر
یہ پوچھو کونسی دولت گڑی ہے میرے مدفن مین

نشیمن کیا چمن ہی پھنک گیا بجلی سے اے بلبل
ہوا اب کچھ مگر گرمی نہ آئی تیرے شیون مین

سوا اسکے کہ دو چار اور بھی مشتاق ہو جائین
نتیجہ کیا ہے اسکا تم جو آ بیٹھے ہو چلمن مین

یہ نکہت گل سے کالو کی یہ صورت اُٹھتے جوبن کی
جوانی تم پہ کیا آئی بہار آئی ہے گلشن مین

دھڑکا ہے مرے غم مین تڑپ اٹھا نہ ہو کوئی
الٰہی کروٹین لینے لگی کیون لاش مدفن مین

ہاے رے شرم بٹھاتے بھی ہین عاشق کو تو یون — مُنہ سے کہتے نہین کچھ آنکھ جُھکا لیتے ہین

اشک وہ ہین کہ مٹا دیتے ہین غصّہ اُن کا — آنچ آتی ہے جو مجھ پر تو بچا لیتے ہین

بادۂ وصل پلاتے ہین اُسی کو وہ جلیل
اپنا ہمرنگ جسے پہلے بنا لیتے ہین

تیغ رکھ رکھ کے گلے پر وہ ہٹا لیتے ہین — طائرِ جان کے پھڑکنے کا مزا لیتے ہین

دیدۂ و دل کو خدا جانے کیا کس نے تباہ — سچ ہے یا جھوٹ مگر نام ترا لیتے ہین

بانکپن دیکھو کہ ہے نوک کی ہر شے مین تلاش — دل بھی لیتے ہین تو پیکان سے ملا لیتے ہین

ہاے وہ دن کہ لگا رہتا تھا مُنہ سے ساغر — اب جو پاتے ہین تو آنکھون سے لگا لیتے ہین

دیکھیے پھر کر یہ کیا حال ہے ان زلفون کا — آپ پریون کو بھی دیوانہ بنا لیتے ہین

لوٹ جاتی ہے جگہ پا کے قدم پر بجلی — چلتے چلتے جو وہ دامن کو اُٹھا لیتے ہین

اور بھی مجکو لٹاتا ہے یہ کہنا اُن کا — چُٹکیان لیتے ہین ہم آپکے کیا لیتے ہین

سینہ اُبھرا ہے تو کس فخر سے کہتی ہے کمر — ہمین ایسے ہین جو یہ بوجھ اُٹھا لیتے ہین

ہم نہ کہتے تھے کہ بدنام کرے گی چوٹی — اپنے پیچھے وہ بلا آپ لگا لیتے ہین

غازہ ملنے کا جو آتا ہے کبھی اُن کو خیال — رنگ عشاق کے چہرے سے اُڑا لیتے ہین

پیار آجاتا ہے اُن کو مری جانبازی پر — پھینک کر تیغ گلے مجکو لگا لیتے ہین

شعرو کہنے کا میرے ہے انھین پاس ابتک — چار آنسو مری تربت پہ بہا لیتے ہین

ٹکڑے ساغر کے ہمین لختِ جگر ہین واعظ — کہین پاتے ہین تو پلکون سے اُٹھا لیتے ہین

میرے سینے مین تو ہاتھون ہی اُچھلتا ہے یہ دل — آپ کیونکر اسے مُٹھی مین دبا لیتے ہین

بیٹھے رہتے ہین حسین حلقہ کیے گردِ جلیل

دونون آنکھون نے کیا رو کے خزانہ خالی
ہاے باقی نہ رہا ایک بھی آنسو دل مین

ہدف تیر مجھے ہونے مین کچھ عذر نہین
بات اتنی ہے کہ پہلو مین ہے دل تو دل مین

چلدیا تیر ترا توڑ کے پہلو میرا
چین اُس کو بھی نہ آیا کسی پہلو دل مین

دل بڑھانے سے یہ مطلب ہے ترا ہم سمجھے
کہ سما جاے ہمارا قدِ دلجو دل مین

اشک خونِ یاد مین ساقی کی جو پیتا ہون جلیل
دانے انگور کے بنجاتے ہین آنسو دل مین

شعر پڑھ پڑھ کے کیا بزم کو تسخیر جلیل
اب کھلا یہ کہ بھرے رہتے ہو جادو دل مین

آئنہ دیکھ کے وہ مُنہ جو بنا لیتے ہین
اپنے بگڑے ہوے تیور کا مزا لیتے ہین

قدرداں ہم ہین تمھاری قدر اندازی کے
تیر آتا ہے تو پہلو مین بٹھا لیتے ہین

شوخیان یار کی یاد آکے جو تڑپاتی ہین
دلِ بیتاب کو چھاتی سے لگا لیتے ہین

مشق چوری کی بڑھاتے ہین کہ دل بچ نہ سکے
جب مجھے دیکھتے ہین آنکھ چُرا لیتے ہین

کیون بُرا مانین حسینون کے ستم کرنے کا
ہم بھی پلتے ہین تو جی بھر کے ستا لیتے ہین

دیدبازی کا اُنھین شوق اگر ہوتا ہے
آرسی آئنے سے آنکھ لڑا لیتے ہین

بیٹھتے ہین جو سنورنے کو بُتِ پردہ نشین
پہلے آئینے کو حیران بنا لیتے ہین

اپنی ہمت کے فدا کچھ بھی نہین جان مگر
اب بھی اتنے ہین کہ ناز اُنکے اُٹھا لیتے ہین

خواب کے آنے کا رہتا ہے جو کھٹکا شبِ وصل
بختِ بیدار کو پہرے پہ بٹھا لیتے ہین

پائمالی کے لئے جب نہین ملتا کوئی اور
دو قدم چل کے قیامت کو اُٹھا لیتے ہین

ایسے نازک بدن انسان تو دیکھے ہی نہین
جب وہ آتے ہین تو آنکھون پہ بٹھا لیتے ہین

کٹ ہی جاتی ہے کسی طرح شبِ تنہائی
اپنی تقدیر کو پہلو مین سُلا لیتے ہین

خوش ہون اب مین کہ جُرا ہی نہین سکتا کوئی
بھر دی اُن گیسوؤن نے مشک کی خوشبو دل مین

خون ارمانون کا کرتا ہے یہ کیا کرتا ہے
جی نہ گھبرائے گا تنہا جو رہا تو دل مین

اُلفتِ زلف مین لاکھون ہی اُٹھائے جھٹکے
فرق آیا مگر اب تک نہ سرِ مو دل مین

قیس و لیلےٰ کو بہم دستِ و گریبان دیکھا
دلِ سودا زدہ گیسو مین ہے گیسو دل مین

سیر اُس دم کوئی دیکھے مری بیتابی کی
بیٹھے بیٹھے جو بدلتے ہین وہ زانو دل مین

کون سب مین ہے ترا چاہنے والا دل سے
صاف کھُلجائے اگر غور کرے تو دل مین

ہمنے پہلو مین پری خانہ بنا رکھا ہے
روز آ رہتے ہین دو اک پری رو دل مین

زلفِ جانان مین درازی ہے قیامت کی جلیل
وان کھُلے شانے پہ یان آگئے گیسو دل مین

بیوفاؤن کی محبت بھی محبت ہے جلیل
غیر ممکن ہے پشیمان نہو تو دل مین

ضبطِ گریہ مین ہے کیا عذر جو ہو تو دل مین
آنکھون سے آئین لپٹ کر ابھی آنسو دل مین

تیری پلکون سے تھین وابستہ اُمیدین دل کی
آنکھ کیا تیری پھری پھر گئی جھاڑو دل مین

دھیان دانتون کا ترے سب کو رُلا دیتا ہے
یہی موتی ہین جو بنجاتے ہین آنسو دل مین

دھیان بندھتے ہی نگاہون مین اندھیرا چھایا
سایہ گیسو کا رہا آنکھ مین گیسو دل مین

وہ جو پہلو مین ہین بیٹھے ہوے کھُلتا ہی نہین
دل ہے پہلو مین ہمارے کہ ہے پہلو دل مین

غُصّے مین اور ادا تیری بھلی لگتی ہے
تیوری چڑھتی ہے اُتر آتے ہین ابرو دل مین

شوقِ دیدار سے آنکھون مین چلے آتے ہین
لاکھ روکون نہین رُکتے مرے آنسو دل مین

چتونین دیکھ کے تڑپا کئے ہم ساری رات
آنکھ آنکھون مین رہی آنکھ کا جادو دل مین

جستجو دل کی ہے ایسی کہ پھڑک جاتے ہین
بات کا بھی کوئی آتا ہے جو پہلو دل مین

بیدار تیرے دور مین کیون رات بھر ہون مین
کیا کوئی فتنہ اے فلک فتنہ گر ہون مین

ناوک چلا نہین ابھی چٹکی سے چھوٹ کر
پہلو سے دل پکار رہا ہے ادھر ہون مین

ممکن نہین جو وصل تو ٹھہراؤ قتل کی
کب تک ہون اُدھر مین اِدھر یا اُدھر ہون مین

رونے سے اور شوق بڑھا کوے یار کا
ہر اشک کہہ رہا ہے چلو ہمسفر ہون مین

آئینہ جب ہٹے تو نظر سے نظر ملے
ٹٹی سی بیچ مین ہے اُدھر تم اِدھر ہون مین

بلنے مین ان کے پڑ کے جو پانی ہے آبرو
موتی کو ہے یہ ناز کہ عالی گہر ہون مین

اُٹھتے ہی اُن کے لوٹ گیا مین تو بول اُٹھے
کیون کیا خدا نخواستہ دردِ جگر ہون مین

دل کو تو سرمہ کرتی ہے گردش اس آنکھ کی
اور دل ہے اسپہ لوٹ کہ مدِ نظر ہون مین

وہ اور زلف چہرے پہ بکھرائے آئینگے
اللہ کس خیال مین شام و سحر ہون مین

مین نے تمھارے غم کو جگر بھی کھلا دیا
بیجا نہین اگر یہ کہون بے جگر ہون مین

راتون کو پھرنے کی ہوئی عادت بُرا ہوا
اب تو وہ اپنے مُنہ سے کہینگے قمر ہون مین

فیضِ امیر باعثِ شہرت رہے جلیل
شاگرد نامور کا ہون یون نامور ہون مین

خوب آیا ہے ترے وصل کا پہلو دل مین
دل کو سینے سے لگائے ہون کہو تو دل مین

کیا نزاکت ہے نہ پہلو مین کبھی تو آیا
نہ ترے وصل کا آیا کوئی پہلو دل مین

تو نے صد چاک کیا اِس لئے شانے کی طرح
کہ سنور جائین سما کر ترے گیسو دل مین

ان سے بھی حالتِ دل اب نہین دیکھی جاتی
یہی باعث ہے جو رُکتے نہین آنسو دل مین

گھر تو چھوڑا ہی تھا کیون چھوڑ دیا حق اپنا
چٹکیان لینے بھی آتا نہین اب تو دل مین

بہ گئے آنکھون سے پھر بھی ہے اک آگ لگی
پھونک دیتے مجھے رہ جاتے جو آنسو دل مین

قرارِ حضرتِ دل کو ہے اُن کی مُٹھی مین | جو چھوڑ دین ابھی ہاتھون اُچھل کے جاتے ہین

اُنھین سُنا سینگے اشعار وصفِ لب کے جلیلؔ
جمانے رنگ وہان لعل اُگل کے جاتے ہین

وعدہ کرکے وہ ہاے جاتے ہین | روگ دل کو لگاے جاتے ہین
کیا ڈرے ہین نگاہِ دشمن سے | میرے دل مین سماے جاتے ہین
دستِ رنگین وہ رکھ کے سینے پر | آگ دل مین لگاے جاتے ہین
لُٹ گئے پر بھی حوصلہ ہے وہی | ناز تیرے اُٹھاے جاتے ہین
وہ چلے مثلِ دم خفا ہو کر | اب نہ آئینگے ہاے جاتے ہین
تیغ لپٹی ہوئی ہے کُشتون سے | کسکے روٹھے مناے جاتے ہین
سر چڑھے تھے بہت جو حضرتِ دل | خاک مین اب ملاے جاتے ہین
ہین جو مشہور قاتلِ عالم | دیکھو وہ مُنہ چھپاے جاتے ہین
میرے رونے پہ بدگمانی سے | روز طوفان اُٹھاے جاتے ہین
دل مین کوئی نہین سوا تیرے | تیر کس پر لگاے جاتے ہین
ہم نے پوچھی تھین وصل کی راہین | آپ رستہ بتاے جاتے ہین
دورِ مین تیرے کس کو ہے آرام | سوتے فتنے جگاے جاتے ہین
آپ مختار ہین سُنین نہ سُنین | ہم تو اپنی سُناے جاتے ہین
سابقہ ہے لحد مین حورون سے | اب بھی ہم آزماے جاتے ہین
شمعِ تربت بنے ہین وہ مرے بعد | ابتک آنسو بہاے جاتے ہین
ہم تو جاتے ہین اس گلی سے جلیلؔ | گھر آنکھین بچھاے جاتے ہین

دشمن سے بھی بگڑ گئی شاید مری طرح — کچھ کچھ جھلک خوشی کی ہے میرے ملال مین
کیا قہر ہے نظر کی طرح وہ نظر نہ آے — اور رات دن پھرے مری چشمِ خیال مین
چشمِ سیہ مین سرمے کا دُنبا کہ کھینچکر — کیا کیا نکالتے ہین وہ شاخین غزال مین
دشمن کے ساتھ آے ہین میت پر اس لئے — نہلائینگے سبھے مجھے عرقِ انفعال مین
ڈورون سے اور بڑھ گئین آنکھون کی شوخیان — چھل بل دکھا رہے ہین ہرن پھنسکے جال مین
قاتل سے یہ جواب ملا کہکے مدعا — رکھدی زبان کاٹ کے دستِ سوال مین
خالی ہے جام بھرکے شراب اس مین ساقیا — رکھدے اس آفتاب کو طاقِ ہلال مین
ہے کمسنی کی قید مین عالم شباب کا — کیا سیر ہے کہ بدر چھپا ہے ہلال مین

فکرِ سخن مین ہو گئے کچھ ایسے ناتوان
آتے نہین جلیل خود اپنے خیال مین

عدو سے ہم صفتِ شمع جل کے جاتے ہین — تمہاری بزم سے کیا پھول پھل کے جاتے ہین
وہ جاتے ہین کہین جائین کرین نہ دل پامال — یہ کیا حنا ہے جو تلوون سے مل کے جاتے ہین
یہ مرنے والون کو پاسِ ادب ہے اُنکے حضور — نہا کے جاتے ہین کپڑے بدل کے جاتے ہین
جو اب کے آئین تو دامن سے باندھ دون ارمان — پھر اُن کو دیکھون کہ کیونکر نکل کے جاتے ہین
دُہائی ضبط کی آنسو پئے نہین جاتے — بھرے ہوے مرے دو جام چھلکے جاتے ہین
ہین اشکِ گرم کے دھبے بتون کے دامن پر — کہان کہان یہ شرارے اُچھل کے جاتے ہین
نکل گیا ہو نہ آنکھون کی راہ دل میرا — یہ کسکو ڈھونڈنے آنسو نکل کے جاتے ہین
پھرین جو نزع مین آنکھین وہ بدگمان بولا — یہ آپ ہم سے کہان رُخ بدل کے جاتے ہین
نہ نکلی بوند لہو کی جو بنتی رنگِ حنا — وہ ملنے آے تھے دل ہاتھ مل کے جاتے ہین

لپکتی ہے گری پڑتی ہے بجلی، ہے ایسی کونسی شے آشیان مین

جلیل اس باغ مین کانٹے کی صورت
کھٹکتا ہے نگاہِ باغبان مین

کوچۂ زلف سے ٹلتا ہی نہین دل کو سکتہ بھی ہے سودا ہی نہین
یا خدا دل بھی گیا دلبر بھی درد کیسا ہے کہ جاتا ہی نہین
جسکو چاہون وہ برائی چاہے ہائے نیکی کا زمانا ہی نہین
حالِ دل سنکے چرانا آنکھین کیا کہین آپنے دیکھا ہی نہین
جان و دل دونون تصدق تم پر تمسے بڑھکر کوئی پیارا ہی نہین
لڑگئین جب سے نگاہین باہم میرے اُنکے کوئی جھگڑا ہی نہین
جھوٹے وعدے بھی نہین کرتے آپ کوئی جینے کا سہارا ہی نہین
بے جھجک پھرنے لگے آنکھون مین اب کسی سے اُنھین پردا ہی نہین
دردِ دل سُنکے وہ کچھ تو کہتے ہائے اُنسے کوئی کہتا ہی نہین
جان کے ساتھ ہے زلفون کا خیال سر سے جائے یہ وہ سودا ہی نہین

دل حسینون مین پھرالائے جلیل
کہین ایسون کا ٹھکانا ہی نہین

دیکھا ہے وہ جمال بُتِ خوش جمال مین آئے قیاس مین نہ کسی کے خیال مین
ابروے یار سے جو ملاتا ہے آسمان کیا ایسے چار چاند لگے ہین ہلال مین
بادِ بہار کان مین کیا جھک کے کہہ گئی پھولے نہین سماتے شگوفے نہال مین
آنکھون پہ رکھ کے زلف جو مین اشکبار ہون موتی پرو رہا ہون ترے بال بال مین

دمِ رخصت لگا کر تیر بولے
نشانی اپنی کچھ تو ہم دئے جائین

مزہ ہے برق و باران مین اسی کا
پئے بھی جائین توبہ بھی کئے جائین

کوئی تو بات ہو دل جس سے بہلے
جو آتا ہے زبان ہم کو دئے جائین

سمجھتے کچھ نہین رندون کو واعظ
مناسب ہے کہ اب سمجھا دئے جائین

مبارک گالیان غیرون کو اُن کی
وہی یہ گھونٹ شربت کے پئے جائین

لبِ جان بخش سے وہ کوستے ہین
یہ مطلب ہے کہ مر مر کر جئے جائین

ہزارون دلبر اور اک دل کرین کیا
اسی کمبخت کے ٹکڑے کئے جائین

عدم کو جاتے ہین توشہ نہین ساتھ
اجازت ہو تو دو بوسے لئے جائین

جلیل اب حضرتِ دل کو کرو صبر
نہین ایسے جو یہ بہلا لئے جائین

قفس مین ہون کہ طائر آشیان مین
ترا کرتے ہین ذکر اپنی زبان مین

وہ بلبل ہون جو چھوڑے آتشِ گل
لگا دے آگ بجلی آشیان مین

بچھڑ کر کون پیچھے رہ گیا ہے
جرس چلا رہا ہے کاروان مین

چمن یون ہی رہے گا نذرِ صرصر
ہے اک تنکا بھی جبتک آشیان مین

بھرے ہین یار کی محفل مین اغیار
جہنم کا سمان دیکھا جنان مین

دلِ پُر سوز کی اللہ رے گرمی
اثر جل جائے گر آئے فغان مین

نہین بے عشق لطفِ داد خواہی
مزہ ہے درد کا سارا فغان مین

مذکر اور مؤنث کی ہین بحثین
برا جھگڑا ہے یہ اردو زبان مین

ہجومِ اشک مین ملتا نہین دل
مرا یوسف ہے گم اس کاروان مین

کمر سے بڑھ چلے گیسو تو برہم ہوکے فرمایا
ذرا انکو چڑھاؤ سر تو بس یہ جس نکلتے ہین

مٹی چین جبین انکی تو چتون پھر گئی ہمسے
پڑے جو پیچ قسمت مین بھلا وہ کب نکلتے ہین

گرے قدمون پہ میرے اشک حسرت تم بگڑ بیٹھے
چلو روٹھو نہ اب جانے دو لڑکے ہین مچلتے ہین

نہ ارمانون سے جب نکلا گیا دل سے کسی صورت
نکلکر تن سے بولی جان دیکھو یون نکلتے ہین

وہ آجاتے ہین اکثر دیکھنے کو میرے رونے کی
نکلجاتے ہین کچھ ارمان جب آنسو نکلتے ہین

جہان جاتا ہون مین ہمراہ ہو لیتی ہے رسوائی
جدھر چلتے ہو تم فتنے تمہارے ساتھ چلتے ہین

چھنے جاتے ہین دیوارون کے روزن بدگمانی سے
ذرا سے وہم پر کیا کیا وہان رخنے نکلتے ہین

خیال زلف مین ٹہکون کا بہنا تم غلط سمجھے
تعجب کیا ہے اکثر قافلے راتون کو چلتے ہین

ستانے کو ترا دل چاہیے وہ کیا ستائینگے
ذرا بجلی جو آہون کی چمکتی ہے دہلتے ہین

وہی دل تو ہے جسکے نام سے بیزار تھے پہلے
یہ کس پر لوٹ ہین آج آپ یہ کسپر مچلتے ہین

دعا یہ ہے کہ تو دن دن بڑھے اے کاکل مشکین
غریبون کے ہزارون دل ترے سائے مین پلتے ہین

جلیل احباب کی فرمائشون سے ناک مین دم ہے
سمجھ رکھا ہے سب نے شعر بھی سانچے مین ڈھلتے ہین

وہ خالی ہاتھ یان سے کس لئے جائین
کلیجا نکلا آتا ہے سلئے جائین

ہنسے دیتے ہین قاتل کی ادا پر
کہین پھر منہ نہ زخمون کے سئے جائین

کلیجا پھک گیا اے ضبط گریہ
کہان تک گرم گرم آنسو پئے جائین

حسین ہین کیسے کیسے نرم و نازک
یہ پھول آنکھون مین چنکر رکھ لئے جائین

یہی انصاف ہے او غیر کے یار
اسے بوسے ہمین دھوکے دئے جائین

نزاکت سے بنے جاتے ہین وہ پھول
یہ مطلب ہے کہ پلکون پر لئے جائین

نکل آتے ہین دل سینون سے جب گھر سے نکلتے ہین
حسین ظالم جو چلتے ہین تو جادو بن کے چلتے ہین

جہان بیٹھے ملے پھر وصل کے ارمان نکلتے ہین
عجب یہ پھول ہین جب توڑتا ہون مجھکو چھلتے ہین

قد اُنکا بڑھ رہا ہے آج کل اُٹھتی جوانی ہے
قیامت سے بھی وہ نامِ خدا کچھ بہ کچھ سے نکلے ہین

ابھی اُس شوخ کے چہرے سے اٹھا بھی نہین پردہ
کلیجے ہین کہ دو دو ہاتھ سینون مین اُچھلتے ہین

خطا بیتاب ہوئی اچھا نہ سوزِ دل چھپاؤنگا
یہ آنسو اسقدر کیون گرم ہو ہو کر نکلتے ہین

مزہ جب ہے کہ آجائے کہین اُنکی طبیعت بھی
ذرا وہ بھی تو جانین کروٹین کیونکر بدلتے ہین

وہ آئے تھے اِدھر دل کی طرف سے مجکو کھٹکا ہے
خدا جانے یہ کس کو ڈھونڈنے آنسو نکلتے ہین

ہزارون خونِ ناحق ہو چکے ہین دستِ رنگین سے
لگی تھی ایکدن مہندی وہ ابتک ہاتھ ملتے ہین

جنون کے جوش مین دامن گریبان سے یہ کہتا ہے
کہ دیکھین تم نکلتے ہو کہ پہلے ہم نکلتے ہین

ہمین نے دیکے دل چالین سکھائین دلربائی کی
خدا کی شان یہ بت اب ہمین سے چال چلتے ہین

کسی کی جان لے لینا کسی کا دل اُڑا لینا
غرض جس گھر مین وہ آتے ہین کچھ لے ہی نکلتے ہین

لکھا ہے جیتنے کو وصف اُنکے سبزۂ خط کا
جوابِ خط مین دیکھین آج وہ کیا زہر اُگلتے ہین

تلاشِ دل بتانِ دلربا کو ایسی رہتی ہے
یہی کرتے ہین باتین جنمین سو پہلو نکلتے ہین

جہان دو دوست بیٹھے ہین وہان ہے ذکر اُن آنکھونکا
بلا کے جام ہین یہ بھی کہ ہر محفل مین چلتے ہین

عجب کیا ہے نکلجائے جو دم خنجر کی چالون پر
کچھ انداز اس مین تیرے بانکپن کے بھی نکلتے ہین

جلیل انسان کرتا ہے ہزارون خواہشین لیکن
نکلنے کے جو ہوتے ہین وہی ارمان نکلتے ہین

تڑپ کر جب کہا دل نے کہ پہلو سے نکلتے ہین
توجانِ ناتوان بولی کہ چلئے ہم بھی چلتے ہین

ستم ڈھاتے ہین جب اٹکھیلیون کی چال چلتے ہین
مجھے کیا فتنۂ محشر کو بھی تلوون سے ملتے ہین

ایک میخانہ پیے بیٹھے ہین

ترٹپنے پر مرے منہ پھیر کر آنسو بہاتے ہین
تنفر کا بھی ہے اظہار چاہت بھی جتاتے ہین

ستانے کی طرح یہ حسن والے کب ستاتے ہین
ہمارے دل مین بیٹھے ہین کلیجا کھائے جاتے ہین

وہ جلتے ہین جو ہمکو دیکھ کر ہم بھی جلاتے ہین
دکھا کر انکو تصویر انکی سینے سے لگاتے ہین

انھین رخصت ہوئے مدت ہوئی بھولے نہین ابتک
گلے ملکر وہ کہنا لو خدا حافظ ہے جاتے ہین

ملایا ایک تو آنکھوں کے آگے خاک مین دل کو
پھر اسپر یہ ڈھٹائی دیکھئے آنکھین ملاتے ہین

کسی نے مجکو جب پوچھا تو ہنسکر آپ یون بولے
یہ میرے ساتھ رہتے ہین مرے غمزے اٹھاتے ہین

وہ کیا جانے ابھی معشوق بنتا ہے کوئی کیونکر
محبت کا جو سن لیتے ہین چرچا کانپ جلتے ہین

انھین جب سرو قد ہم نے کہا تو ہنس کے فرمایا
جو یہ سچ ہے تو پھر آنکھون مین ہم کیونکر سماتے ہین

دل پر داغ کو یون مانگتے شرم انکو آتی ہے
چمن سے توڑ کر اک پھول لالے کا دکھاتے ہین

بڑے ہمدرد بنکر آئے ہین اللہ رے ہمدردی
مرے دم پر بنی ہے آپ بیٹھے مسکراتے ہین

کسی دن تم نے رکھا تھا حنائی ہاتھ سینے پر
خدا شاہد ہے ٹھنڈک آج تک ہم دل مین پاتے ہین

ہمارا دل ہے تو ملتا ہے جسکو اپنے تلوون سے
ترا ناوک ہے جسکو ہم کلیجے سے لگاتے ہین

پڑے جب نیل لب پر میرے بوسون کے تو فرمایا
یہ کیا کرتے ہین آپ اس لعل کو لالہ بناتے ہین

جگر مین ڈوبنے سے ہے جو خون آلودہ تیر ان کا
مرا دل ہاتھ مین لیکے پیکان سے ملاتے ہین

فضا دل کے چمن کی گھب گئی ہے ایسی آنکھون مین
نکلتے ہین وہ جب گھر سے یہین تشریف لاتے ہین

پڑے کیا ہو جلیل اٹھو بڑی قسمت تمھاری ہے
جنھین تم یاد کرتے تھے ابھی دیکھو وہ آتے ہین

جگر مین چٹکیان لیتے ہین وہ دل کو مسلتے ہین
جو کچھ کہیے تو کہتے ہین مرے ارمان نکلتے ہین

اور تو جائیں مدینے کو رہیں ہم محروم — دیکھ اے چرخ اسے تنگدلی کہتے ہین

ہند مین تن ہے مرا جان مری طیبہ مین — اس کو عشاق غریب الوطنی کہتے ہین

ہو نظر لطف کی بہر شہِ جیلان مجھپر — جنکو سب لوگ حسینی حسنی کہتے ہین

چار یار آپ کے حامی مرے ہو جائین جنھین — عمرؓ و حیدرؓ و صدیقؓ و غنیؓ کہتے ہین

کیا کہون کون ہین جنکے لئے دیوانہ ہون — سب انھین سیدِ مکی مدنی کہتے ہین

نعتِ احمد مین چمن خوب کھلایا ہے جلیل
بارک اللہ اسے رنگین سخنی کہتے ہین

یہ جو سر نیچے کیے بیٹھے ہین — جان کتنون کی لیے بیٹھے ہین

جان ہم سبزۂ خط پر دے کر — زہر کے گھونٹ پیے بیٹھے ہین

دل کو ہم ڈھونڈتے ہین چار طرف — اور یہان آپ لیے بیٹھے ہین

واعظو چھیڑو نہ رندون کو بہت — یہ سمجھ لو کہ پیے بیٹھے ہین

گوشے آنچل کے ترے سینے پر — ہاے کیا چیز لیے بیٹھے ہین

دستِ وحشت کو خبر کر دے کوئی — ہم گریبان سیے بیٹھے ہین

ہاے پوچھو نہ تصور کے مزے — گود مین تم کو لیے بیٹھے ہین

آپ کے ناز اٹھانے والے — جان کو صبر کیے بیٹھے ہین

بل جبین پر ہے خدا خیر کرے — آج وہ تیغ لیے بیٹھے ہین

اس توقع پہ کہ لین وہ تلوار — سر ہتھیلی پہ لیے بیٹھے ہین

جان دیدینگے تمھارے در پر — ہم اب اٹھنے کے لیے بیٹھے ہین

ذکر کیا جام و سبو کا کہ جلیل

ہان سے کے تیغ خون کا دریا بہا ہے
بیٹھے ہین ہاتھ دھوئے ہوئے زندگی سے ہم

سنتے ہین گرم ہوگا قیامت مین آفتاب
رکھتے ہین شغل آتشِ تر کا ابھی سے ہم

اِس در سے جب اُٹھین گے تو جنت مین جائینگے
رستہ نکال لینگے تمھاری گلی سے ہم

دستِ سبو پہ کی تھی جو توبہ وہ یاد ہے
اب ہاتھ کیا اُٹھائین بھلا میکشی سے ہم

اے شیخ مرتے مرتے بچے ہین پیے بغیر
عاصی ہون اب جو توبہ کرین میکشی سے ہم

زخمِ جگر کو دیکھو تو کیا حال ہوگیا
باز آئے مہربان تمھاری ہنسی سے ہم

برقِ جمال اِس مین چمکتی رہی اگر
سینکین گے اپنی آنکھ تری آرسی سے ہم

دیر و حرم کو چھوڑ کے تو آئے تھے یہان
جائین کہان اب اُٹھ کے تمھاری گلی سے ہم

کیا جانے کیون خفا ہوے آکر وہ خواب مین
فرماتے ہین کہ اب نہ ملین گے کسی سے ہم

بلبل ہمین بناؤگے اپنا نہ تھی خبر
کہتے تھے پھول رُخ کو تمھارے ہنسی سے ہم

اچھا سلوک تو نے کیا یار دل کے ساتھ
ٹکڑے اُٹھا کے لائے ہین تیری گلی سے ہم

ہر روز چاہیے انھین کوئی پری جمال
آفت مین ہین جلیل کی دیوانگی سے ہم

ردیف نون

سب جنھین سیدِ مکی مدنی کہتے ہین
اُن سے ہم حضرت موسیٰ ارنی کہتے ہین

تیرِ مژگان سے کیا طائرِ سدرہ کو شکار
اللہ اللہ اسے ناوک فگنی کہتے ہین

جان دیتے ہین جو بے دیکھے شہِ بطحا پر
آفرین ان کو اویسِ قرنی کہتے ہین

عرشِ اعظم کو ہلا دیتے ہین عشاقِ رسول
یا محمد جو دمِ نعرہ زنی کہتے ہین

ہمیشہ میان سے باہر تم اسکو رکھتے ہو
عروس تیغ نہین کیا حجاب کے قابل

سکوت سے دلِ اُمیدوار ٹوٹ گیا
مرا سوال نہ تھا اِس جواب کے قابل

چمن مین کیسی جمی ہے قطار پھولون کی
پیالیان ہین یہ ساقی شراب کے قابل

اب اُنکی آنکھ ہے اور شوخیان قیامت کی
یہ گھر رہا نہین شرم و حجاب کے قابل

ابھی سے خنجر کی لیتے ہو اپنا سن دیکھو
یہ تیغ تیز ہے دستِ شباب کے قابل

تھکا ہوا ہون نکیرین سے کہو دم لین
ابھی نہین مین سوال و جواب کے قابل

کیا ہے شمع نے گھونگٹ یہ تم سے شرما کر
وگرنہ شکل کہان تھی نقاب کے قابل

ستم ہے آپکے چہرے سے ہو عیان غصہ
نہ تھا یہ پھول تو رنگِ عتاب کے قابل

عبث ہے دیدۂ پُرخون کو رنج بیخوابی
کہ خواب آئے جگہ ہو جو خواب کے قابل

جلیل شعر وہی انتخاب ہوتا ہے
کہے جو آپ کہ ہون انتخاب کے قابل

ردیف میم

نالان ہین زندگی سے تو بیزار جی سے ہم
یہ جانتے تو دل نہ لگاتے کسی سے ہم

بیخود کرینگے حشر مین ہو کر وہ بے نقاب
کھوئے ہوئے ہین اپنی نظر مین ابھی سے ہم

دل مٹ گیا بلا سے فراغت تو ہو گئی
اس بیکسی مین چھوٹ گئے بیبسی سے ہم

بندھتا نہین خیال بھی پورا کبھی ترا
تنگ آگئے ہین یار تری نازکی سے ہم

خود بین تم اس قدر ہو ہمین اب کھلا یہ حال
بیوجہ بدگمان رہے آرسی سے ہم

اُنکی بھی خاک اُڑ گئی ساتھ اپنی خاک کے
جب تک تری گلی تھی نہ نکلے گلی سے ہم

کسی مرض کی دوا چشمِ اشکبار نہین
نہ انتظار کے قابل نہ خواب کے قابل

جوابِ صاف دیا آپ نے دیا تو سہی
مرا سوال تو ٹھہرا جواب کے قابل

یہ کیا بلا ہے کہ دیتا ہون جسکو کہتا ہے
ہمین ہین کیا دلِ خانہ خراب کے قابل

نہ چاہتے جو تمھین ہم تو آج کیون ہوتے
جفا و جور کے لائق عذاب کے قابل

کمندِ لطف سے دل کو شکار کرنا تھا
نہ تھا خدنگِ نگاہِ عتاب کے قابل

دیا ہے آج یہ مین نے پیام قاتل کو
گلوے خشک ہے تیغِ خوش آب کے قابل

چھپا کے منہ کو وہ خوش ہین خبر نہین اسکی
نقاب یہ بھی ہے جوبن نقاب کے قابل

شراب دینے مین پیرِ مغان کو بخل نہین
اگر ہو ظرف بھی اپنا شراب کے قابل

ہوا ہون خاک نشین یون کہ آسمان سمجھے
نقیب ہے یہ درِ بوتراب کے قابل

مرا گمان تو یہ ہے بولتی تری تصویر
اگر کسی کو سمجھتی خطاب کے قابل

جلیل کو ابھی زندان مین کون پوچھے گا
وہ ہو تو رہے کہین بزمِ شراب کے قابل

یہ چشم و دل ہین بتِ لاجواب کے قابل
یہ منزلین ہین اسی آفتاب کے قابل

ہم ایسے کب تھے کہ ہوتے خطاب کے قابل
یہی بہت ہے وہ سمجھے عتاب کے قابل

ہزار روپ نکالا عروسِ دنیا نے
مگر سدا یہ رہی اجتناب کے قابل

وہ ہدیہ نگہ یار ہو نہین سکتا
جو دل نہو تپش و اضطراب کے قابل

وہ پہلے تو نہ مرے خط کا مدعا سمجھے
جو سمجھے بھی تو نہ سمجھے جواب کے قابل

بھلا ہو چشمِ مروت کا آگئی آڑے
ٹھہر چکا تھا مین تیغِ عتاب کے قابل

الٰہی اور دے وسعت نگہ کے دامن کو
ابھی نہین ہے انکی نقاب کے قابل

سُرخ پوشاک مین گویا تھی پری اے قاتل
لے وہ خون مین ڈوبی ہوئی تلوار کا رنگ

رنگ دیکھے ہین ہزارون یہ چمنِ عالم مین
سارے رنگون سے نرالا ہے مرے یار کا رنگ

یہ سمجھ لو چمنِ عشق مین آئی ہے بہار
پوچھتے کیا ہو مرے دیدۂ خونبار کا رنگ

پھلجھڑی چھوٹتی رہتی ہے فلک پر شب بھر
یہ ہے ان روزون مری آہِ شرربار کا رنگ

اُسکی باتین یہ نہین تو نے گھڑی ہین دل سے
نامہ بر چھپ نہین سکتا ہے لبِ یار کا رنگ

کوئی ایسا نہ ملا ہمکو حسین جس مین ہو
تیری رفتار کا جادو تری گفتار کا رنگ

جل گئے آتشِ غم سے جگر و دل دونون
مگر اب تک ہے وہی دیدۂ خونبار کا رنگ

رنگ لائے ہین غضب قیس کے زخمی تلوے
پھول سے بڑھکے ہے صحرا مین ہر اک خار کا رنگ

اُڑ گئی شوکتِ جم اُس کی نگاہون سے جلیل
جس نے دیکھا شہِ محبوب کے دربار کا رنگ

ردیف لام

اگرچہ سن نہین اُن کا حجاب کے قابل
مگر ابھی سے ہے صورت نقاب کے قابل

دن آفتاب کے شب ماہتاب کے قابل
مرا دل ایک بُت لاجواب کے قابل

وہ پڑھ چکے مرا نامہ تو نامہ بر سے کہا
جواب ہے کہ نہین ہے جواب کے قابل

اب آؤ رکھ لون چھپا کر تمھین کلیجے مین
ہوئے ہو خیر سے شرم و حجاب کے قابل

پلائی آج اُنھین ہم نے ایک [illegible]
لبِ [illegible] سے جام شراب کے قابل

جو مین نے چوم لیا مُنہ [illegible]
مرا سوال نہ ٹھہرا جواب کے قابل

[illegible] بھی [illegible] کاش [illegible]
[illegible] تھا دل جو ہمین اضطراب کے قابل

کھول اچھی طرح آنکھ ذرا رنگِ چمن دیکھ
اے نرگسِ مخمور شکر خواب کہان تک

ملنا ہے قیامت مین تو آجائے قیامت
بچھڑے ہوئے ہین بچھڑے ہوے احباب کہان تک

غم کھلکے رہو مست اگر زیست ہے منظور
یارانِ قفس بے خور و بے خواب کہان تک

بکھری ہوئی زلفین رخِ روشن سے ہٹاؤ
بس ہوچکی سیرِ شبِ مہتاب کہان تک

اے ضعف خدا کے لئے کچھ تو ہی مدد کر
تڑپائے گا مجکو دلِ بیتاب کہان تک

چل بیٹھو جلیل اب کسی میخانے مین چھپکر
یہ وعظ سرِ منبر و محراب کہان تک

ردیف کاف فارسی

وہ کبھی دیکھنے جاتے نہین گلزار کا رنگ
کہتے ہین گل نہ اُڑالین مرے رخسار کا رنگ

کیا کہون تیرے نہ ہونے سے اُداسی گھر کی
ابتو دیکھا نہین جاتا در و دیوار کا رنگ

خونِ عاشق کے تصدق سے ہے اے تیر فگن
لبِ معشوق سے بڑھ کر لبِ سوفار کا رنگ

سر کو ٹکراتے گزرتی ہے مجھے وحشت مین
دیکھئے آکے کسی دن در و دیوار کا رنگ

چشمِ بیمار تمھاری تو ہے اچھی لیکن
نظر آتا نہین اچھا دلِ بیمار کا رنگ

شوخ ہین آپ تو باتین بھی ہین شوخی سے بھری
لب پہ جمنے نہین پاتا کبھی اقرار کا رنگ

ایک بوسے پہ بھی پوچھا نہ کسی نے دل کو
آج پھیکا ہے بہت عشق کے بازار کا رنگ

تم ہو یوسف مگر اب کوئی زلیخا تو نہین
حسن کا مول کرو دیکھ کے بازار کا رنگ

اشکِ خون سے جو کیا کرتی ہے بلبل چھڑکاؤ
سچ تو کہتی ہے مرے دم سے ہے گلزار کا رنگ

آمدِ فصلِ جوانی کی خبر دیتا ہے
ہلکا ہلکا یہ ترے پھول سے رخسار کا رنگ

مرنے سے کوئی خوش ہو تو مرجانا ہی اچھا
بیتاب رہون صورتِ سیماب کہان تک

آخر کفِ مجنون نے لیا دامنِ لیلےٰ
دربارِ جنون مین ادب آداب کہان تک

ہو دستِ پری مین جو چھلکتا ہوا ساغر
انسان ہون مین صبر کی ہو تاب کہان تک

وہ آپ تو شوخی سے بنے جاتے ہین بجلی
مجھ سے ہے یہ ارشاد کہ بیتاب کہان تک

نازک ہے رگِ جان مری اے مطربِ تردست
نشتر زنیِ جنبشِ مضراب کہان تک

ہمت ہے تو خود فیصلہ کرلینگے ہم انسے
غیرت ہے تو منت کشِ احباب کہان تک

کہدو شبِ ہجران مین اجل آکے سلادے
چشمِ نگران منتظرِ خواب کہان تک

موسیٰ یہ ہے اے جلوۂ جانان عبث الزام
بجلی جو گرے لائے کوئی تاب کہان تک

رہنے دو جلیل اب کوئی سنتا نہین اسکو
افسانۂ دردِ دلِ بیتاب کہان تک

دل کو تپشِ ہجر کی ہو تاب کہان تک
ہم پہلوئے آتش رہے سیماب کہان تک

کچھ اور وہ تڑپا گئے یون دیکے تسلی
بیتابیِ دل سے مرے بیتاب کہان تک

لینا ہے اگر دل کو تو آغوش مین آؤ
تم دور رہو اچھلے دلِ بیتاب کہان تک

اے چرخ شبِ غم کی سحر اب نہ ملے گی
ڈھونڈے گا لئے مشعلِ مہتاب کہان تک

یان کوچ کی آتی ہے صدا چار طرف سے
دو ہاتھون سے ہو ماتمِ احباب کہان تک

ہے تیری جوانی کہ بھٹی پڑتی ہے ظالم
پھر کوئی سنبھالے دلِ بیتاب کہان تک

یان ساتھ تڑپنے کے ہے رونے کا مزہ بھی
تڑپے گی بھلا ماہیِ بے آب کہان تک

باز آؤ تغافل سے جوانی یہ نہ بھولو
ہوتی ہے کوئی دم مین سحر خواب کہان تک

دو دن کی یہ زینت نہین اے چرخ دوارا
بالائے لحد چادرِ مہتاب کہان تک

کسی پہ دل کا تھا آنا کہ بیخودی چھائی
سمندِ ہوش کو آفت ہے تازیانۂ عشق

جب اُن کے دل مین یہ آتی ہے کچھ سنین نالے
تو مجھ سے کہتے ہین چھیڑو کوئی ترانۂ عشق

چمک کے داغ یہ کہتا ہے دل کی آہون سے
ہوا سے بجھ نہین سکتا چراغِ خانۂ عشق

یہ جانیئے کہ لگی ہاتھ دولتِ کونین
ملے جو خرمنِ ہستی سے ایک دانۂ عشق

یہان ایاز ہے آقا غلام ہے محمود
جلیل کیا مین کہون تم سے کارخانۂ عشق

ردیف کاف عربی

تڑپون صفتِ ماہیِ بے آب کہان تک
اے درد دکھاؤن دلِ احباب کہان تک

افشان کی چمک چہرے پہ شب بھر کے لئے ہے
تارون مین نموداریِ مہتاب کہان تک

جب فصلِ گل آئے گی چمک جائے گا سودا
دیوانے کو سمجھائینگے احباب کہان تک

مشکل ہے کہ دل دستِ حنائی مین ٹھہر جائے
سوچو تو ذرا آگ پہ سیماب کہان تک

کاندھون پہ جنازے کو سنبھلنے نہین دیتا
تڑپے گا الٰہی دلِ بیتاب کہان تک

اے چشم اب اک لاتا سا بھی دل مین نہین باقی
پانی کی طلب ماہیِ بے آب کہان تک

اک زخم نہین کتنے کلیجے مین ہین ناسور
بھولین مجھے بچھڑے ہوے احباب کہان تک

عاشق کا ستانا انھین منظور نہین ہے
یہ دیکھتے ہین صبر کی ہے تاب کہان تک

قدرت کا دیا داغ کبھی مٹ نہین سکتا
منہ دھوئیگا شبنم سے یہ مہتاب کہان تک

بے شربتِ دیدار کے دل زندہ رہے خاک
ہو پرورشِ ماہیِ بے آب کہان تک

کرتے ہین گلہ چرخ سے غنچے بھی کِھلا کر
برہمیِ صحبتِ احباب کہان تک

وہ تاک تاک کے سینے پہ کیون نہ وار کرین
وہ جانتے ہین گڑا ہے یہین خزانۂ عشق

چمن ہو یا نہ ہو اللہ سے دعا یہ ہے
کہ مرغِ دل ہو مرا اور آشیانۂ عشق

نہ اینڈا اینڈ کے پھولون کی سیج پر سوتے
کبھی سُنا نہین تم نے مگر فسانۂ عشق

صدائے قیس یہ صحرا سے ابتک آتی ہے
کہ ڈھونڈتا ہون مین ویرانے مین خزانۂ عشق

نگاہ اس لئے ہے اُسکے خالِ عارض پر
کہ میرے دام مین آجائے کوئی دانۂ عشق

سنا ہے قیس بہلتا نہ تھا لڑکپن مین
نہ جب تلک اُسکو سُناتا کوئی فسانۂ عشق

کرین نہ خانہ خرابی کی قدر کیون عُشاق
اسی کے دم سے ہے قائم بنائے خانۂ عشق

دعائے پیرِ مغان بھی عجب دعا ہے جلیل
خدا کرے تجھے مستِ شرابخانۂ عشق

کہان ہم اور کہان اب شرابخانۂ عشق
نہ وہ دماغ نہ وہ دل نہ وہ زمانۂ عشق

ہوا ہے شہرِ خموشان مین جب گزر میرا
سُنا کیا ہون لبِ گور سے فسانۂ عشق

خیالِ رخ پہ ہے موقوف دل کی آبادی
کبھی نہ گل ہو الٰہی چراغِ خانۂ عشق

بھرے ہوئے ہین حسینانِ سیمتن دل مین
خدا کرے کبھی خالی نہ ہو خزانۂ عشق

گئی دماغ مین جس کے کیا اسیر اسے
عجب کمند ہے بوئے شرابخانۂ عشق

نہین ہے داغ کا مضمون کہین ہی سوز کا ذکر
سنو نہ تم کہ بہت گرم ہے فسانۂ عشق

غلط ہے صاحبِ دولت کو گر غنی کہیے
غنی وہ ہے جسے اللہ دے خزانۂ عشق

جو بحرِ غم مین گرا ہاتھ دھو کے جینے سے
اسی کے ہاتھ بھی آیا دُرِ یگانۂ عشق

تمام عمر اسی صحرا کی خاک چھانی ہے
جو تم سنو تو سُناؤن کوئی فسانۂ عشق

بنے ہین جب سے وہ یوسف ایک زمانہ ہے
کھلا ہوا ہے یہان بھی دَرِ خزانۂ عشق

دل گیا زلفِ پریشان کی طرف
مین چلا گھر سے بیابان کی طرف

پھر بڑھین زلفین سوِ روے نگار
پھر گھٹا اُٹھی گلستان کی طرف

اے اجل تیری تواضع ہے محال
جان جانے کو ہے جانان کی طرف

پاؤن لگ جاتے ہین آتے ہی بہار
ہاتھ بڑھتے ہین گریبان کی طرف

آنکھ اُٹھتے ہی سوِ روے حبیب
رخ کیا اشکون نے دامان کی طرف

لیکے دل میرا یہ کہتا ہے وہ بت
اب نظر اپنی ہے ایمان کی طرف

حشر کو آے وہ کشتون مین بپا
جب گئے گورِ غریبان کی طرف

پی گیا دل کا مرے سارا لہو
اک ذرا دیکھو تو پیکان کی طرف

اُنکی رحمت کی طرف دیکھو جلیل
کیون نظر کرتے ہو عصیان کی طرف

ردیفِ قاف

بڑے مزے کا زمانہ تھا وہ زمانۂ عشق
سرِ نیاز تھا جب وقفِ آستانۂ عشق

لگاے تیر جو دل پر وہ ہے ترانۂ عشق
کرے جو کام فسون کا وہ ہے فسانۂ عشق

ٹپک رہے ہین دُرِ اشک نوکِ مژگان سے
لُٹا رہی ہے مری چشمِ تر خزانۂ عشق

زبان کاٹی ہے تم نے جو اپنے کشتون کی
وہ کہہ رہے ہین لبِ زخم سے فسانۂ عشق

گیا ہے تا بہ فلک گو تڑپ کے دل میرا
مگر ابھی ہے بہت دور آستانۂ عشق

ملے ہین داغِ الم اُن مین رنگِ خون دیکر
بنا رہا ہون مین دل کو نگار خانۂ عشق

نہ پوچھیے ارنی اور لن ترانی کو
یہ حسن کا ہے فسانہ وہ ہے فسانۂ عشق

زندانِ بادہ نوشس کا نشہ اُتر چلا | ہو جائے کاش ساقیِ محفل کو اطلاع
وحشی ترے نکل گئے زندان سے اس طرح | دربان تو کیا ہوئی نہ سلاسل کو اطلاع
مجنون ہے ساربان مگر لطف دیکھیے | ناقے کو ہے نہ صاحبِ محمل کو اطلاع

یہ ہے کمال اُنکی لطافت کا اے جلیل
دل مین رہے وہ اور نہ ہو دل کو اطلاع

ردیفِ غین معجمہ

دُنیا مین ہر بلا سے ہے بڑھ کر بلائے داغ | دشمن کو بھی خدا نہ کسیکا دکھائے داغ
فطرت مین ہو جو عیب تو اُسکا علاج کیا | شبنم ہزار دھوئے نہ مٹنے کا جائے داغ
آئین تو آئین نامہ و پیغام اِس طرح | کوئی دوا ہے درد ہو کوئی دوائے داغ
اس شکوے پر کہ دل مین جلن انتہا کی ہی | کہتا ہے یہ فلک ہے ابھی ابتدائے داغ
بلبل کا رنگ موسمِ گل نے بدل دیا | اب تو خوشی سے پھول ہین سینہ مین بجائے داغ
انگارا آگ کا دلِ سوزان ابھی سے ہے | اور آگے آگے دیکھیے کیا گل کھلائے داغ
جس پر چمن ہو صدقے وہ غنچہ یہی تو ہے | اتنے سے دل پہ ہمنے ہزاروں اُٹھائے داغ
کرتا ہے گر علاج تو سُن لے یہ چارہ گر | اک درد بھی ہے دل مین ہمارے سوائے داغ

داغِ فراقِ داغ کو برسون ہوئے جلیل
ابتک زبانِ اہلِ زبان پر ہے ہائے داغ

ردیفِ فا (دو بحرین)

موت بھی آتی ہے تو حیلے سے
آگیا رندون مین کیونکر واعظ

سختیان رندون پہ کرتے کرتے
عقل پر پڑ گئے پتھر واعظ

آتشِ تر کا جو پڑ جائے مزہ
پھونکدے وعظ کا دفتر واعظ

رند آپے سے جو باہر ہین تو ہون
تو نہو جامے سے باہر واعظ

شیشۂ دل کا خدا حافظ ہے
تیری ہر بات ہے پتھر واعظ

ذکرِ مے وعظ مین جب آتا ہے
جھومتا ہے سرِ منبر واعظ

لیکے آنکھون سے لگاتا ساغر
پڑھ جو لیتا خطِ ساغر واعظ

محفلِ وعظ مین کیون جاؤن جلیل
ہین مجھے شیشۂ و ساغر واعظ

ردیفِ عینِ مہملہ

دردِ جگر کی جب نہوئی دل کو اطلاع
پھر خاک ہوگی اُس بتِ قاتل کو اطلاع

کیا فائدہ کہ اُن سے کرین عرضِ حال ہم
ممکن نہین کہ دل کی نہو دل کو اطلاع

پھولون کو دیکھ دیکھ کے کیا کیا تھے چہچہے
دام و قفس کی تھی نہ عنادل کو اطلاع

ہوتا ہے دل مین شوقِ شہادت جو موجزن
شہرگ پھڑک کے دیتی ہے قاتل کو اطلاع

پیرِ مغان سے راز چھپانا فضول ہے
ہر بات کی ہے مرشدِ کامل کو اطلاع

جانا ہے جب بہار کو جائیگی باغ سے
ہواے صبا ابھی نہ عنادل کو اطلاع

ہمکو تو راہِ عشق مین چلنے سے کام ہے
منزل کی ہوگی رہبرِ منزل کو اطلاع

دُزدِ نگہ ترا ہے وہ شاطر کہ آنکھ سے
کاجل اُڑائے اور نہو تِل کو اطلاع

ردیفِ طاے مہملہ

الفت کا عہد کر کے نبا ہین غلط غلط — وہ بھی مری طرح مجھے چا ہین غلط غلط

کیونکر وصالِ غیر کا الزام دیجیے — کہتی ہین اُنکی پاک نگاہین غلط غلط

قائل نہین مین اُنکی محبت کا نامہ بر — تونے سُنی ہون یار کی آہین غلط غلط

اغیار دردِ عشق سے آگاہ بھی نہین — کروٹ بدل بدل کے کراہین غلط غلط

اے دل خیالِ کوچۂ گیسو کو چھوڑ دے — طے ہو سکین یہ پیچ کی راہین غلط غلط

کہتے ہین عاشقون مین تعلّی بلا کی ہے — پہنچین کسی کی عرش پر آہین غلط غلط

بجلی سے کون آنکھ لڑائے گا اے جلیل
دیکھی ہون تونے اُسکی نگاہین غلط غلط

ردیفِ ظاے معجمہ

بیٹھ جا کر سرِ منبر واعظ — ہو گیا تو تو مرے سر واعظ

مے تو جائز نہین یہ جائز ہے — روز کھاتا ہے مرا سر واعظ

بند کرتا ہے درِ توبہ کیون — کھول کر وعظ کا دفتر واعظ

واعظون کی مین کرون کیا تعریف — گھر مین میخوار ہین باہر واعظ

میکشون ہی کے لئے ہے یہ بات — جو ہے دل مین وُہی لب پر واعظ

دیکھ کس رنگ سے اُٹھی ہے گھٹا — تہہ کراب وعظ کا دفتر واعظ

کس طرح پیتے ہین پینے والے — دیکھ لینا لبِ کوثر واعظ

ردیفِ ضادِ معجمہ

کیا نصیبے کے زبردست ہین خالِ عارض
جنکو حاصل ہے شبِ روز وصالِ عارض

اے فلک کچھ لیا تونے زوالِ مہ و مہر
اور کیا تجکو دکھائین وہ کمالِ عارض

اس نظر سے کہ نہ آئینے کی لگ جاے نظر
روز کاجل سے بناتے ہین وہ خالِ عارض

رات ہی کو تو قمر نور فشان ہوتا ہی
بکھرے بالون مین کوئی دیکھے جمالِ عارض

دلِ پُرداغ کے ہوتے جو ستاے اچّھے
آج ہوتا کسی معشوق کا خالِ عارض

دل بھی مین دیدون کرون جان بھی اپنی صدقے
یہ ہے گیسو کی طلب وہ ہے سوالِ عارض

آپکے حُسن کو قدرت نے بنایا صیّاد
دام و دانہ ہے چمن مین خط و خالِ عارض

دل یہ کہتا ہے کہ دن رات رہے پیش نظر
یہ بہارِ ختنِ گیسو۔ یہ جمالِ عارض

گرم فریاد ہے جلتا ہے تڑپتا ہے سپند
اسنے بھی دیکھے ہین شاید ترے خالِ عارض

کیا کہین تم سے گزرتے ہین دن اپنے کیونکر
صبح سے بیٹھتے ہین لے کے خیالِ عارض

شبِ ہجر اور شبِ وصل کی تشبیہ یہ ہے
وہ تو ہے سلسلۂ زلف یہ خالِ عارض

کہدو پھولون سے نزاکت تو اسے کہتے ہین
ذہن مین آ نہین سکتی ہے مثالِ عارض

ٹوٹنا چرخ سے تارون کا اسی شوق مین ہے
چاہتے ہین کہ بنین آپکے خالِ عارض

تجھ پہ جو آنکھ پڑی چھوڑ گئی تل اپنا
پہلے اتنے تو نہ اے یار تھے خالِ عارض

ذاتِ واحد کے تصوّر مین رہو محو جلیلؔ
یادِ گیسو ہے نہ اچھی نہ خیالِ عارض

بیچین ہے یہ تیر نشانے کے واسطے
اُس کی نظر کو ہے دلِ ناشاد کی تلاش
کافی ہے میرے واسطے صورتگر خیال
مانی کی جستجو ہے نہ بہزاد کی تلاش
رنج والم ہو درد ہو داغِ فراق ہو
ہر ایک کو ہے عاشقِ ناشاد کی تلاش
ہین امتحانِ غیر مین کیا کیا رُکاوٹین
خنجر جو ملگیا تو ہے جلاد کی تلاش
قسمت نے دی نجات نہ مجکو تلاش سے
دلبر ملا تو ہے دلِ ناشاد کی تلاش

لاتے تھے اے جلیل وہ مضمون عرش سے
کچھ پوچھئے نہ حضرتِ اُستاد کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

اللہ رے تیری زلفِ سیہ فام کے خواص
اِک مرغ جان کے حق مین ہین دام کے خواص
بیمارِ چشمِ یار کو شاید مفید ہو
پوچھین کسی طبیب سے بادام کے خواص
اے شوخ عشوہ گر تری چشمِ سیاہ مین
مین دیکھتا ہون گردشِ ایام کے خواص
آیا یہ لب پہ اور گیا دردِ دل مرا
اکسیر سے ہین بڑھکے ترے نام کے خواص
آہ و فغان و نالہ و بیتابی و تپش
نامِ خدا یہ ہین دلِ ناکام کے خواص
مُنہ سے مرے لگادے کہ ہو جائے امتحان
سُن تو چکا مین پیرِ مغان جام کے خواص
حیران ہون کہ پیرِ مغان کے لباس مین
آئے کہان سے جامۂ احرام کے خواص
گزرے مزارِ جم پہ تو آئے ہمین نظر
لکھے ہوے بخطِ جلی جام کے خواص

اوصاف کچھ نہ پوچھئے ہم سے جلیل کے
ہین اُس مین ایک رندِ مے آشام کے خواص

دولھا کی ہے برات کہ یہ قتل گاہ ہے
کشتے پڑے ہین سیکڑون قاتل کے آس پاس

عشّاق بارپاتے نہین بزمِ یار مین
پروانون کا ہجوم ہے محفل کے آس پاس

منشا یہ ہے کہ ہاتھ لگائے نہ اسکو موت
خنجر لئے وہ پھرتے ہین بسمل کے آس پاس

گھر پر مرے حسینون کا میلا لگا ہے آج
دل بیچ مین ہے اور ہین سنبل کے آس پاس

لیلےٰ یہ آہِ گرم کسی دل جلے کی ہے
بجلی سی کوندتی ہے جو محمل کے آس پاس

حاجت نہ دام کی ہے نہ دانے کی باغبان
دو چار پھول رکھدے عنادل کے آس پاس

مجنون کے اشتباہ سے لیلیٰ کا ہے یہ حکم
آنے نہ پائے گرد بھی محمل کے آس پاس

ہشیار اے جلیل یہ اُلفت کی راہ ہے
ہین راہزن لگے ہوے منزل کے آس پاس

ردیف شینِ معجمہ

صیاد کو ہے بلبلِ ناشاد کی تلاش
بلبل ہین ایک ہم کہ ہے صیاد کی تلاش

آفت مین جان اس دلِ ایذا طلب سے ہے
ہے روز اک نئے ستم ایجاد کی تلاش

کٹتے نہین پہاڑ سے دن ہجرِ یار کے
اب تو ہے مجکو تیشۂ فرہاد کی تلاش

تاثیر مُنہ چھپائے ہوے ہے تو کیا ہوا
خالی نہ جائے گی مری فریاد کی تلاش

آوارگانِ عشق کو تم ڈھونڈتے ہو کیا
بیفائدہ ہے نکہتِ برباد کی تلاش

کچھ کم نہین مرے لئے جور و جفائے دل
مین کیون کرون کسی ستم ایجاد کی تلاش

جوشِ جنون یہی ہے جو مژگان کی یاد مین
رگ رگ کو ہوگی نشترِ فصّاد کی تلاش

اب کے نئی طرح کا ہوا ہے جنون مجھے
زنجیر کی ہے فکر نہ حدّاد کی تلاش

ردیفِ زائے معجمہ

سلطانِ عرب کے نورِ نظر سلطان الہند غریب نوازؒ
ایمان کے شجرِ عرفان کے ثمر سلطان الہند غریب نوازؒ

اللہ نے زرِ خالص دیا۔ ولیوں کا تمھیں سرتاج کیا
وہ سب ہین ستارے تم ہو قمر سلطان الہند غریب نوازؒ

تم قبلۂ جان تم کعبۂ دین۔ مین خاک نشین تم عرش نشین
تم دستِ عطا مین دستِ نگر سلطان الہند غریب نوازؒ

ارشاد ہو اب بندہ پرور یہ فیض و عطا کا چھوڑ کے در
مین جاؤن کہان مین جاؤن کدھر سلطان الہند غریب نوازؒ

ملجائے مُرادِ دلی ورنہ میرا ہے یہین جینا مرنا
چوکھٹ ہے تمھاری اور یہ سر سلطان الہند غریب نوازؒ

بیچارہ و خستہ و زار ہون مین تم دیکھ لو سینہ فگار ہون مین
درکار ہے چارۂ دردِ جگر سلطان الہند غریب نوازؒ

اے خواجۂ خلق معین الدین مقبول ہو عرضِ جلیل حزین
ہو جائے اِدھر بھی ایک نظر سلطان الہند غریب نوازؒ

ردیفِ سین مہملہ

کیا خوشنما ہین داغ مرے دل کے آس پاس | تارے ہون جس طرح مہِ کامل کے آس پاس

لاکھون تڑپ کے مر گئے تیور وہی رہے
قربان جائیے تری اِس آن بان پر

چُن چُن کے پھول توڑے ہین بلبل کے سامنے
بجلی نہ کوئی ٹوٹ پڑی باغبان پر

دل توڑ کر مین نالے پہ نالہ اگر کرون
پھٹ پھٹ کے آسمان گرے آسمان پر

مین سوزِ دل چھپانے مین کم شمع سے نہین
کاٹون زبان آہ جو آئے زبان پر

مضمون تازہ ہو کہ نہ ہو لیکن اے جلیل
ایسا کہو کہ حرف نہ آئے زبان پر

ردیف رائے ثقیلہ

چلکر نہ زلفِ یار کو تو اے صبا بگاڑ
اندھیر ہو گا اُس سے اگر ہو گیا بگاڑ

عاشق کو ہر طرح ہے مصیبت کا سامنا
اچھا ترا ملاپ نہ اچھا ترا بگاڑ

مین کیون کرون کسی کو مکینِ مکانِ دل
مین کیون کہون کسی سے کہ تو گھر مرا بگاڑ

موقوف ایک دو پہ نہین، یار کا عتاب
اس سے جدا بگاڑ ہے اُس سے جدا بگاڑ

ہوتی تھی عاشقون مین بڑے لطف سے بسر
بیٹھے بٹھلائے آپ نے کیون کر لیا بگاڑ

ایسے مریضِ عشق کا کس سے علاج ہو
پیدا کرے مزاج مین جس کے دوا بگاڑ

نازک مزاج یار کا برتاؤ کیا کہون
دو دن رہا ملاپ تو برسون رہا بگاڑ

آنکھون مین عیب بھی ہو تو داخل ہنر مین ہے
رکھتا ہے سو بناؤ تری زلف کا بگاڑ

اچھا ہوا جلیل سے تم صاف ہو گئے
اغیار نے تو ڈال دیا تھا بُرا بگاڑ

درد اپنے دل کا بلبلِ نالان سُنائے جا
گل کان ہین لگائے تری داستان پر

اک دن کہا تھا مین نے محبت کا ہو بُرا
وان جب سے چڑھ گیا ہے یہ فقرہ زبان پر

ہم بھی وہ تھے کہ مِٹ کے ستم کا عوض لیا
اُڑ اُڑ کے اپنی خاک پڑی آسمان پر

اپنے قدِ خمیدہ کو سیدھا نہ کر سکا
رُستم کا بھی نہ زور چلا اِس کمان پر

ہمنے پیا تھا بادۂ وحدت ازل کے دن
کچھ کچھ ابھی تک اُس کا مزہ ہے زبان پر

بعدِ فنا ہے نام بلند اپنا اے جلیل
زیرِ زمین بھی جا کے رہے آسمان پر

کیون کر ترا دماغ نہ ہو آسمان پر
تارے ہین سجدہ ریز قدم کے نشان پر

آہ و فغان سے بنگئی بلبل کی جان پر
اور گل وہ ہین کہ جون کبھی رینگی نہ کان پر

تڑپون جو لاؤن نامِ محبت زبان پر
دل مین اگر چھپاؤن تو بنتی ہے جان پر

سینے سے چرخ پیر لگائے ہے چاند کو
کچھ عشق منحصر نہین بوڑھے جوان پر

رہتی ہے اسکے ہاتھون جو گردش مین آسیا
رہ رہ کے دانت پیستی ہے آسمان پر

اوصاف اپنے حسن کے مجھسے نہ پوچھیے
جو دل مین ہے وہ آ نہین سکتا زبان پر

پہونچی ہے زیرِ عرشِ برین خاکِ عاشقان
ہو لطف پھٹ پڑے جو زمین آسمان پر

دو دن کی ہے بہارِ چمن اُسپہ ناز کیا
پھولون کو آرہی ہے ہنسی باغبان پر

گلہائے داغِ دل کو گلے باندھون آہ کے
سہرا چڑھاؤن پھولون کا مین اس نشان پر

چشمِ سیاہ مست کا پلکون مین ہے وہ رنگ
جیسے ہو بھیڑ شام کو مَے کی دُکان پر

اُس مہ جبین کے زیرِ قدم جب سے آئی ہے
آوازے کس رہی ہے زمین آسمان پر

معلوم ہے سوالِ نکیرین کا جواب
لیکن یہان کسے ہے بھروسا زبان پر

تنکر وہ بولے آئنے مین عکس دیکھکر
ڈالے نظر تو ایسے نکیلے جوان پر

کیا داد دون ستم کی ترے مختصر یہ ہے
دعویٰ کسی کو اب نہ رہا آسمان پر

تلوون کا خون چوس کے کانٹے نہال تھے
روتے ہین اب کہ پڑ گئے چھالے زبان پر

تیری گلی کی خاک پہ لوٹا کیا جو دل
بجلی تڑپ تڑپ کے رہی آسمان پر

تیغِ ادا کی دھاک نہ مقتل مین پوچھیے
اب تو قضا بھی کھیل کے آتی ہے جان پر

خورشید و ماہ ہو نہین سکتے ترا جواب
یہ بات دوسری ہے کہ ہین آسمان پر

شب بھر مرے جلانے کو کہتی رہی یہ شمع
جو دل مین ہے کسی کے وہ لائے زبان پر

جس کو خدا بنائے وہ عاشق بنے جلیل
کس مُنہ سے لاؤن نامِ محبت زبان پر

گُل کی طلب مین بن گئی بلبل کی جان پر
کی وہ فغان کہ پڑ گئے کانٹے زبان پر

سجدہ کیا ہے جب سے ترے آستان پر
دُنیا کی آنکھ پڑنے لگی آسمان پر

کھوئے ہوئے حواس کو ڈھونڈون مین اب کہان
شاید وہ رہ گئے کسی مے کی دُکان پر

چُن چُن کے عاشقون کو ملاتے ہین خاک مین
احسان کر رہے ہین وہ آج آسمان پر

پیرو فقط زمانہ نہین اُن کی چال کا
فتنے بھی چل رہے ہین قدم کے نشان پر

کہتا ہے نازِ حُسن یہ اُن سے دمِ خرام
رکھیے قدم زمین پہ دماغ آسمان پر

کس کو خبر یہ تھی کہ نہ پوچھو گے بات بھی
ہم نے تو دل دیا تھا تمھاری زبان پر

لا ساقیا کہ آج درِ فتنہ بند ہے
چھایا ہوا ہے ابرِ سیاہ آسمان پر

تھوڑی سی بیخودی کی ہمین بھی تلاش ہے
پوچھین گے چل کے پیرِ مغان کی دُکان پر

زیرِ لحد چمکتے نہین میرے داغِ دل
مُنہ پھیر کے ہنس رہی ہے زمین آسمان پر

آہون کی فوج لے کے چلی ہے دُعا مری
اچھا ہے کچھ دباؤ پڑے آسمان پر

مقتل مین سب کے بعد ملی مجھ سے تیغ ناز
مفصل ہوئی تمام مری داستان پر

حیران ہو گیا مین گلی تیری دیکھ کر
کھُلتا نہین زمین پہ ہون یا آسمان پر

انجام کیا ہو دیکھیے آپس کے رشک کا
آیا ہے دل جو یار پہ صدمہ ہے جان پر

ہین رونقِ جہان یہی دو ایک صورتین
تم ہو زمین پہ شمس و قمر آسمان پر

انکار کا گمان ہو نہ اقرار کا یقین
یہ بات ختم ہو گئی اُن کی زبان پر

مین کیون کہون کہ تم کو ستم مین کمال ہے
چڑھ جائے گا دماغ ابھی آسمان پر

مین جانتا ہون اُنکو اور اُنکے عتاب کو
بگڑے ہین اس غرض سے کہ بن جائے جان پر

اونچا بہت ہوا ہے غبارِ دلِ حزین
اِک روز خاک ڈالے گا یہ آسمان پر

واعظ کو عین وعظ مین وجد آگیا جلیل
بنت العنب کا نام جو آیا زبان پر

نازک بہت ہو رحم کرو اپنی جان پر
دیکھو کمر کسو نہ مرے امتحان پر

عیسے نہ یہ بتا کے گئے آسمان پر
ملتی ہے دردِ دل کی دوا کس دکان پر

ہم تو ہین تیرے نقشِ قدم پر مٹے ہوے
مرتا ہے کوئی نام پہ کوئی نشان پر

چاٹا ہے تیغ کیا کسی دیوانے کا لہو
عالم ہے خار کا تری سوکھی زبان پر

ایک اک ستارہ داغِ جگر ہے بنا ہوا
کس دل جلے کا صبر پڑا آسمان پر

ناحق یہ کوستے ہو کہ اندھا ہو آئنہ
دُنیا کی آنکھ پڑتی ہے اچھے جوان پر

بجلی جو گرتی ہے یہ عنایت اُنھین کی ہے
شوخی سے کی تھی ایک نظر آسمان پر

دیکھین سوالِ وصل کا ملتا ہے کیا جواب
قسمت کا فیصلہ ہے تمھاری زبان پر

وہ لذت قتل میں پائی کہ لب پر یہ دعا آئی
الٰہی اور بھی میرے لئے اک جان پیدا کر

مزاے وسعت دل پاؤں پھیلائے ہیں وحشت نے
تقاضا مجھ سے ہے کوئی کھلا میدان پیدا کر

وہ جس محنت سے جس صورت سے ہاتھ آئے غنیمت ہے
جو یوں پیدا نہ ہو جاناں تو کھو کر جان پیدا کر

بھڑک اٹھی تھی جس سے آتش شوق دل موسیٰ
وہی انداز باتوں میں ترے قربان پیدا کر

بھڑکتی آگ میں اے دل پتنگا کود پڑتا ہے
تجھے بھی عشق کرنا ہے تو اتنی جان پیدا کر

سمائیں گے کہاں ظالم خرام ناز کے فتنے
جو چلنا ہے تو پہلے حشر کا میدان پیدا کر

وہ کہتے ہیں تجھے اس حال پر شوق شہادت ہے
جگر میں خون پیدا کر بدن میں جان پیدا کر

تری صورت کا نظارہ بہت دشوار سنتا ہوں
خدا کے واسطے صورت کوئی آسان پیدا کر

مرے دل کو وہ کھوئیں میں کروں پیدا تماشا ہے
کوئی دن میں کہینگے جان لیکر جان پیدا کر

رلایا خود مجھے ہنس ہنس کے اب ارشاد ہوتا ہے
کہا تھا تجھ سے کس نے باد طوفان پیدا کر

وہ گویا آئنے میں عکس کو اپنے سکھاتے ہیں
یہ تیور یہ ادا یہ تمکنت یہ شان پیدا کر

جلیل اکثر کہا کرتا ہے وہ عیسیٰ نفس مجھ سے
کہ ہم مردے جلائیں تو سخن میں جان پیدا کر

سوز فراق سے ہے بنی اپنی جان پر
اتنا کہا تھا پڑ گئے چھالے زبان پر

ساقی بھر آرہی ہے گھٹا آسمان پر
بجلی گرے گی پھر مری توبہ کی جان پر

ہنسیے جو غیر سے تو اسی کے مکان پر
بجلی گرائی جاتی ہے کیوں میری جان پر

دل کی خبر تو لیتے ہیں یاد اپنی بھیج کر
انکی خبر نہیں جو گزرتی ہے جان پر

جلنے سے میں بچا تو فلک کو جلن ہوئی
بجلی زمین سے اٹھ کے گری آسمان پر

میں کیا بتاؤں آبلہ پائی کا ماجرا
کانٹوں سے پوچھ لو کہ ہے بکی زبان پر

فروغِ حُسن جب چھپتا نہین وہ کوکا یہ ہوتا ہے
نقابِ رُخ نہین ابرِ تنک ہے ماہِ کامل پر

ٹھکانا پوچھتے ہین سب تمھارا مجھ سے آ آ کر
کوئی تصویر دو اپنی لگا دون مین درِ دل پر

تمھین کو شمعِ محفل آج کہنا زیب دیتا ہے
کہ اپنے حُسن سے چھائے ہوئے ہو ساری محفل پر

فقط تم ہو جسے عشاق کے حلقے سے نفرت ہے
وگرنہ بارہا دیکھا ہے ہالہ ماہِ کامل پر

تمھارے دستِ نازک کے سبھی مشتاق رہتے ہین
اُچھلتا ہے کلیجا ہاتھ رکھتے ہو جو تم دل پر

تمنا تھی وہ مجکو ذبح کرتا اپنے کوچے مین
مزے سے لوٹتا پھرتا زمینِ کوے قاتل پر

کرون تعریف چہرے کی تو زلفِ اُنکی یہ کہتی ہے
تصدق رات کا ہے جو ہے دن ماہِ کامل پر

تجھے لے رہروِ راہِ عدم کیون اتنی جلدی ہے
ذرا دم لے ملیگا خاک کیا رکھا ہے منزل پر

رگِ گل سے ملاتے پھرتے ہین ہوئے کمر اپنا
وہ ڈورے ڈالنے آئے ہین گلشن مین عنادل پر

حرم کیا بتکدہ کیا مین اُسے گھر گھر پکار آیا
یہی اب جی مین آتا ہے کہ دستک دون درِ دل پر

جلیل اس راہ مین موقع نہین آرام لینے کا
تھکن اپنی مٹا لینا پہونچ جانا جو منزل پر

توکل کا یہ منشا ہے کہ اطمینان پیدا کر
نہ ہو سامان کا پابند یا سامان پیدا کر

نہ کچھ سامان پیدا کر نہ کوئی شان پیدا کر
محبت ہے بڑی دولت بہ تا امکان پیدا کر

کرے جو دل کو زندہ دل مین وہ ارمان پیدا کر
کسی پر جان دینا ہے تو پہلے جان پیدا کر

اجل سر پر ہو ہوس دل مین ذرا سا وقت فرصت کا
جو کچھ کرنا ہے پیدا جلد لے نادان پیدا کر

مزہ تصویر کا اُسوقت آئے گا مصوّر کو
کہیگا اُس سے جب خالق کہ ہمین جان پیدا کر

نہ ہو دیوانہ منعم بیٹھ کر پریون کی صحبت مین
اگر انسان بنا ہے کوئی انسان پیدا کر

ملا ہے یہ سبق اُسکو کتابِ نوجوانی سے
حیا مین شان پیدا کر ادا مین آن پیدا کر

خدا رکھے وہان قتلِ عدو کیا وصلِ عاشق کیا
سبھی آسان ہے اُن کو اگر رکھ لین طبیعت پر

الٰہی شکر ہے اتنی سمجھ تو آ چلی اُن مین
کہ اب آنکھین جھکا لیتے ہین وہ نامِ محبت پر

عجب شے حُسن ہے جسنے کیا ہر عیب کا پردہ
تمھین ظالم کوئی کیونکر کہے اس شکل و صورت پر

لپٹ پڑتے کسی دن گالیان دینے سے کیا حاصل
مری جان یہ سزا پھبتی نہین جُرمِ محبت پر

یہ پیہم تیشۂ فرہاد سے آواز آتی تھی
یہی سختی ہے تو پتھر پڑین ایسی محبت پر

تصدق جائیے اس بیکسی کے اب یہ حالت ہے
کہ رونا بھی نہین آتا یہان اپنی مصیبت پر

خزان پیشِ نظر تھی اوس پھولون پر نہ کیون پڑتی
وہ ہنستے ہنستے آخر رو دیے میری مصیبت پر

جلیلِ خستہ جان ڈوبا ہے گو بحرِ معاصی مین
مگر اُسکو بھروسا ہے الٰہی تیری رحمت پر

دمِ آخر بھی شوقِ دید صد رحمت ہے بسمل پر
گلے پر تیغِ قاتل ہے نظر ہے روئے قاتل پر

کہو ایمان لاؤ گے نہ اب بھی جذبِ کامل پر
لگایا تیر جب تم نے کلیجے پر پڑا دل پر

دوبارہ وہ سرِ بام تماشا جلوہ گر کیون ہو
غرض اتنی ہی تھی آ جائے دھبا ماہِ کامل پر

تمھارے حُسن کے قربان جادو اسکو کہتے ہین
وہی ہم ہین وہی دل ہے مگر قابو نہین دل پر

یہ سن بھی اللہ اللہ کچھ عجب تاثیر رکھتا ہے
شباب آنے سے جوبن پھٹ پڑا ہے ماہِ کامل پر

ہمیشہ خون کے دریا مین تیری یہ مچھلی ہے
مگر دھبا نہ آیا دامنِ شمشیرِ قاتل پر

دھوان اُٹھے اگر رندون کے دل سے بزمِ ساقی مین
عجب قدرت نظر آئے گھٹا چھا جائے محفل پر

فلک نااہل ہے دیتا ہے شہرت بے کمالون کو
کسی دن انگلیان اُٹھتے نہ دیکھین ماہِ کامل پر

ہوا کی چوٹ سے بھی اپنے شیشے کو بچاتا ہون
جب آہین کھینچتا ہون ہاتھ رکھ لیتا ہون مین دل پر

گواہی دے رہی ہین آپ چھینٹین خونِ ناحق کی
شہادت نامہ لکھا ہے مرا دامانِ قاتل پر

صورت مرغِ نظر آزاد ہونے سے رہے
ہم ابھی آتے ہین اے صیاد گلشن دیکھکر

بات ہی ایسی ہے پھر کیونکر نہ لوٹے روزِ حشر
بسمل اپنے ہاتھ مین قاتل کا دامن دیکھکر

اب وہی وہ آئنہ خانے مین آتے ہین نظر
آئنے کھوئے گئے وہ روے روشن دیکھکر

ہاے سب اہلِ چمن کانٹا سمجھتے ہین مجھے
شاخِ گل پر چار تنکون کا نشیمن دیکھکر

قتل گر مجکو کیا ہے اشک باری بھی کرو
لوگ کیا سمجھین گے خون آلود دامن دیکھکر

سیرِ گل کا نام کیون لیتے اگر یہ جانتے
دیکھنا ہوگا قفس بھی ہم کو گلشن دیکھکر

ہم تو سمجھے تھے کہ اب مٹجائیگا اُنکا غرور
تنگئے وہ اور آئنے مین جوبن دیکھکر

آج محشر ہوگیا گورِ غریبان مین بپا
چیخ اُٹھے وہ جو اک ٹوٹا سا مدفن دیکھکر

خنجرِ خوش آب کے قاتل سبھی مشتاق ہین
اپنا بیگانہ سمجھکر دوست دشمن دیکھکر

اُنکی صورت دیکھکر جیتے تھے تم تو اے جلیل
اب کہو کیا دل پہ گزری اُنکا مدفن دیکھکر

نصیبون سے ہوا کرتا ہے مرنا اچھی صورت پر
خدا شاہد ہمین تو ناز ہے اپنی محبت پر

یقین تھا رحم آنے کا مجھے اپنی مصیبت پر
مگر حیتون پکار اُٹھی بجا بھولی صورت پر

جرس کرتا ہے نالے دلبر اپنے چوٹ لگتی ہے
کبھی رکھتے تھے قدرت ہم بھی اظہارِ محبت پر

مصیبت ہوگئی ہے دوستون کی چارہ فرمائی
عنایت تھی جو مجکو چھوڑ دیتے اپنی حالت پر

وہ صورت دیکھکر اپنی یہ صورت ہی نہین رہتی
ترس آئے تو کیا آئے اُسے میری مصیبت پر

جہان آئینہ دیکھا پھر کوئی دیکھے نظر اُن کی
انھین خود پیار آجاتا ہے اپنی پیاری صورت پر

کیا وعدہ ہی کیون تمنے وفا جب ہو نہ سکتا تھا
مناسب تھا کہ اسکو بھی اُٹھا رکھتے قیامت پر

تجھے بے ذکر نے اب چین ہی آتا نہین واعظ
مری نیت تو کچھ ہی آفرین ہے تیری نیت پر

اب دل ہے مرا مورد صد حسرت و حرمان
چھوڑا جو مکان تمنے ملے اُس کو مکین اور

ہم بھولے ہوئے راہ ہین اے کعبہ نشینو
جاتے تھے کہین اور نکل آئے کہین اور

دیتی ہے مزہ ناصیہ سائی ترے در پر
اک سجدہ جو کرتا ہون توکہتی ہے جبین اور

ایسا ہے کہ لوٹا ہی کرین خاک پہ عُشاق
منشا ہے کہ ہموار ہو کوچے کی زمین اور

دل تھامے ہوئے بیٹھے ہین بالین پہ وہ میرے
اک زور سے چُٹکی نگہِ باز پسین اور

سوجھے مجھے کیا خاک تصور مین کسی کے
آنکھین ہین کہین اور مرا دل ہے کہین اور

کچھ روز جلیل اپنی رہی گر یہی حالت
ڈھونڈینگے فلک اور نکالینگے زمین اور

روتے ہو تم آتے جاتے میرا مدفن دیکھکر
کیا کہین گے اپنے دل مین دوست دشمن دیکھکر

توبہ رہ سکتی نہین ساقی کا جوبن دیکھکر
پھول پینے کی ہوس ہوتی ہے گلشن دیکھکر

آہ کی مین نے جو اُن کا روے روشن دیکھکر
آپ فرماتے ہین کیا جلتے ہین دشمن دیکھکر

چشمِ گریان پر مجھے آتا ہے رونا اے جنون
پُرزے پُرزے آستین صد چاک دامن دیکھکر

فاتحہ پڑھتے وہ کیا پہرون کھڑے رویا کیے
شمعِ مدفن بن گئے عاشق کا مدفن دیکھکر

بات کیا تھی جس سے موسیٰ کو غش آیا طور پر
آج ہم سمجھے تمہارا روے روشن دیکھکر

ہو بھلا بجلی کا اک تنکا نہ چھوڑا باغ مین
مین یہ کہتا ہی رہا میرا نشیمن دیکھکر

دل بھر آیا رکھدیے رخسار اُس نے قبر پر
پھول مرجھائے ہوئے بالاے مدفن دیکھکر

سیر پھولون کی کرین کس دل سے ہم غربت نصیب
دوستون کا غنچہ یاد آتا ہے گلشن دیکھکر

یان بھی دیوانے تمہارے کچھ نہ کچھ لائینگے رنگ
ہوتی ہین سرگوشیان محشر کا دامن دیکھکر

فاتحہ پڑھنے وہ بیٹھے تھے کہ میلا لگ گیا
آئے پروانے لحد پر شمعِ روشن دیکھکر

توقع تھی کہ محفل مین کہے گی سوزِ دل میرا
ستم ہے جل جائے شمع بھی آتش زبان ہو کر

اڑا کر مرتون کی خاک سر کہتی پھرتی ہے
یہ تھے سب سرو و گل جو مٹ گئے نذرِ خزان ہو کر

جو نکلے تیر چٹکی سے یہ کہتے دل مین آ بیٹھے
رہین دشمن ہمارے طائرِ بے آشیان ہو کر

تمھی نے گالیان دے دے کے اپنی بات بھی کھوئی
یہ جیسے بید ہین تھے کاش رہتے بے زبان ہو کر

نہ مین آہِ کشیدہ ہون نہ مین اشکِ چکیدہ ہون
الٰہی پھر تباہی مین ہون کیون بے خانمان ہو کر

لحد پر آنے والون کا ہوا جو حشر کیا کہیے
اٹھی ہے شمع گل ہو کر اڑے ہین گل خزان ہو کر

جلیل استاد کا مصرع نہ بھولا ہے نہ بھولیگا
انا الحق بول اٹھا منصور آخر بدگمان ہو کر

اچھی کہی دل مین نے لگایا ہے کہین اور
یہ جب ہو کہ تم سا ہو زمانے مین حسین اور

کل شیخ کو میخانے مین اس حال سے دیکھا
دستار کہین جبہ کہین آپ کہین اور

تڑپا کے جو وہ دل کو چلے جان پکاری
کیا آپ کے ترکش مین کوئی تیر نہین اور

گردون پہ مہ و مہر گل و شمع زمین پر
اک جلوۂ جانان ہے کہین اور کہین اور

تڑپانے لٹانے کا مرے لطف تو جب ہے
اونچا ہو فلک اور کشادہ ہو زمین اور

مین عکس ہون آئینۂ امکان مین تمہارا
تم سا جو نہین کوئی تو مجھ سا بھی نہین اور

احباب جو کرتے ہین کرم حال پہ میرے
کہتا ہے جنون آئیے چل بیٹھین کہین اور

ہر بات پہ وان فرض ہے تلوار نکلنا
کی مین نے خوشامد تو ہوئے چین بجبین اور

جاتے ہین مٹاتے ہوئے وہ نقشِ قدم کو
کہدے کوئی اُس سے کہ ہے اک خاک نشین اور

آنکھ اُس نے ملائی تڑپ اُٹھا دلِ مضطر
تا کا تھا کہین اور پڑا تیر کہین اور

کیا بات ہے گر بوسہ لب کر کے عنایت
تم مجھ سے کہو بس مین کہون تمسے نہین اور

اُٹھان اُس فتنہ قامت کی یہ سب سے کہلواتی ہے
جو بچپن مین قیامت ہو وہ کیا ہوگا جوان ہوکر

ہمین وہ تھے کہ ہوتی تھی بسر پھولون کے غنچے مین
ہمین اب اے فلک تنکے چُنین بے آشیان ہوکر

ہماری چشمِ تر کو چھیڑتے اب وہ بھی ڈرتے ہین
سمجھتے ہین کہ تھمنے کے نہین آنسو روان ہوکر

کلیجا چاہیے عشاق کی تربت پہ آنے کو
وہ بیٹھے فاتحہ خوانی کو اُٹھے نوحہ خوان ہوکر

جلیل آخر جو کی ہے شاعری کچھ کام بھی نکلے
کسی بُت کو مُسخر کیجیے معجز بیان ہوکر

غضب ڈھاتے ہین تیرِ ناز دل مین میہمان ہوکر
رہے تو دردِ دل ہوکر جو نکلے تو فغان ہوکر

اُچھالا گیسوؤن نے نام کیسا پاکے عارض کو
زمینِ حُسن پر چھائے ہوئے ہین آسمان ہوکر

ترنگین ہین جوانی کی جو رنگ اپنا دکھاتی ہین
کسی جا شوخیان ہوکر کہین بیتابیان ہوکر

اب نکلے ہو گلشن مین تو دیکھو سیر چل پھر کر
غضب ہے تم نہ ہو سروِ چمن سروِ روان ہوکر

نہ کی وہ بات جس سے سختیان سہتے رقیبون کی
سلامت ہم رہے بتیس دانتون مین زبان ہوکر

درِ جانان سے آگے کب تحیر بڑھنے دیتا ہے
جو آتا ہے وہ رہجاتا ہے سنگِ آستان ہوکر

زبان درکار ہے معشوق کی تعریف کرنے کو
اُنھین جادو نگہ کہیے مگر جادو بیان ہوکر

نہالِ شمع مین کیا خوشنما اک پھول آیا تھا
ستم ڈھایا نسیمِ صبح نے بادِ خزان ہوکر

تقاضا سن کا بھی اللہ کیا شے ہے کہ یوسف سے
زلیخا ناز کرتی ہے نئے سر سے جوان ہوکر

ستم کا کچھ نہین شکوہ مگر ہم کو یہ حیرت ہے
وہ کیونکر آفتِ جان ہوگئے آرامِ جان ہوکر

جو کچھ ضبطِ فغان سے جان پر گزری ہے کیا کہیے
کلیجا آگیا ہے بارہا مُنہ کو زبان ہوکر

کرون مین ضعف کا شکوہ تو جھٹلائین ابھی مجکو
نکلکر دل سے نالے آنکھ سے آنسو روان ہوکر

ستم پیشہ سہی وہ بھی مگر یہ فرق کیا کم ہے
ہُوا مشہور گردون پیر ہوکر تم جوان ہوکر

چکر آیا کئے اُس رُخ کے تصور مین ہمین | چاند کے گرد پھرے چاند کا ہالا بنکر

بعد اُستاد کے ہو لطفِ سخن خاک جلیل
شعر بھی مُنہ سے نکلتا ہے تو نالا بنکر

ستم ہے مبتلائے عشق ہو جانا جوان ہو کر | ہمارے باغِ ہستی مین بہار آئی خزان ہو کر
الٰہی خیر ہو جو لے چکے ہین مجھسے دل میرا | وہی پھر آئے ہین آج مجھپر مہربان ہو کر
گل و خارِ چمن میرا ترا خاکا اُڑاتے ہین | حسین نازنین ہو کر نحیف و ناتوان ہو کر
یہی عالم ہے گر جوشِ جنون مین خاک اُڑانے کا | زمین بھی سر پہ اکدن آرہیگی آسمان ہو کر
جوانی کی دعائین مانگی جاتی تھین لڑکپن مین | لڑکپن کے مزے اب یاد کرتے ہین جوان ہو کر
خدا رکھے دلِ مایوس مین اُمید باقی ہے | یہی گل ہے جو بو دیتا ہے پامالِ خزان ہو کر
بس اے واماندگی دم لیجئے چلنے دے اب ہمکو | تقاضا کر رہے ہین اشک آنکھون سے روان ہو کر
بڑھاپا چرخ کا تیری جوانی دونون قاتل ہین | ستمگر تو بنا ہے تیر ہو کر وہ کمان ہو کر
جدا اب ہو گئے ایسے کہ ملنا حشر پر ٹھہرا | وہی ہم تم ہین رہتے تھے جو باہم جسم و جان ہو کر
سب آخر اشکِ خون ہو ہو کے آنکھو نسے ٹپک نکلین | کہان تک حسرتین رہتین مرے دل مین نہان ہو کر
نہ مانین وہ ہماری کچھ گلہ اس کا نہین لیکن | قیامت ہے کہ دم بھر مین نہین ہو جاے ہان ہو کر
سمجھتے ہین کہ ہے میری جوانی پیار کے قابل | ہماری قدر کرتے ہین وہ اپنے قدردان ہو کر
مجھے شبنم بنا رکھا ہے ان خورشید رویون نے | رُلاتے ہین نہان ہو کر رُلاتے ہین عیان ہو کر
کرامت نام اسکا ہے اسے اعجاز کہتے ہین | سنائین تلخ باتین یار نے شیرین زبان ہو کر
بہت خوش تھے کہ تیر مژہ کے چھوٹے بچ نکلین سے | خبر کیا تھی کہ ہم پر یون چبین گے نیم جان ہو کر
حسین ہین انکو ہر صورت سے دل قابو مین کر لینا | بگڑ کر مسکرا کر گرم ہو کر مہربان ہو کر

مار ڈالا نگہِ لطف سے اک عالم کو
ملک الموت ہوئے تم تو مسیحا بنکر

اپنے مرنے کا کسے غم ہے غم اس کا ہے مجھے
جان نکلی مرے دشمن کی تمنا بنکر

عشق بہروپ تھا جو چشم و دل و سر مین رہا
کہین حیرت کہین وحشت کہین سودا بنکر

ہاتھ دھونا ہو جسے جینے سے اپنے دھو لے
تیغِ یار آج روانی پہ ہے دریا بنکر

بوسہ دے لو تو یہ دل زلف مین اپنی رکھو
نقد ٹھہرا ہے بگڑ جائے گا سودا بنکر

پھول ہین تازہ دم ایسے کہ ہنسے دیتے ہین
روح پھونکی ہے صبا نے دمِ عیسیٰ بنکر

یار نے گھر سے نکلنے کی قسم کھائی ہے
دل مین رہتا ہے مرے دل کی تمنا بنکر

نقشِ پا کو نہ ستمگر نے پلٹ کر دیکھا
راہ تکتے ہی رہے چشمِ تمنا بنکر

حشر کے روز نبیؐ کا قدِ بے سایہ جلیل
سایہ ڈالے گا سرِ خلق پہ طوبیٰ بنکر

آنکھ چھلکی جو دمِ دید پیالا بنکر
بولے آیا ہے بڑا دیکھنے والا بنکر

اور بگڑے گا اب آشفتہ مزاجون کا مزاج
آج نکلا ہے مرا گیسوؤن والا بنکر

تم سلامت رہو برقع کے اٹھانے والے
گھر مین آئے ہو مرے گھر کا اُجالا بنکر

ہم ہین اس درد کے قائل جو چھپائے نہ چھپے
مُنہ کو آئے جو کلیجا بھی تو نالا بنکر

اب بگڑ کر مری آنکھون کو دکھا دو آنکھین
تمنے آئینے کا ارمان تو نکالا بنکر

کیا مزہ ہے اِدھر اُٹھی ہے دھوان دھار گھٹا
اُدھر آیا ہے مرا گیسوؤن والا بنکر

تم بڑھاؤ جو مرا دل تو بڑھے حُسنِ فغان
لطف دے نالۂ موزون قدِ بالا بنکر

بڑھ گیا حُسنِ سماعت سے مرے شعر کا حُسن
کان مین اُن کے پڑا کان کا بالا بنکر

ٹوٹنا خار کا مجھ سے نہین دیکھا جاتا
پھوٹ بہتی ہے مری آنکھ بھی چھالا بنکر

داغ کھانے سے نکلتے ہین مضامین رنگین
لعل اُگلتی ہے طبیعت مری لالا بنکر

اُن کو پردے مین بھی ہے شوق نموداری کا
آنکھون مین رہتے ہین وہ آنکھ کا تارا بنکر

شامِ غربت کی ادا قیس سے پوچھے کوئی
بال کھولے ہوئے حور آئی ہے لیلےٰ بنکر

دیکھنا کشتۂ رفتار جب اُٹھتے ہین
حشر اُٹھا ہے ترے کوچے سے مسیحا بنکر

عارض و ابرو و خال آپ کے کیا چمکے ہین
مہر بنکر مہِ نو بن کے ستارا بنکر

آبداری تری تلوار کی دیکھی ہم نے
سوکھے گھاٹ اس نے اُتارا ہمین دریا بنکر

دل کو ناوک سے اُڑانا کوئی آسان تھا
اُڑ گیا رنگِ رُخِ یار نشانا بنکر

نعتیہ

کفِ دست و لب و رخ آپ کے مشہور ہوئے
حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا بنکر

پیار کی آنکھ جلا لیتی ہے ہم کشتون کو
کام کر جاتے ہین بیمار مسیحا بنکر

عشق کا کل سے نہ چھوٹے گی کبھی جان جلیل
عمر بھر ساتھ رہے گا ترے سایا بنکر

اور اِترائینگے وہ برقِ تجلےٰ بنکر
آرسی گھورتی ہے دیدۂ موسےٰ بنکر

گوشہ گیری سے بھی شہرت مری کچھ کم نہ ہوئی
پر نکالے مرے مضمون نے عنقا بنکر

پیرہن پھاڑ کے بوگل کی نکل بھاگی ہے
باغ مین فصلِ بہار آئی ہے سودا بنکر

بزم مین بیٹھ کے کیا کیا نہ اُٹھائے فتنے
ستم آرا وہ بنے انجمن آرا بنکر

دُرِ مضمون کا ہے وہ جوش کہ اللہ اللہ
لہرین لیتی ہے طبیعت مری دریا بنکر

حسرتِ دید کی تاثیر اسے کہتے ہین
پُتلیان قیس کی پھرنے لگین لیلیٰ بنکر

ایک پیکان نے کیا خون ہمارے دل کا
ایک قطرے نے ڈبویا ہمین دریا بنکر

دل مین چُبھنے سے ادا اور ہوئی مژگان کی
نوک کی لینے لگی خارِ تمنا بنکر

نعتیہ

بانکپن حُسن کا افلاک کو دکھلانا تھا
چاند کے ٹکڑے کئے چاند کا ٹکڑا بنکر

نہ کھچ اب بہت پیار کرنے دے خنجر
لپٹ جا گلے سے گریبان ہوکر

مین قربان کہنا بھی مشکل ہے مجکو
وہ کہتے ہین دکھلا دو قربان ہوکر

نہ نکلے کبھی گھر سے اندیشۂ عصمت
رہے دل ہی مین دل کا ارمان ہوکر

نہ آخر بچا پردۂ رازِ دشمن
ہُوا چاک میرا گریبان ہوکر

جو اس آتے جاتے رہے روزِ وعدہ
تری یاد ہوکر، مری جان ہوکر

کرم مین مزہ ہے ستم مین ادا ہے
مین راضی ہون جو تجکو آسان ہوکر

جُدا سر ہوا پر ہوے ہم نہ ہلکے
رہی تیغ گردن پر اِحسان ہوکر

بتون کو جگہ دل مین دیتے ہو توبہ
جلیل ایسی باتین مسلمان ہوکر

رازِ دل چھپ نہین سکتا ہے مُعمّا بنکر
ایک دن مُنہ سے نکلجاے گا نالا بنکر

خالِ رُخ جلوہ نما ہوتا ہے کیا کیا بنکر
آنکھ مین آنکھ کا تِل دل مین سویدا بنکر

ناز سے کہتی ہے وہ زلفِ چلیپا بنکر
بُو مری سر مین سما جاتی ہے سودا بنکر

جتنے آئینے ہین سب تکتے ہین صورت میری
آئنہ خانے مین آیا مین تماشا بنکر

مین ہی بیمار نہین آنکھ تو دیکھو اپنی
کیا بنایا مری جان تم نے مسیحا بنکر

قتل کے بعد مرے چہرے پہ رنگت کیسی
پھوٹ نکلی ہے وفا خونِ تمنّا بنکر

دہنِ یار کا نقشہ نہ اُڑانا بہزاد
رنگ تصویر سے اُڑجاے گا عنقا بنکر

نکلے سینے سے مرے تیر دو پیکان نہ کبھی
کوئی دل بن کے رہا کوئی کلیجا بنکر

اُن پہ مرتے ہی رہین گے یہ ہین مرنیوالے
موت کا کیا وہ بگاڑین گے مسیحا بنکر

خواب مین یار کے آنیکا جو آتا ہے خیال
آنکھ کُھل جاتی ہے آغوشِ تمنّا بنکر

بڑھ چلتی ہے جب آہ تو کہتا ہے وہ بیدرد
جائے گی کہان زلفِ معنبر سے نکلکر

آنسو تھے کہ وحشی ترے اللہ رے تباہی
منہ گھر کا نہ پھر دیکھ سکے گھر سے نکلکر

کیا ناک مین دم وحشتِ دل سے ہے کہ ہردم
کہتی ہے کہ صحرا کو چلو گھر سے نکلکر

زلف اُنکی سنواری تو وہ سیدھے ہوئے مجھ سے
بل آگئے بالون مین مقدر سے نکلکر

ہان سچ ہے نہین تم نے سُنے رات کے نالے
گھبرائے سے پھرتے تھے ہمین گھر سے نکلکر

دیکھا نہ گیا یہ بھی کہ مین قبر مین سوتا
فتنون نے جگایا، تری ٹھوکر سے نکلکر

دروازے پہ اک خلق پڑی لوٹ رہی ہے
کیا سیر ہے دیکھو تو ذرا گھر سے نکلکر

ڈرتے ہین وہ محشر سے تو سمجھاتی ہے شوخی
چلدینگے کہین عرصۂ محشر سے نکلکر

قابو سے نکلنے مین تو مشّاق بہت ہو
جب جانین کہ جاؤ دلِ مضطر سے نکلکر

سیدھے ہوے تیور تو نظر ہوگئی ٹیڑھی
بل تیر مین آیا ترے خنجر سے نکلکر

جب آئنہ رو کہہ کے بُلایا تو وہ بولے
جاتا نہین آئینہ کہین گھر سے نکلکر

اچھا ہوا برباد رہین رات بھر آہین
پوچھو کہ گئین کیون دلِ مضطر سے نکلکر

کچھ کہئے جلیل اُن سے ضرور آپ پہ بگڑی
رنجش کوئی جاتی بھی ہے تیور سے نکلکر

چلے ہائے دم بھر کو مہمان ہوکر
مجھے مار ڈالا مری جان ہوکر

یہ صورت ہوئی ہے کہ آئینہ ہر دن
مرے مُنہ کو تکتا ہے حیران ہوکر

بگڑنے مین زلفِ رسا کی بن آئی
لئے رخ کے بوسے پریشان ہوکر

پسِ ذبح گردن جُھکانا ستم تھا
لٹایا ہے کیا کیا پشیمان ہوکر

جوان ہوتے ہی سے اثرِ حسن تم کو
بری ہوگئے تم تو انسان ہوکر

اُن کی آنکھیں بلا کی ہیں صیاد
چوکڑی بھرتے ہیں غزال عبث

ہاتھ وہ تو گلے میں ڈالے تھے
میں ہوا طالبِ وصال عبث

آپ نے خون کر کے عاشق کا
کی ہیں رو رو کے آنکھیں لال عبث

بدر کو دیکھتا ہے کون جلیل
تم کو ہے خواہشِ کمال عبث

ردیفِ جیمِ عربی

چمک کر بولی وہ برقِ نظر آج
کہ لونگی خرمنِ دل کی خبر آج

نہیں گر تم رہے دشمن کے گھر آج
یہ پھر کہتی ہے کیا نیچی نظر آج

بھڑک اُٹھی ہے دل میں آتشِ عشق
کچھ اشتاکِ گرم دیتے ہیں خبر آج

الہٰی دل میں ہے کون آنے والا
کھلا ہے جو درِ چاکِ جگر آج

نہ آنچل میں نہ اُن کے گیسوؤں میں
نگاہیں لے گئیں دل کو کدھر آج

غضب ہے وصل میں دھڑکا سحر کا
اُچھلتا ہے مرا ہاتھوں جگر آج

دعا کو ہاتھ اُٹھائے ہیں جو میں نے
گرا پڑتا ہے قدموں پر اثر آج

اِنھیں میں بھول کل سمجھے ہوئے تھا
پھپھولے ہو گئے داغِ جگر آج

مہِ نو کا نظارہ تیرے ہوتے
بہت چوکی بہت چوکی نظر آج

فغاں دل سے ہے لب تک آنے والی
ذرا تم تھام کر بیٹھو جگر آج

نہیں کٹتی نہیں کٹتی شبِ غم
نہیں ہوتی نہیں ہوتی سحر آج

پئے تعظیم دردِ دل جو اُٹھا
مرے دل میں ہوا کس کا گزر آج

تیرِ مژگان چلے جدا دل پر | غمزۂ یار نے جدا کی چوٹ
باغ مین سب بکس گئین کلیان | نہ اُٹھی دامنِ صبا کی چوٹ
دل یہ کہتا ہے کچھ خطا کرکے | کھائیے دستِ دلربا کی چوٹ
ہوگیا ماہِ چرخ دو ٹکڑے | تھی یہ انگشتِ مصطفیٰ کی چوٹ

غیر کیا سمجھے دردِ دل کو جلیل
آشنا جانے آشنا کی چوٹ

ردیفِ ثاے مثلثہ

اُن سے ملنے کا ہے سوال عبث | جان بچنے کا ہے خیال عبث
مین نے تم سے کہا تھا دل کا پیام | تم نے مجھ سے کیا ملال عبث
پسکے مہندی یہ ہو نہین سکتا | دل کو کرتے ہو پائمال عبث
ناصحون کے خیال مین گویا | خوش جمالون کا ہے جمال عبث
حُسن کی شان ہو فنائی ہے | تم کو اِس پر ہے انفعال عبث
ہو چکا کام دردمندون کا | اب مسیحا ہے دیکھ بھال عبث
دل مین آٹھون پہر جو رہتا ہو | اُس سے کہنا ہے دل کا حال عبث
ہم ازل سے اسیرِ گیسو ہین | تم یہ پھیلا رہے ہو جال عبث
ہو چکے قاتلِ جہان مشہور | اب مجھے کرتے ہو حلال عبث
دل لگاتے ہی ہم ہوے بدنام | اب ہے اندیشۂ مآل عبث
مُنہ سے دشنام تک نہین دیتے | اُن سے بوسے کا ہے سوال عبث

دل بھر گیا ہے کثرتِ رنج و ملال سے / پھر بھی جو دیکھتا ہون تو خالی ہے جاے دوست

ہم گشتہ کلام نہین آج سے کلیم / کانون مین گونجتی ہے ازل سے صداے دوست

اک بے وفا کے عشق مین اپنا یہ حال ہے / کہتا ہون ہاے دل کبھی کہتا ہون ہاے دوست

بے ساز کے سماع مبارک ہو شیخ کو / پردے سے آرہی ہے یہان تو صداے دوست

تم یہ کہو بر آے ترے دل کا مدعا / مین یہ کہون قبول ہو یارب دعاے دوست

ہو سامنا تو چوٹ۔ بچانا محال ہے / در پردہ کام کرتی ہے، تیغِ اداے دوست

مدت ہوئی چڑھلے تھے تربت پہ چار پھول / اب تک وہ پھول دیتے ہین بوے وفاے دوست

آگے تو دل مین اتنی پریشانیان نہ تھین / بازار ہوتی جاتی ہے خلوت سراے دوست

ایسا ہوا ملال کہ مٹ جاتے ہی بنی / قدمون سے دوست کے جو چھٹے نقشِ پاے دوست

کیا مفت ملگیا ہے ہمین دوست اے جلیل / دونون جہان ہمنے کیے ہین فداے دوست

ردیفِ تاے ہندی

دل پر اُس کاکلِ رسا کی چوٹ / قہر کی چوٹ ہے بلا کی چوٹ

ہین وہ افسردہ میری آہون سے / پھول کو ہے بہت ہوا کی چوٹ

نگہِ ناز سے خدا کی پناہ / کیا بچائے کوئی قضا کی چوٹ

آفرین دل کو جو اُٹھاتا ہے / دم بدم خنجرِ ادا کی چوٹ

گر پڑی آسمان سے بجلی / ہنس کے قاتل نے کی بلا کی چوٹ

بنگئی خون دستِ قاتل مین / رنگ لائی دلِ حنا کی چوٹ

چاہتا ہون کہ نہ احسان ہو کسی کا مجھ پر
کوچۂ یار مین ہوجائے گزر آپ سے آپ

وہ مزہ تیغ کے پھل مین ہی کہ جب دیکھا ہے
کھل گیا ہے دہنِ زخمِ جگر آپ سے آپ

دیدہ بازی سے ہی ناصح مری توبہ لیکن
کیا کرون اُنکو جو اُٹھ جائے نظر آپ سے آپ

دیکھنا ہے جسے اُسکو ابھی دیکھا بھی نہین
محوِ حیرت ہین مرے دیدۂ تر آپ سے آپ

آپ دل مانگتے ہین آپکو حاجت کیا ہے
دل مرا آپ کا ہوجائے گا گھر آپ سے آپ

نگہِ شوق سلامت ہے تو پردہ کب تک
تیری دیوار مین ہوجائینگے در آپ سے آپ

تیری تکلیف کی حاجت نہین اے بادِ نسیم
بزم سے ہوگی ہوا شمعِ سحر آپ سے آپ

دستِ وحشت بھی شبِ وصل اُٹھا تھا نہ جلیل
ہوگیا چاک گریبانِ سحر آپ سے آپ

ردیفِ تاے فوقانی

پہلو سے وہ اُٹھے تو کہا دل نے ہاے دوست
آباد ہوکے لُٹ گئی دولت سراے دوست

حق نے دیا ہے دل وہ ہمین آشناے دوست
ٹوٹے جو کوئی دل کو تو آئے صداے دوست

دل نے کیا ہے فتنۂ محشر سے مشورہ
تو خاکِ راہِ دوست ہو مین خاکِ پاے دوست

کیا کیا دکھا رہی ہے کرشمے جہان کو
قاتل ولاے دوست مسیحا اداے دوست

موسیٰ کو سوچ ہے کہ ہمین ہم ہین طور پر
کانون مین آ رہی ہی کدھر سے صداے دوست

سمجھون کسے رقیب کرون جس سے دشمنی
آتا نہین نظر مجھے کوئی سواے دوست

موسیٰ ہین اِس خیال سے بیخود پڑے ہوے
پوچھے نہ آکے ہم سے کوئی ماجراے دوست

شوخی کے ساتھ ہے یہ نزاکت خرام مین
پڑتا نہین زمین پہ کبھی نقشِ پاے دوست

بلا سے کوئی مبتلا ہوئے بلا ہو
اُنھین اپنی زلفین بنانے سے مطلب

قفس کی طلب کیون اسیرون کو ہوتی
نکلتا اگر آشیانے سے مطلب

جہان نقشِ پا ہو ترا میرے سر کو
اُسی در اُسی آستانے سے مطلب

جماتے ہین بیٹھے تصوّر کسی کا
ہمین کیا کہین آنے جانے سے مطلب

جگہ ہو گئی غنچے کے دل مین
مجھے کیا ہے اب آشیانے سے مطلب

تمھین اس سے کیا دل چھدے یا کلیجا
نشانہ لگاؤ نشانے سے مطلب

کوئی شمع کا حال دیکھے نہ دیکھے
اُسے اپنے آنسو بہانے سے مطلب

محبت ہے بلبل تو کر مشقِ نالہ
نہ نکلے گا رنگین ترانے سے مطلب

یہ مانا زمانہ بہت بے وفا ہے
جلیل آپ کو کیا زمانے سے مطلب

ردیفِ باے فارسی

آہی جائیگا محبت مین اثر آپ سے آپ
ہو ہی جائیگی اُنھین میری خبر آپ سے آپ

نہ کمان کا ہے سہارا نہ مدد چٹکی کی
کام کر جاتے ہین وہ تیرِ نظر آپ سے آپ

پھر نہ کہنا کہ نہین جذبِ محبت مین اثر
تم چلے آئے نہ آخر مرے گھر آپ سے آپ

بل نکل جائیگا جس روز مری قسمت کا
سیدھی ہو جائیگی اُس بت کی نظر آپ سے آپ

نہ بہار آئی چمن مین نہ چلی بادِ نسیم
ہو گئے پھول مرے داغِ جگر آپ سے آپ

سر دُھنون آہ کرون شمع صفت کیا حاصل
ہے مقدر مین تو شب ہوگی سحر آپ سے آپ

کچھ خطا مجھ سے ہوئی ہو تو معافی چاہون
کیا علاج اس کا جو پھر جائے نظر آپ سے آپ

ہم دور سے کر لیتے تھے پھولون کا نظارہ
کیا جانیے کیون ہم کو گلستان سے نکالا

پھر تم سے ملین گے کبھی اے دشت نشینو
زندہ جو خدا نے ہمین زندان سے نکالا

شاید کسی معشوق کی چوٹی مین جگہ پائین
اس شوق نے پھولون کو گلستان سے نکالا

کیا فاتحہ پڑھنے کو چلا ہے کوئی گھر سے
کیون حشر نے سر گورِ غریبان سے نکالا

کیا جانیے کیا اہلِ گلستان کو کھٹک تھی
کانٹے کی طرح مجکو گلستان سے نکالا

دشوار تھا یون آرزوے دل کا نکلنا
قاتل نے اُسے خنجرِ بُرّان سے نکالا

آغوش سے میرے وہ بتِ شوخ نکل کر
کہتا ہے خدا نے مجھے زندان سے نکالا

گلچین کا ستم مُرغِ چمن پر نہین موقوف
چُن چُن کے ہر اک گل کو گلستان سے نکالا

اُن کو جو یہ سوجھی کہ کرین اپنا نظارہ
آئینہ مرے دیدۂ حیران سے نکالا

اس شانِ کریمی کو جلیل آپ نے دیکھا
کیا پاک مجھے حشر کے میدان سے نکالا

ردیفِ بائے موحدہ

جسے ہو ترا ناز اُٹھانے سے مطلب
اُسے کیا ہے سارے زمانے سے مطلب

مرے ہمنشین پوچھتے کاش اُن سے
ستاے مجھے کو ستانے سے مطلب

وفا خوش جمالون مین ہو یا جفا ہو
ہمین اس سے کیا دل لگانے سے مطلب

کیا سب سے فارغ انھین سادگی نے
غرض آئینے سے نہ شانے سے مطلب

نہ وہ شمع دیکھین نہ پروانہ دیکھین
کوئی ہو انھین دل جلانے سے مطلب

ترے واسطے یہ بھی کرنے گوارا
نکلتا جو حیلے بہانے سے مطلب

بچپن کہان تک اُنکی اُمنگون کو روکتا — آخر کو رنگ پھوٹ ہی نکلا شباب کا
آتے ہی سبز باغ دکھا کر ہوا ہُوا — جھونکا نسیم کا تھا زمانہ شباب کا
صحنِ چمن مین ذبح نہ کر عندلیب کو — اے باغبان خون ہے ہلکا گلاب کا
رونا خوشی کا روتی ہے بلبل بہار مین — چھڑکاؤ ہو رہا ہے چمن مین گلاب کا
ساقی مزہ ہی جب کہ اُدھر دل سے ہو لگی — مُنہ سے اِدھر لگا ہو پیالہ شراب کا
یہ آدھی رات وصل کی یہ چودھوین کا چاند — کیا کیا مقابلہ ہے تمھارے شباب کا
خاکِ چمن پہ شبنم و گل کا عجب ہے رنگ — ساغر کسی سے چھوٹ پڑا ہے شراب کا
بھر لیتے ہین کبھی کبھی اک ٹھنڈی سانس ہم — کچھ کچھ ابھی ہے یاد زمانہ شباب کا
کیا کیا مزے شباب مین لوٹے ہین خواب کے — اب خواب دیکھتے ہین ہم اپنے شباب کا

کھوئے ہوئے ہین شاہدِ معنی کی دُھن مین ہم
یہ بھی جلیل ایک جنون ہے شباب کا

مین خوش ہون کہ دل کاکلِ پیچان سے نکالا — یوسف کو مرے آپ نے زندان سے نکالا
ممنون تری چشمِ عنایت کا ہون جس نے — تقدیر کا بل پنجۂ مژگان سے نکالا
مسدود جو تھا راستہ صحراے جنون کا — اب مین نے اُسے چاکِ گریبان سے نکالا
سنتے ہین جو کانٹا دلِ مجنون مین چبھا تھا — لیلیٰ نے اُسے سوزنِ مژگان سے نکالا
کہتا ہے یہ دل مجھ سے کہ مین ساتھ نہ دونگا — تو نے جو قدم کوچۂ جانان سے نکالا
یہ رعب تھا اُنکا کہ رہے باغ مین جب تک — غنچون نے سر اپنا نہ گریبان سے نکالا
کی بخیہ گری ہم نے جو وحشت مین تو یون کی — دامن کے لئے تار گریبان سے نکالا
ہر حُسن کا انداز جدا رنگ جدا ہے — مضمون یہ ہمنے گل و ریحان سے نکالا

پھر بہار آئی دُھوان پھر بتیون سے اُٹھ چلا
پھر نئے سر سے جوان چرخِ کہن ہو جائیگا

داغِ دل داغِ جگر سب منتظر ہین وقت کے
فصلِ گل آنے تو دو گھر گھر چمن ہو جائیگا

رنجشِ خاطر چھپاؤ لاکھ چھپنے کی نہین
پیچ جو دل مین ہے ماتھے کی شکن ہو جائیگا

رنج کیا اسکا جو مُرجھائی کلی دل کی جلیل
ایک دن نذرِ خزان سارا چمن ہو جائیگا

نہ فلک اُنکی غلامی مین رہینگے اے جلیل
جو غلامِ چار یار و پنجتن ہو جائیگا

رنگت یہ رُخ کی اور یہ عالم نقاب کا
دامن مین کوئی پھول لئے ہے گلاب کا

تم دھان پان ہو نہین موقع حجاب کا
کیون بوجھ ڈالو پھول سے مُنہ پر نقاب کا

بلبل ہے مست پھول اُٹھا کر گلاب کا
مُنہ سے لگا ہوا ہے پیالہ شراب کا

مُنہ آفتابِ حشر ہوا ہے دمِ عتاب
ہوتا ہے حشر دیکھیے اب کیا نقاب کا

چارون طرف سے اُسپہ نگاہون کا بار ہے
مشکل ہے اُنکو رُخ سے اُٹھانا نقاب کا

مُدت ہوئی وہی ہے زمانے کا انقلاب
نقشا کھچا ہوا ہے مرے اضطراب کا

ابٹنا ملا ہوا ہے تو ہے شرم کس لئے
شوخی سے دو جواب مرے اضطراب کا

کہنا وہ اُن کا ہائے مرے نے لیے رکھکے ہاتھ
اب تو کوئی محل نہ رہا اضطراب کا

اُس برق وش کو تو نہین دم بھر کہین قرار
کس پر پڑے گا صبر مرے اضطراب کا

تسکین خاک دیتے ہین رکھ کر جگر پہ ہاتھ
پہلو بدل رہے ہین مرے اضطراب کا

نامہ لکھا ہو جس نے قلم اسکا ہاتھ ہو
ٹکڑا یہ ایک ہے مرے خط کے جواب کا

جھلکی دکھا کے اور وہ بجلی گرا گئے
اچھا کیا علاج مرے اضطراب کا

تصویر اُنکی سارے مرقع کی جان ہے
گویا چمن مین پھول کھلا ہے گلاب کا

ہائے وہ دل تھا جو اپنی زندگی کی کائنات — لیکے وہ چلتے ہوئے مین ہاتھ ملکر رہگیا

حرفِ مطلب یار سے کہتا مین کیونکر اے جلیلؔ
لب کا کھلنا تھا کہ اک نالہ نکلکر رہگیا

تو جو میری لاش پر سایہ فگن ہوجائیگا — اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہوجائیگا

ہم نہ سمجھے تھے کہ اے صیاد تیرے دور مین — سب قفس بھر جائینگے خالی چمن ہوجائیگا

دشتِ غربت مین روش اپنی ہو مثلِ نقشِ پا — جس جگہ ہم بیٹھ جائینگے وطن ہوجائیگا

اب تو ملبوسِ بدن ہے کوے جانان کا غبار — بعد مرنے کے یہی اپنا کفن ہوجائیگا

ایکدن پھولون سے ہنسکر ہم بلا مین پڑ گئے — کیا خبر تھی مدعی سارا چمن ہوجائیگا

زخم و پیکان دونون ملکر دینگے قاتل کو دعا — کوئی تو ہوگا زبان کوئی دہن ہوجائیگا

پردہ پوشی کے رہین محتاج کیون تیرے شہید — خون کی چادر جو پھیلے گی کفن ہوجائیگا

کیا غضب ہے سیرِ گلشن کو چلے ہو بے نقاب — باغبان لٹ جائیگا صدقے چمن ہوجائیگا

کر چلی ہے آپ سے باہر مجھے انکی تلاش — یہ سفر اپنا سفر اندر وطن ہوجائیگا

ظلم کی فریاد کیون کرتے اگر ہم جانتے — آپ کی تائید پر چرخِ کہن ہوجائیگا

ہاتھ اٹھین یا نہ اٹھین آگئی جبدن بہار — مثلِ گل خود پرزے پرزے پیرہن ہوجائیگا

آج تم ملنے کو کہتے ہو یہ کس کو ہے امید — آج کیا کوئی نیا چرخِ کہن ہوجائیگا

اے زہے قسمت کہ لیلیٰ ملنے آئی قیس سے — کسکو یہ امید تھی صحرا چمن ہوجائیگا

قیس نکلا تھا ہوا جنگل کی کھانے کیلئے — کیا خبر تھی وادیِ غربت وطن ہوجائیگا

آپ چھو دیکھین کسی غنچے کو اپنے ہاتھ سے — غنچہ گل ہوجائے گا اور گل چمن ہوجائیگا

ہان خدا کے واسطے چٹکی نمک کی رک نہ جائے — بے مزہ اے یار زخمون کا دہن ہوجائیگا

چلبلا معشوق کوئی ہاتھ آئے گا جلیل
خود بخود دل آج پہلو مین اُچھلکر رہگیا

غم نہین قاتل ترا خنجر جو چلکر رہگیا
مرنے والون کا قلق ہے دم نکلکر رہگیا

معرکہ بیتابی و شوخی کا دیکھا ہم نے آج
دل اُچھلکر رہ گیا دلبر مچلکر رہگیا

دستِ قاتل کی نزاکت پاؤن کی زنجیر ہے
تیز خنجر تھا مگر دو ہاتھ چلکر رہگیا

کیا بلا ہوتی ہے لے اللہ یہ دل کی لگی
شمع پر پروانہ آیا، اور جلکر رہگیا

اور بھی قاتل جلانا تھا حنا کمبخت کو
تو دلِ پُرخون مرا تلوون سے ملکر رہگیا

اسکو بھی قاتل سمجھنا چاہیے آپس کی لاگ
تیر جب بیٹھا جگر پر دل اُچھلکر رہگیا

غُل ہوا جب لب بلب ساقی پر گرا چکرا کے مین
آج محفل مین یہ اچھا دَور چلکر رہگیا

یار سے جب تک نہ ملنا جبھی تک خیر ہے
شمع سے پروانہ لپٹا اور جلکر رہگیا

ساتھ دے کوئی کہان تک آپ سے بدعہد کا
کی وفا نے بیرخی وعدہ بھی ٹلکر رہگیا

درد کی سیرے کبھی بیدرد نے پروا نہ کی
آخر اب آکر جو دیکھا ہاتھ ملکر رہگیا

آتشین رُخ سے اُلٹی تھی نہ محفل مین نقاب
آنچ آئی شمع پر پروانہ جلکر رہگیا

دشت گردی کا نتیجہ تو نے دیکھلا ے جنون
پاؤن کے ہاتھون دماغِ قیس چلکر رہگیا

آگ دل کی بجھتی ہر پانی کے چھینٹون سے کہین
شمع روتی ہی رہی پروانہ جلکر رہگیا

کیا اشارے پر لگایا ہے ذرا دیکھے کوئی
آنکھ ساقی نے جو پھیری جام چلکر رہگیا

دیکھنا یہ کون آیا بزم مین دامن کشان
شمع بجھ کر رہگئی، پروانہ جلکر رہگیا

چشم و دل کو ناز تھا اپنے رفیقون پر مگر
اشک ڈھلکر رہ گئے نالہ نکلکر رہگیا

ضبط کی گردن پہ خونِ بلبلِ ناشاد ہے
مُنہ سے جب نالہ نہ نکلا دم نکلکر رہگیا

دستِ نازک سے وہان خنجر نکلکر رہگیا
آج مشتاقِ شہادت ہاتھ ملکر رہگیا

اُسکے شکوے پڑھوان دل سے نکلکر رہگیا
کچھ کہا تھا شمع کو پروانہ جلکر رہگیا

دن جو دشمن کے پھرے میرے بھی پھرنا چاہیئے
کیا زمانہ ایک ہی کروٹ بدلکر رہگیا

دردوالے کود پڑتے ہین پرائی آگ مین
لو جو اُٹھی شمع سے پروانہ جلکر رہگیا

بخیہ گر آسان نہین اُن وحشیون کی روک تھام
لی گریبان کی خبر دامن نکلکر رہگیا

دیکھ کر متوالی آنکھین پاؤن اُٹھتے ہی نہین
بارہا ساغر بھی اُس محفل مین چلکر رہگیا

شمع پروانے سے کہتی ہی کہ رہنا دور دور
دیکھ میرے پاس آیا اور جلکر رہگیا

معرکے مین ہوتی ہے تقدیر سے فتح و شکست
جان لی ابرو نے خنجر ہاتھ ملکر رہگیا

دل کی نادانی جو وہ اُلجھا خیالِ یار سے
ایسی چٹکی لی کہ پہلو مین اُچھلکر رہگیا

کچھ نہ جانا ہم نے کب چمکی تری برقِ جمال
اسقدر جانا کہ دل پہلو مین جلکر رہگیا

امتحان وہ کرچکے سینے پہ میرے رکھ کے ہاتھ
دردِ دل جاتا کہان پہلو بدلکر رہگیا

جلنے والے تھے سبھی خنجر چھری تلوار تیر
تم چلے جبوقت جادو سب پہ چلکر رہگیا

سچ تو یہ ہے آگ ہوتی ہے رقابت کی بری
تجکو موسیٰ نے جو دیکھا طور جلکر رہگیا

بام پر جب تک رہے وہ جلوہ آرا کیا کہون
بارہا پہلو مین دل میرا اُچھلکر رہگیا

ایک تو صورت غضب اُسپر غضب جوشِ شباب
جس نے اُسکو دیکھ پایا ہاتھ ملکر رہگیا

ہین جوانی مین وہ آنکھین نہ وہ اُنکا مزاج
کیا زمانہ ہے زمانہ ہی بدلکر رہگیا

وہ ہین نازان اپنی شوخی پر لگا کر دل ہین گ
مین یہ خوش ہون دل مین جو کچھ تھا وہ جلکر رہگیا

جانے والے ہوش کو اچھا ملا تھا رہنما
ساقیا افسوس تیرا جام چلکر رہگیا

اب وہ آغوشِ جوانی سے نکلتا ہے کہان
اپنے جوبن کی طرح سانچے مین ڈھلکر رہگیا

دلستانی کا ٹھکانا تری چتون مین رہا
نوجوانی کا خزانہ ترے جوبن مین رہا

سیر کا لطف خیالِ گل و گلشن مین رہا
مین قفس مین بھی رہا یون کہ نشیمن مین رہا

چین کس دن مجھے صیاد نشیمن مین رہا
تو رہا گھر مین تو کھٹکا ترا گلشن مین رہا

ہار کس لطف سے شب بھر تری گردن مین رہا
حیف اُس پھول کی قسمت پہ جو گلشن مین رہا

فتنۂ حشر کا ہمسایہ وہ ہو جاتا ہے
ایک دو روز جو فتنہ تری چتون مین رہا

مرگِ دشمن کی خوشی ہم نہ منانے پائے
تو تون یار ہمارا غمِ دُشمن مین رہا

صبح کے ساتھ کیا چاک گریبان میرا
اِس خبر نے کہ وہ شب محفلِ دُشمن مین رہا

کاش احسان سے قاتل کے سبکدوش ہو
ایک تسمہ بھی باقی مری گردن مین رہا

چاک دامانِ یوسف تو کوئی بات نہ تھی
ہاے وہ چاک زلیخا کے جو دامن مین رہا

پھول پر پھول گرے نذرِ خزان ہو ہو کر
داغ پر داغ اُٹھانے کو مین گلشن مین رہا

چشمِ بد دور نظر باز نہ تجھ سا دیکھا
جو مرے دل مین رہا وہ تری چتون مین رہا

دو نون خواہان کہ تری تیغ مری ہو کے رہے
مرتے مرتے بھی جھگڑا سر و گردن مین رہا

ہو گیا ختم بھی ہنگامۂ روزِ محشر
مین خبر بھی نہ ہوا نالہ و شیون مین رہا

دل کچل ڈالے کھلونے کی طرح لاکھون کے
سن بھی کیا شے ہے یہی کھیل لڑکپن مین رہا

حُسن ہوتا ہے جوانی مین قیامت لیکن
اُسکو کیا کہیے قیامت جو لڑکپن مین رہا

ہے ابھی مرغِ جنون کے لئے پھندا درکار
ہاے اک تار نہ باقی مرے دامن مین رہا

واے غفلت کہ جسے دُور مین سمجھا تارِ زیست
پیار سے ہاتھ وہ ڈالے مری گردن مین رہا

موت کے ڈر سے نہ کچھ سیر ہوئی دنیا کی
ساتھ میرے مرا صیاد بھی گلشن مین رہا

بنگیا آئینۂ شاہدِ مقصود جلیل
دلِ روشن جو خیالِ رخِ روشن مین رہا

آنسوؤن کی تھی کیا بساط مگر | دیکھتے دیکھتے سمندر تھا

کیسی آزاد زندگی تھی جلیلؔ
درِ دل پر جب اپنا بستر تھا

جب ترے عشق کا پھندا مری گردن مین رہا
پھر برابر ہے قفس مین کہ نشیمن مین رہا

زندگی بھر جو خیالِ رُخِ روشن مین رہا
بعدِ مُردن نہ اندھیرا مرے مدفن مین رہا

زلف مین پھنسکے خیالِ رخِ روشن مین رہا
رات بھر چین سے مین وادیِ ایمن مین رہا

کیا خوشامد تھی کہ صحرا کو نہ جاؤن گھر سے
طوق کا ہاتھ مہینون مری گردن مین رہا

نالہ کش کیا ہوئی گھر پھونک تماشا دیکھا
ایک تنکا بھی نہ بلبل کے نشیمن مین رہا

جب تک آتے رہے اشکون مین جگر کے ٹکڑے
لعل وگوہر کا خزانہ مرے دامن مین رہا

سامری چھوڑ گیا تھا جو بلا کا جادو
کچھ اداؤن نے لیا کچھ تری چتون مین رہا

پھول سب شعلۂ جامہ دری سیکھ گئے
جا کے دو دن ترا دیوانہ جو گلشن مین رہا

قطرۂ اشکِ محبت کا نصیبا دیکھو
آنکھ سے میری گرا یار کے دامن مین رہا

ہر جگہ ایک نئی شان دکھائی اُس نے
پھول احباب مین کانٹا دلِ دشمن مین رہا

سروقدِ یار سے ملنے کا یہ انجام ہوا
عمر بھر طوقِ محبت مری گردن مین رہا

سُن جو پایا کہ وہان ہار کی فرمائش ہے
یہ ہوا حال کہ اک پھول نہ گلشن مین رہا

صبح ہوتے ہی ہوا جامہ دری مین مصروف
ہائے وہ ہاتھ جو شب بھر تری گردن مین رہا

لوگ آرام کی خاطر رہے دنیا مین خراب
اور آرام چھپا گوشۂ مدفن مین رہا

پھول بن کر مرے اشعار بٹے یارون مین
داغ بن کر مرا مضمون دلِ دشمن مین رہا

قیس و فرہاد کا بھٹکتے رہے بہروپ جلیلؔ
یہی سودا تھا یہی کھیل لڑکپن مین رہا

زانوِ رشکِ حور پر سر تھا — مرنے والے کا کیا مقدر تھا
سخت نازک مزاجِ دلبر تھا — خیر گزری کہ دل بھی پتھر تھا
بستر اپنا رہا کسی در پر — ہم کو تکیہ مگر خدا پر تھا
حسرت آباد اب وہ ہے مشہور — جس گلی مین ہمارا بستر تھا
اُس پر الزامِ قتل کیا آتا — ہاتھ مین تیغ تھی نہ خنجر تھا
مختصر حالِ زندگی یہ ہے — لاکھ سودا تھا اور اِک سر تھا
اُن کی رخصت کا دن تو یاد نہین — یہ سمجھیے کہ روزِ محشر تھا
تیری بنیاد جب نہ تھی اے چرخ — ہم ستم کش تھے وہ ستمگر تھا
کیا ہی گھُل مل گیا ہی دشمن سے — ہاے وہ بُت جو دل کا پتھر تھا
خاک نبھتی مرے ترے دل مین — ایک شیشہ تھا ایک پتھر تھا
مثل پھوڑے کے آنکھین پھوٹ ہین — ذکر بھی دردِ دل کا نشتر تھا
تم مرے گھر جو آنے والے تھے — کھولے آغوش صبح تک در تھا
دیدیا دل کسی کو خوب ہوا — روگ جی کا فساد کا گھر تھا
جھوٹی تعریف سے ہمین مطلب — دل مین جو ہے وہی زبان پر تھا
سیرِ دُنیا کا لطف کیا آتا — بڑھ کے محشر سے خوفِ محشر تھا
خطِ ساغر کی تھی نہ پہلے خبر — شیخ سمجھا تو ایک دفتر تھا
ابرِ رحمت جو ہوگیا مشہور — کسی میکش کا دامنِ تر تھا
سرو و گل سے چمن تھا میخانہ — کوئی مینا تھا کوئی ساغر تھا
جب اُنھین شوق تھا سنورنے کا — ایک ایک آئنہ سکندر تھا

اک دل اُسمین لاکھ زخمِ فراق ٹوٹا پھوٹا مکان ہے گویا
مانگے جائینگے تجھ کو ہم تجھ سے مُنہ مین جبتک زبان ہے گویا
جی بہلنے کو لوگ سُنتے ہین دردِ دل داستان ہے گویا
آدمی وقفِ کارِ دُنیا ہے میہمان میزبان ہے گویا
تیری کس بات کا بھروسا ہو تیری ہر بات جان ہے گویا
دل مین کیسے وہ بے تکلف ہین اُنکا اپنا مکان ہے گویا
ہاے اُس عالم آشنا کی نظر ہر نظر مین جہان ہے گویا
اچھے اچھّون کو پھانس رکھا ہے زالِ دُنیا جوان ہے گویا
چُپ رہون مین تو سب کھٹکتے ہین بے زبانی زبان ہے گویا
بے وفائی پہ مرتے ہین معشوق دلربائی کی شان ہے گویا
کوئی اُس پر نگاہ کیا ڈالے تمکنت پاسبان ہے گویا
تیری صورت تو کہتی ہے قاتل خود ترا امتحان ہے گویا
خوبرویانِ ماہ پیکر سے یہ زمین آسمان ہے گویا
آج ہے دید کی اجازت عام موت کا اِمتحان ہے گویا
دار پر دار کرتے جاتے ہین کچھ ابھی مجھ مین جان ہے گویا

اِس سخن کا جلیلؔ کیا کہنا
مصحفی کی زبان ہے گویا

ہاتھ نازک تھے کُند خنجر تھا سخت جانون کا کیا مقدّر تھا
دل کسی بات سے نہ باہر تھا آپ آتے تو آپ کا گھر تھا

دکھائی آنکھ جو زاہد کو آج ساقی نے
گمانِ جامِ شرابِ طہور مین نے کیا

غمِ حبیب بھی نازک مزاج ہے کیسا
بگڑ گیا جو خیالِ سرور مین نے کیا

وہ قتلِ عام کو نکلے ہین اک تماشا ہے
ہر اک سے عجز مین بڑھ کر کیا قصور مین نے کیا

وفا نہ صبر نے جب کی تو کس سے ہو امید
تجھے بھی صبرِ دلِ ناصبور مین نے کیا

اب اِس کو پردہ دری سمجھو یا کچھ اور کہو
تمھارے حُسن کا چرچا ضرور مین نے کیا

نقاب اُٹھا کے وہ کہنا ترا نہ بھولے گا
کوئی بتائے تو بیجا غرور مین نے کیا

کوئی تو بات تھی اے شیخ جسکی لذّت مین
خیالِ حور نہ شوقِ قصور مین نے کیا

شباب بھی ہے وہان خیر سے شراب بھی ہے
ہر اک کو ناز ہی نشّے مین چور مین نے کیا

لگا کے سینے سے تصویر دلربا تیری
علاجِ دردِ دلِ ناصبور مین نے کیا

یہ منتہائے تمنّائے دیدِ جانان ہے
جو دلمین آگ لگی قصدِ طور مین نے کیا

کسی کے نامہ و پیغام سے لئے دو کام
نظر کا نور جگر کا سرور مین نے کیا

جلیل خون کا دعویٰ تو کرنے بیٹھے ہو
وہ مُسکرا کے جو کہدے قصور مین نے کیا

جلیل جب سے مجھے خو پڑی صبوحی کی
وظیفۂ سحری یا غفور مین نے کیا

عشق اب میری جان ہے گویا
جان اب میہمان ہے گویا

سوزِ دل کہہ رہی ہے محفل مین
شمع میری زبان ہے گویا

جس کو دیکھو وہی ہے گرمِ تلاش
کہین اُسکا نشان ہے گویا

ہے قیامت اُٹھان ظالم کی
وہ ابھی سے جوان ہے گویا

چھینے لیتی ہے دل تری تصویر
وہ ادا ہے کہ جان ہے گویا

وہ میری لاش جب ٹھکرا چکے عیار سے بولے
غضب ہوتا جو یہ فتنہ کہین بیدار ہو جاتا

ہمارا طائرِ دل مرغِ دست آموز ایسا ہے
جو تم چمکارتے چٹکی بجاتے یار ہو جاتا

فلک تو نے ہزارون فتنۂ خفتہ جگائے ہین
برا کیا تھا جو میرا بخت بھی بیدار ہو جاتا

جوان ہے نوک کا ایسا کہ اس پر دم نکلتا ہی
ذرا تنکر جو چلتا ناز سے تلوار ہو جاتا

اگر دل مین وہ آ رہتا وہی ارمان کہلاتا
نگاہون مین سماتا حسرتِ دیدار ہو جاتا

جلیل اک نالہ تمکو کھینچنا تھا سامنے اُنکے
کہ اپنے دردِ دل کا بے کہے اظہار ہو جاتا

ترا کہا جو دلِ ناصبور مین نے کیا
بڑی خطا ہوئی مجھسے قصور مین نے کیا

برا نہ مانو اگر ذکرِ حور مین نے کیا
غرور تم نے کیا تھا قصور مین نے کیا

کھڑے تھے بام پہ موقع تھا دید بازی کا
ترا خیال دلِ ناصبور مین نے کیا

نجات کے لئے فقرہ یہ سوچ رکھا ہے
غفور جان کے تجھ کو قصور مین نے کیا

تمھین کچھ اور سوا تم کے کون کہتا تھا
جناب مین نے بنایا حضور مین نے کیا

سزا دو اب مجھے الفت کی یا معاف کرو
قصوروار ہون بیشک قصور مین نے کیا

مرے کریم نے جو کچھ دیا بروزِ جزا
فدا لے جامِ شرابِ طہور مین نے کیا

کسی کی عشوہ گر آنکھون سے شرم کہتی ہے
پری کیا تمھین شوخی نے حور مین نے کیا

وہ شان اپنے کرم کی دکھانے آئے تھے
خطا ہوئی جو نہ کوئی قصور مین نے کیا

کیا ہے خونِ وفا کس نے پوچھئے تو یہی
یہ غمزہ آپ کہے گا حضور مین نے کیا

نکلکے آپ سے پہونچا ہون بارہا تا عرش
تجھے تلاش بڑی دور دور مین نے کیا

یہ حال ہے کہ اب اس کا بھی مجکو ہوش نہین
نثار کس پہ دلِ ناصبور مین نے کیا

شبِ تاریکِ فرقت مین اکیلے دم اُلجھتا ہی — خدا کرتا کہ میرا بخت ہی بیدار ہو جاتا

دوا بیتابیِ دل کی تری چٹکی مین ہی قاتل — ٹھہر جاتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا

مری توبہ بھی توبہ تھی کوئی اے ناصحِ نادان — کوئی ساقی ابھی ملتا ابھی میخوار ہو جاتا

چھپا رکھی تھی قاتل سینۂ دل مین آرزو تیری — غضب ہوتا جو تیرا تیر دل کے پار ہو جاتا

جلیل اک بیوفا کی یاد دل کو گدگداتی ہی
دگرنہ شعر کہنا آج کل دشوار ہو جاتا

مکرنا قتل سے میرے تمھین دشوار ہو جاتا — لبِ زخمِ جگر جبدم لبِ اظہار ہو جاتا

نظر کی چوٹ کھا کر دل اگر بیکار ہو جاتا — تو غم کیا تھا ستانے کو جگر تیار ہو جاتا

بس اب لے بیقراری ضعف مین میرا سہارا ہی — نہ تو ہوتی تو اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہو جاتا

ہر اک خواہان ہی قاتل سے کہ پہلے مین نشانہ ہون — تڑپ جاتا جگر ناوک جو دل کے پار ہو جاتا

مژہ کے ساتھ اک تیرِ نگہ کی بھی تمنا تھی — یہ دل کے پار ہوتی وہ جگر کے پار ہو جاتا

ترے جلوے سے غش آنا نہین موقوف موسیٰ پر — یہ وہ مے ہے کہ جو پیتا وہی سرشار ہو جاتا

لڑاتے ہم نظر اُنسے تو اُس کا کیا نتیجہ تھا — یہی ہوتا کہ کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا

خدنگِ ناز تیرا ڈوبتے کو اک سہارا تھا — جو دل کے پار ہو جاتا تو بیڑا پار ہو جاتا

چھری چلتی جو شرمیلی ادا کی دل لگی ہوتی — جگر پر زخم جو پڑتا وہ دامندار ہو جاتا

کیا چل کر مجھے بسمل تو کیا تعریف ناوک کی — تری چٹکی مین رہتا اور دل کے پار ہو جاتا

جھلک پردے کی تھی جسنے اُڑائے ہوش موسیٰ کے — نہین معلوم کیا ہوتا اگر دیدار ہو جاتا

نہ تھا اقرار آنے کا مگر وہ بے وفا آیا — غضب ہوتا ستم ہوتا اگر اقرار ہو جاتا

بگڑ کر تم اگر آنکھین دکھاتے مہربان ہم کو — ہمارا کیا بگڑتا مُفت مین بیدار ہو جاتا

وہی اب بے وفا کہلاتے ہین جو ہم سے کہتے تھے
تم ایسے ہو تو ممکن ہی نہین ایسا ہو نہین سکتا

کبھی دل کو کبھی چھیڑو کبھی خوش ہو کبھی روٹھو
تمھین تو کھیل ہے مجھسے یہ جھگڑا ہو نہین سکتا

قیامت مین بڑا مجمع سہی پہچان ہی لینگے
اُنھین ہم جانے دھوکا ہمکو دھوکا ہو نہین سکتا

لبِ معجز بیان اپنی مسیحائی دکھائین تو
کوئی باتین بنانے سے مسیحا ہو نہین سکتا

بُتون کا ناز اُٹھانا حضرتِ دل سہل سمجھے ہو
بہت مشکل ہے پتھر کا کلیجا ہو نہین سکتا

گرا مین دیکھکر جلوہ تو شوخی سے یہ فرمایا
غش آجانے سے خالی کوئی موسیٰ ہو نہین سکتا

جلیلِ خستہ جان کو تم کہانتک آزماؤ گے
تمھارا ہے تمھارا اب کسی کا ہو نہین سکتا

مزہ ہوتا مرا نالہ جو آتشبار ہو جاتا
کسی کا دل جلانا پھر تمھین دشوار ہو جاتا

بگڑنے مین بناوٹ کا اگر اظہار ہو جاتا
یہ گالی لطف دیجاتی یہ غصہ پیار ہو جاتا

کسی کو دیکھتے وہ مین جگر افگار ہو جاتا
کسی پر تیر پڑتا میرے دل کے پار ہو جاتا

نکلنے کے لیئے ارمان مرے دل مین مچلتے ہین
مزہ ہوتا جو کوئی تیر دل کے پار ہو جاتا

چمن سے توڑ کر گل لے گیا بولی نہ کچھ بلبل
جو مین ہوتا تو گلچین کے گلے کا ہار ہو جاتا

مژہ کی پھانس چبھنے سے مزہ پورا نہین آتا
یہ بڑھکر تیر ہوتی تیر دل کے پار ہو جاتا

لبِ جان بخش سے کہتے اگر وہ مجھ سے مرنے کو
بہت آسان تھا مرنا بہت دشوار ہو جاتا

مسرت وصل کی آنے نہ دیتی ہوش مین مجکو
جو تو ملتا تو پھر ملنا مرا دشوار ہو جاتا

نزاکت کا بھلا ہو تیر اُنکا رہگیا دل مین
جگر محروم کیون رہتا جو دل کے پار ہو جاتا

یہان تو ہے غرض اِس سے کہ جینے کا سہارا ہو
وہ ملتے یا نہ ملتے وصل کا اقرار ہو جاتا

محیطِ غم مین اے قاتل مری کشتی ہے طوفانی
لگا دیتا جو تو اک ہاتھ بیڑا پار ہو جاتا

نگہِ انتظار کو مژدہ
آج پھر وعدۂ وصال ہوا

دل بھر آیا ہے بارہا لیکن
زخمِ دل کا نہ اندمال ہوا

جو نکرنا تھا عاشقی نے کیا
جو نہونا تھا اپنا حال ہوا

ایک تیغِ نگاہِ قاتل کو
خونِ صد آرزو حلال ہوا

حشر ہو کر اُٹھا وہ عالم مین
تجھ سے جو فتنہ پائمال ہوا

آپ ہی مر رہے تھے درد سے ہم
تم کو بے وجہ انفعال ہوا

دیکھنے کو ترس گئین آنکھین
آج کیا آپ کو خیال ہوا

ذکرِ موسیٰ پہ یون چمک اُٹھے
مجکو بجلی کا احتمال ہوا

جب سُنا بزم مین کلامِ جلیل
صوفیون کا عجیب حال ہوا

دل اپنا اب کسی دلبر کو پیارا ہو نہین سکتا
بُرا تم نے کہا جس کو وہ اچھا ہو نہین سکتا

تری چشمِ سیہ سے بڑھکے فتنا ہو نہین سکتا
غلط ہو آسمان سے کوئی اونچا ہو نہین سکتا

چُھری میرے گلے پر پھیر دو کیا ہو نہین سکتا
اب ایسے تم ہو نازک تسے اتنا ہو نہین سکتا

لبِ جان بخش پر مرتے ہوئے لاکھون کو دیکھا ہے
مسیحا کہنے سے قاتل مسیحا ہو نہین سکتا

انھین دیکھو کہ وہ دل لے گئے ہمسے زبردستی
ہمین دیکھو کہ اب ہم سے تقاضا ہو نہین سکتا

جو حالت دیکھتے ہین جا کے اُس بیدرد سے کہدین
ہمارے دوستون سے ہائے اتنا ہو نہین سکتا

کیا ہے وعدۂ فردا الٰہی کیا قیامت ہے
وہ ہین بیفکر مجھ سے صبر اتنا ہو نہین سکتا

نگاہون سے تو چھپتے ہین مگر آنکھون مین پھرتے ہین
اِسی کا نام پردہ ہے تو پردا ہو نہین سکتا

تمھین پر کیا ہے جسکے ہون ہزارون چاہنے والے
وہ پورا قول کا وعدے کا سچا ہو نہین سکتا

صورت اجل کی دیکھ کے آنکھیں سی کھُل گئین
اِس خواب نے تو سوتے کو بیدار کر دیا

پیرِ مغان کی یاد سے غفلت نہین رہی
مستی نے مے کی اور بھی ہُشیار کر دیا

تم گل سے گال قبر پہ رکھتے تو بات تھی
کیا فائدہ جو پھولون کا انبار کر دیا

پیارا کوئی مجھے ہو گوارا نہین اُسے
یان تک کہ اپنی جان سے بیزار کر دیا

اظہار کر کے اُسنے کدورت کا وقتِ دید
مٹّی تمام شربتِ دیدار کر دیا

تفریحِ طبع کے لئے سیکھا تھا فنِّ شعر
فرمائشون نے جان کا آزار کر دیا

جینے کی تو اُمید کہان ہجر مین جلیل
مرنا بھی انتظار نے دشوار کر دیا

دردِ دل کہہ کے انفعال ہوا
کچھ اُسے کچھ مجھے ملال ہوا

گھٹ کے مین صورتِ ہلال ہوا
آپ کہتے ہین کیا کمال ہوا

یہی دو ہین مکانِ دل کے مکین
تو ہوا، یا ترا خیال ہوا

ایک بجلی نظر مین کوند گئی
خاک نظّارۂ جمال ہوا

دل سے نالے بھی نکلے جاتے ہین
کون اپنا شریکِ حال ہوا

قتل پر میرے اُن کا رو دینا
غازۂ روے اِنفعال ہوا

ہنسنے آئے تھے میرے رونے پر
آج دونون کا ایک حال ہوا

بے غرض جان کر وہ ملتے تھے
ہاے کیون طالبِ وصال ہوا

نظرِ انتخاب کے صدقے
کوئی تجھسا نہ خوش جمال ہوا

اپنے غمزے کو پوچھئے مجھ سے
مین ہون جو بے چھُری حلال ہوا

ہجر تھا نام زندگانی کا
وصل ہوتے ہی یان وصال ہوا

مجھے بیمارِ غم دیکھا تو بولے
ارے مجکو کہین رسوا نکرنا

ستم ہے ماہ بننا اُنکا پھر بھی
مہینون اِس طرف پھیرا نکرنا

ترے وعدے سے دی ہے دلکو تسکین
مرے دل سے مجھے جھوٹا نکرنا

یوہین اچھا ہے بیمارِ محبت
اسے یارب کبھی اچھا نکرنا

وہ بوسہ دے کے کہنا ناز سے لے
کہ جا اب روز روز آیا نکرنا

سکھایا بے وفا کس نے یہ تجکو
جو کچھ کہنا اُسے پورا نکرنا

جلیل اک بات سُن رکھو ہماری
محبت کا کبھی دعوےٰ نکرنا

ناداں تھے وہ شباب نے ہُشیار کر دیا
فتنے کو خواب ناز سے بیدار کر دیا

نرگس کو بھی فراق مین رونا اِسی کا ہے
آنکھون کو انتظار نے بیمار کر دیا

تلوار ہو کہ تیر ہو خنجر ہو یا سنان
سب کو تری نگاہ نے بیکار کر دیا

اچھے تم آے دیکھنے اپنے مریض کو
آنکھین دکھا کے اور بھی بیمار کر دیا

اک رہگیا تھا ناز اُٹھانے کا مشغلہ
اُس کو بھی ہاے ضعف نے بیکار کر دیا

صورت تو ابتدا سے تری لاجواب تھی
ناز و ادا نے اور طرحدار کر دیا

اتنے لئے کہ اُن کو مسیحا بنائین ہم
اچھے بھلے تھے ہم ہمین بیمار کر دیا

حیرت فزا ہے جلوہ گہہ یار کس قدر
جو در پہ آگیا اُسے دیوار کر دیا

چلنے مین یون ہی قتل وہ کرتے تھے خلق کو
بانکی ادا نے اور بھی تلوار کر دیا

دل پر جو تم ہو لوٹ یہ قدرت خدا کی ہے
یوسف تمھین بنا کے خریدار کر دیا

پست و بلند کوچۂ قاتل کی تھی زمین
بسمل نے لوٹ لوٹ کے ہموار کر دیا

وہ آکے لکھ گئے مری لوحِ مزار پر
قسمت کا جو لکھا تھا وہ ہونا ضرور تھا

کیون کر کہون کہ قتل کیا مجکو بے قصور
چاہا تھا مین نے اُسکو یہ تھوڑا قصور تھا

جلنا وہ مستِ ناز نہ کیون جھومتا ہوا
ساقی ہمارا اور ہی نشّے مین چور تھا

اُسکے کرم نے بھر دئے جنت مین بیحساب
سو تھے قصور وار تو اک بے قصور تھا

موجِ ہوا حباب کو سنگِ گران ہوئی
لیتے ہی سانس شیشۂ دل چور چور تھا

عاشق کے ساتھ آپکا انصاف دیکھیے
جب قتل کر چکے تو کہا بے قصور تھا

روزِ ازل پیا تھا جو جامِ مے الست
آنکھون مین مرتے مرتے اُسیکا سرور تھا

یہ کیا کہ عمر بھر مرے دل مین چھپے رہے
آنا ہی میرے پاس تمھین کیا ضرور تھا

آیا تھا چلکے ناوکِ دلدار دور سے
دیتے نہ جان ہم یہ مروت سے دور تھا

اتنا نہ سمجھے ہوگا قیامت کا سامنا
آنا مری لحد پہ تمھین کیا ضرور تھا

بجلی گرائی وقت پہ تمنے نگاہ کی
مچلا ہوا غضب کا دلِ ناصبور تھا

دل مین چھپائے رکھتے کہا تک تمکو ہم
مُنہ ایکدن خدا کو دکھانا ضرور تھا

نشّہ شباب کا تو ہوا ہوگا آج اُسے
پہلے سے وہ پیئے ہوئے جامِ غرور تھا

محفل مین گرتے گرتے وہ مجھپر سنبھل گئے
نشّے مین چور تھے مگر اتنا شعور تھا

آفت تھے دونون میرے لئے فرق تھا یہی
تم دور تھے قریب دلِ ناصبور تھا

وہ بیخودی کی آڑ مین لپٹے جلیل سے
کیونکر کہون کہ ہوش نہ تھا تھا ضرور تھا

مرا راز اے زبان افشا نکرنا
مجھے سچ بول کر جھوٹا نکرنا

جو بے پردہ ہوئے مرجائیگی خلق
خدا کے واسطے ایسا نکرنا

تھے بام پردہ انجمن آرا جو رات کو — روشن نہ ماہ تھا نہ ستارون مین نور تھا
آئینہ اُنکے سامنے رکھلون تو یہ کہون — انصاف سے کہو کہ مرا کیا قصور تھا
وہ مستِ خواب تھے نہ کیا آہ نے اثر — ناوک کی کیا خطا ہے نشانہ ہی دور تھا
دل توڑنے کا یار سے کرتا مین کیا گلہ — اُسکا نہ تھا قصور مرا ہی قصور تھا
عشاق روزِ حشر عجب شان سے چلے — ہر اک کے سر پہ سایۂ گیسوے حور تھا
بگڑو نہ اِس قدر جو گلے سے لگا لیا — سمجھو کہ بیقراریِ دل کا قصور تھا
تھا رات میکدے مین عجب میکشون کا حال — ساقی کبھی زبان پہ کبھی یا غفور تھا
برسون ہوے کہ جھیل رہا ہون جفاے یار — ابتک نہ یہ کھلا کہ مرا کیا قصور تھا
اچھا ہوا جو آج حسینون پہ جان دی — آخر تو ایک دن ہمین مرنا ضرور تھا
تھا پیچھے پیچھے اہلِ عدم کے مرا غبار — مین ساتھ کاروان کے تھا ہان دور دور تھا
سب سے جدا تھی شان مرقع مین آپ کی — تصویر مین بھرا ہوا رنگِ غرور تھا
صحرا نورد قیس ہو لیلے کے واسطے — اتنا تو مین کہونگا کہ سودا ضرور تھا

رحمت نے کی وہ آؤ بھگت حشر مین جلیل
مجکو ہوا گمان کہ مین بے قصور تھا

برقِ نگاہِ یار یہ کیسا ظہور تھا — دیکھا تو ڈھیر سرمے کا دم بھر مین طور تھا
کتنا حیا پرست بتِ رشکِ حور تھا — دل سے قریب تھا مگر آنکھون سے دور تھا
دل مین تھا وہ سرور وہ آنکھون مین نور تھا — سمجھے تھے ہم جو دور سمجھ کا قصور تھا
تھا یہ کمال ساقیِ مستِ شباب کا — لغزش قدم مین ہاتھ پہ جامِ بلور تھا
جو کوستے ہین مجکو ذرا اُنسے پوچھئے — آیا تھا دل جو تم پہ مرا کیا قصور تھا

تم سچے ہمین جھوٹے جانے بھی دو یہ جھگڑا
گزری جو گزرنی تھی اب چاہیے کیا کرنا

گو جان نہین ہم مین ہے آن وہی باقی
جو دل مین ہوا کہنا جو مُنہ سے کہا کرنا

تسکین کو تری اے دل قاصد کی یہ باتین ہین
وہ آئے نہ آئینگے بس یون ہی سُنا کرنا

وہ شوق بھرا دل تھا حسرت سے تڑپ اُٹھا
ثابت نہوا مجھ پر ناوک کا خطا کرنا

پیکان ہی جو پہلو مین پہلو ہی مین رہنے دے
اچّھا نہین او ظالم دو دل کا جدا کرنا

جلتے ہو خدا حافظ ہان اتنی گزارش ہے
جب یاد ہم آجائین ملنے کی دُعا کرنا

وعدے پہ یقین مجکو آنے کو ہی تھا لیکن
چتون یہ پکار اُٹھی مشکل ہے وفا کرنا

گر پردۂ محمل کو اُلٹا تو غضب ہو گا
مجنون کی قسم تجکو ایسا نہ صبا کرنا

اِس آپ کی غفلت پر افسوس جلیل افسوس
کیا کرکے چلے دُنیا سے تھا آپ کو کیا کرنا

پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا
دیکھا تو ذرّے ذرّے مین اُسکا ظہور تھا

موسیٰ نہ برقِ طور نہ ایمن مین طور تھا
سینہ مرا تھا اور دلِ ناصبور تھا

مین اک پری کے رقص کی دُھن مین جو چور تھا
اونچے سُرون کا راگ مجھے نفخ صُور تھا

غش مین بھی دل دُکھانے کو آنا ضرور تھا
موجود مین نہ تھا مرا دل تو حضور تھا

پردہ وہ کیون اُٹھاتے اُنھین کیا ضرور تھا
آنکھون مین تھا جو نور یہ کِسکا ظہور تھا

تھی عشق و عاشقی کے لئے شرط زندگی
مرنے کے واسطے مجھے جینا ضرور تھا

اب اختیار ہے تمھین دارُالمحن کہو
جب تم تھے دل مین تو یہی دارالسرور تھا

پردہ اُٹھانے کو جو کہا تھی مری خطا
آنکھون مین بھر رہے تھے کِس کا قصور تھا

کہتی ہے آنکھ دل سے کہ او محوِ شوقِ دید
میری خطا تو تھی ہی ترا بھی قصور تھا

کھلنا غضب تھا ہاے وہ زلفِ سیاہ کا ‫—‬ اُٹھا اِک ابر اور مرے دل پہ چھا گیا
میرے لہو مین ہاتھ نہ تم نے بھرے تو خیر ‫—‬ خنجر کو کیا ہوا تھا جو دامن بچا گیا
خنجر سے ٹھنڈے ہونے کی اُمید تھی ہمین ‫—‬ مُنہ موڑ کر وہ اور جلے کو جلا گیا
مجنون کو میرے دشتِ جنون سے علاقہ کیا ‫—‬ دو دن کو وہ بھی آکے یہان خاک اُڑا گیا

نکلا تو ساتھ لے نہ گیا دل کو اے جلیل
پہلو مین آکے تیر بھی پہلو بچا گیا

زیبا یہ نہ تھا تم کو دل لے کے دغا کرنا ‫—‬ ان ہونٹون سے کیا کہنا ان ہاتھ سے کیا کرنا
سینے پہ مرے چڑھنا سر تن سے جدا کرنا ‫—‬ قاتل یہ سبھی کرنا، جلدی نہ ذرا کرنا
وعدے پہ نہ یان آنا، وعدہ نہ وفا کرنا ‫—‬ آنا تو الگ رہنا، کرنا تو جفا کرنا
چل پھر کے انھین ہر روز اک حشر بپا کرنا ‫—‬ اے میرے خدا تجکو منظور رہے کیا کرنا
رونے سے کہان فرصت کیا دیکھیے حال اپنا ‫—‬ ممکن نہین آنکھون سے دامن کو جُدا کرنا
ہے قصد جو رہنے کا اک چھوڑ رہین دو دو گھر ‫—‬ تم دل مین مرے رہنا آنکھو مین پھرا کرنا
اِس مشقِ ستم پر بھی یون ہی سارہا گر دن ‫—‬ آیا تو یہی آیا دو دل کو جُدا کرنا
مجکو یہ مرے دل نے جاتے ہوے سمجھایا ‫—‬ دلبر کی جفا سہنا، قسمت کا گلا کرنا
رو رو کے بیان کرنا حسرت مری اے قاصد ‫—‬ کہنے مین نہ جو آئے آنکھون سے ادا کرنا
مین نے جو تمھین چاہا کیا اِس مین خطا میری ‫—‬ یہ تم ہو یہ آئینہ انصاف ذرا کرنا
دل کا تجھے اشارہ ہے میرا تجھے ارادہ ہے ‫—‬ اور آپ کو یہ ہٹ ہے میرا ہی کہا کرنا
تم سے تو مریضون کو دیکھا بھی نہین جاتا ‫—‬ بننے کو بنے عیسیٰ، آیا نہ دوا کرنا
راتون کو نکلتے ہو یہ بھی کوئی پردہ ہے ‫—‬ غیرون سے ملا کرنا سائے سے حیا کرنا

منہ چھپانے سے مرے جان ہوا کیا حاصل
سامنے مجمعِ اربابِ نظر ہے کہ جو تھا

تم جو آ بیٹھے ہو پہلو مین لحاظ اِسکا ہے
ورنہ اب بھی وہی سودا وہی سر ہے کہ جو تھا

دوریِ منزلِ مقصود کی کچھ حد ہی نہین
آجتک نالہ مرا گرمِ سفر ہے کہ جو تھا

بانکپن عاشقِ جانباز کا جاتا ہے کہین
سر ہتھیلی پہ لئے سینہ سپر ہے کہ جو تھا

جان مشتاقون کی لیتے ہین چرا کر آنکھین
آجتک اُنکو وہی مدِّ نظر ہے کہ جو تھا

مین کہان اور کہان جلوہ فروزی اُنکی
اللہ اللہ یہ میرا وہی گھر ہے کہ جو تھا

کیا قیامت تھا وہ جلوہ کہ زمانہ گزرا
وہی ہنگامہ سرِ راہگزر ہے کہ جو تھا

بیعتِ پیرِ مغان سے کبھی پھرنے کے نہین
قبلۂ بادہ پرستان وہی در ہے کہ جو تھا

آپ دیکھین تو ذرا ایک نظر حالِ جلیل
یہ وہی آپ کا منظورِ نظر ہے کہ جو تھا،

آنکھین دکھا کے اور ہی عالم دکھا گیا
اک مست محکو اپنا پیالا پلا گیا

دل پیچ اُٹھا خیال جو ابرو کا آ گیا
خنجر لگا گیا کوئی خنجر سا لگا گیا

بچتے تھے ہم تو عشق سے قسمت کو کیا کرین
کمبخت دل کو آپ یہ آنا تھا آ گیا

اُس نے جو یہ سنا کہ تڑپ مین ہے کچھ کمی
آیا اور ایک تیر جگر پر لگا گیا

جادو تھا کیا تھا جلوۂ محبوب یا خدا
جب تک سنبھالون دل کو وہ دل مین سما گیا

کیا جانے کیا سلوک کیا غم نے دل کے ساتھ
سنتے ہین میزبان کو مہمان کھا گیا

کس کس کو ہم سنبھالین غضب کا ہے اضطراب
رکھا جو دل پہ ہاتھ جگر منہ کو آ گیا

ذکرِ جمالِ یار یہان چھیڑنا نہ تھا
ہم اپنی جان سے گئے یارون کا کیا گیا

ڈوبے ہوئے حیا مین ہین جتنے ہین نازنین
جس گل کو چھو لیا وہ عرق مین نہا گیا

وسعتِ دل جو کبھی پیرِ مغان دکھلاتا | ایک ایک جام کو میخانہ بنایا ہوتا

مُنہ سے آنچل جو ہٹاتا وہ سرِ بزم جلیلؔ
بخدا شمع کو پروانہ بنایا ہوتا

وصل میں وہ چھیڑنے کا حوصلہ جاتا رہا | تم گلے سے کیا ملے سارا گلہ جاتا رہا
یار تک پہنچا دیا بیتابیٔ دل نے ہمیں | اک تڑپ میں منزلوں کا فاصلہ جاتا رہا
ایک تو آنکھیں دکھائیں پھر یہ شوخی سے کہا | کہیے اب تو کم نگاہی کا گلہ جاتا رہا
روز جاتے تھے خط اپنے روز آتے تھے پیام | ایک مدت ہو گئی وہ سلسلہ جاتا رہا
چھینکتے تھے دل کو ہم یان ہوش بھی کھوئے گئے | گم شدہ یوسف کے پیچھے قافلہ جاتا رہا
مُڑ کے قاتل نے جو دیکھا وار پورا ہو گیا | کشتگانِ نیم بسمل کا گلہ جاتا رہا
وادیٔ غربت کے ساتھی ہیں ہمیں دل سے عزیز | رو دئیے ہم۔ چھوٹ کر جب آبلہ جاتا رہا
بیخودی میں محوِ نظارہ تھے ہم۔ کیون چونک اُٹھے | ہائے وہ اپنا مزے کا مشغلہ جاتا رہا

کیا مہذب بنکے پیشِ یار بیٹھے ہیں جلیلؔ
آج وہ جوشِ جنون وہ ولولہ جاتا رہا

دل میں اب تک وہی وحشت کا اثر ہے کہ جو تھا | دامنِ کوہ و بیابان مرا گھر ہے کہ جو تھا
آپ کیا پوچھتے ہیں حالِ مریضِ ہجران | دردِ دل ہے کہ جو تھا دردِ جگر ہے کہ جو تھا
ہجر میں مشقِ تصور نے عجب کام کیا | مین سمجھتا ہون وہی پیشِ نظر ہے کہ جو تھا
کبھی نالے کبھی فریاد کبھی نوحہ گری | مشغلہ اپنا وہی آٹھ پہر ہے کہ جو تھا
بجھ گئی ہائے تپِ غم کی حرارت نہ گئی | وہی دھڑکن ہے وہی سوزِ جگر ہے کہ جو تھا
انتظارِ آمدِ جانان کا چلا جاتا ہے | ہے وہی شام وہی رنگِ سحر ہے کہ جو تھا

سرِ شام آپ افشان چُن رہے ہین اپنے ماتھے پر | چمکتا ہے ستارہ آج دیکھین کس کی قسمت کا

جلیل آٹھون پہر دردِ جگر سے بیقراری ہے
قیامت ہے کسی بیدرد پر آنا طبیعت کا

میری وحشت کا جو افسانہ بنایا ہوتا | سُننے والون کو بھی دیوانہ بنایا ہوتا
اُن کے لانے کی نہ سوجھی تجھے قاصد تدبیر | جھوٹ سچ کوئی تو افسانہ بنایا ہوتا
دل مین جوہر ہے صفائی کا تو صد چاک بھی ہے | کبھی آئینہ کبھی شانہ بنایا ہوتا
رُخ پہ بکھری تھین جو زلفین تو بکھرنے دیتے | خوب اِن پریون کو دیوانہ بنایا ہوتا
مُنہ چھپانا تھا نہ اے جان نگاہون سے مری | شمعِ رُخ کا انھین پروانہ بنایا ہوتا
تم نے زلفون کو بنا کر ہمین دیوانہ کیا | کیا بگڑتا تھا تمھارا نہ بنایا ہوتا
مر کے بھی رُوح نہ پینے کو ترستی ساقی | میری مٹی سے جو پیمانہ بنایا ہوتا
دلِ وحشی جو چھُٹا مجھ سے بہت خوب ہوا | ورنہ ابتک مجھے دیوانہ بنایا ہوتا
دیکھتے تم کہ سنور جاتے یہ گیسو کیسے | میری پلکون کا اگر شانہ بنایا ہوتا
اُٹھ گیا قیس جو صحرا سے تو آئی آواز | اپنے گھر کو تو نہ ویرانہ بنایا ہوتا
دیکھتے صنعتِ صانع کو خدا والے بھی | زیرِ مسجد کوئی بتخانہ بنایا ہوتا
اُسکی تصویر بنائی بھی تو کیا اے بہزاد | غمزۂ و عشوۂ جانانہ بنایا ہوتا
بیڑیان زلفون کی دیوانون کو پہنانا تھا | قید خانے کو پری خانہ بنایا ہوتا
دل جو واعظ کا بنایا تھا الٰہی پتھر | کاش سنگِ درِ میخانہ بنایا ہوتا
آنکھ اُٹھا کر کبھی ساقی نے نہ دیکھا ورنہ | خانقاہون کو بھی میخانہ بنایا ہوتا
ہاتھ آجاتی جو مے دیکھتے پینے کا مزہ | اپنے چُلّو ہی کو پیمانہ بنایا ہوتا

ہماری آنکھ سے معشوق دل مین آتے رہتے ہین — جو یہ تہمت ہے محبت کا تو وہ در ہے محبت کا
ادھر اشکون کی رنگینی اُدھر داغون کی گلکاری — ہماری بزم مین کیا رنگ اُچھلتا ہے محبت کا

جلیل ایسی بھی کیا آفت پڑی تھی شعر کہنے کی
کہین اس فکر سے کھلتا ہے رنگ اپنی طبیعت کا

مزہ چکھا یہ مین نے اُنسے دعویٰ کر کے چاہت کا — مرا سر کاٹ کر بولے کہ یہ پھل ہے محبت کا
کھلے بالون وہ چل پھر کر دکھانا حُسن قامت کا — اُڑاتے پھرتے ہین وہ جابجا جھنڈا قیامت کا
جُنون مین ایک رنگ آتا ہے اپنا ایک جا باہر — مرے چہرے پہ نقشا کھنچ گیا ہے میری وحشت کا
نہ ٹوٹے اُنسے دل غیرون کے مجھسے تار تنکون کے — نقاہت میری پورا جوڑ ہے اُنکی نزاکت کا
تم آکر سیر تو دیکھو کسی دن دیدۂ تر کی — کہ موجین لے رہا ہے آجکل دریا محبت کا
نگاہِ گرم سے خورشیدِ محشر نے اگر دیکھا — تو میرا ہاتھ ہوگا اور دامن تیری رحمت کا
نہ تھا جو ہمنشین کوئی اکیلے دم اُلجھتا تھا — مزہ کیا دیگیا ہے بیٹھ جانا اپنی تربت کا
نہ دیکھو آئینہ مٹ جائیگا دعویٰ یکتائی — نکل آئے نہ گھر ہی مین کوئی اس شکل و صورت کا
ہمارے دل مین اور اُس برق وش مین چلتی رہتی ہے — جو یہ پُتلا ہے شوخی کا تو وہ پُتلا شرارت کا
بھلا اِس جامۂ ہستی کی اے دل کوئی ہستی ہے — کریگا پُرزے پُرزے ایک جھٹکا دستِ وحشت کا
گلے سے ہو نہین سکتی جدا تلوار قاتل کی — رگِ گردن لپٹ کر بن گئی پھندا محبت کا
بڑی مشکل سے قاتل کو کیا ہے قتل پر راضی — کہین ایسا نہو کچھ جوڑ چل جائے نزاکت کا
جبینِ یار کی چھوٹی ہوئی افشان جو مل جاتی — بناتے اُسکو ہم لیکر ستارا اپنی قسمت کا
ہمین تو اُنسے جو کہنا تھا وہ سب آج کہہ گزرے — بس اب اُنکی زبان پر فیصلہ ہے اپنی قسمت کا
یہ دل مین ہے کہ آئینہ دکھا کر مین کہون اُن سے — مجھے دکھلا اک معشوق ہے اس شکل و صورت کا

سخت جان عاشق کو اک خنجر نہ جب کافی ہوا
دوسرا خنجر نگاہون کا اِشارا ہو گیا

عشق نے اشکون کو میرے آب بھی دی تاب بھی
کوئی موتی بن گیا کوئی ستارا ہو گیا

کرکے وعدہ دی گرہ آنچل مین ہنس ہنس کر ہے
اِک ذرا ٹوٹے ہوے دل کا سہارا ہو گیا

بد دعا نکلی لبِ جان بخش جانان سے جلیل
عاشقون کو مرنے جینے کا سہارا ہو گیا

ابھی باقی ہے آنا قبر پر اُس فتنہ قامت کا
قیامت ہو چکی پھر بھی رہا دھڑکا قیامت کا

فنا ہم ہو گئے لیکن اثر باقی ہے وحشت کا
ٹھہرتا ہی نہین کوئی ٹھکانا اپنی تربت کا

غضب ہے دھوم قامت کی ستم ہے حسن قامت کا
وہ دھڑکا ہی قیامت کا یہ پتلا ہے قیامت کا

جما ہے بعدِ مُردن بھی خیال اُس فتنہ قامت کا
قیامت میٹھی ہے پہلو دبائے میری تربت کا

کھلا یہ حشر مین منظور اُس کو خود نمائی تھی
دکھانے کو یہ پردہ ڈالی رکھا تھا قیامت کا

اُلجھکر رہگیا آنکھون کے ڈورون مین دلِ مضطر
نظر کیا تم نے ڈالی جال ڈالا ہے محبّت کا

اُڑاتے پھرتے ہین وہ سر قضا بڑھ بڑھ کے کہتی ہے
جزاک اللہ کیا کہنا ہے قاتل تیری ہمت کا

بلا کا ہے بناوٹ اے یار اپنی بگڑی حالت مین
ترے گیسو کا گھونگر بن گیا ہے پیچ قسمت کا

خدا ہی ہے جو مُنہ کھلنے پہ کوئی زندہ رہجائے
نقابِ رُخ یہ کہتی ہے کہ پردہ ہون قیامت کا

تلوّن سے ترے ڈر ہے بدلجائے نہ شان اسکی
تری تصویر مین بھر دون مین رنگ اپنی طبیعت کا

بلا کے پیچ و خم آئے ترے گیسو کے حصے مین
اُسے بھی کاش لے لیتے جو کچھ تھا میری قسمت کا

بہت بے چین ہین اِک ترک ہیاسے آبِ خنجر کے
ترے قربان اب پڑجائے چھینٹا ابرِ رحمت کا

قلق اسمین تڑپ اسمین الم اسمین ہر غم اسمین
مرے پہلو مین دل کیا ہے خزانہ ہی محبت کا

نگہبانی ہے کیا کیا وصل کی شب اپنے جوبن کی
حیا جب اُٹھ گئی بٹھلا دیا پہرا نزاکت کا

پیارا پیارا حسن دیکھا دل کو پیارا ہو گیا
جو حسین چمکا مری آنکھون کا تارا ہو گیا

روتے روتے کس قمر وش کا نظارا ہو گیا
ایک ایک آنسو مرا آنکھون کا تارا ہو گیا

زینتِ آغوش ہو کر ڈھل گیا سانچے مین حسن
پیار کرنے سے مرے وہ اور پیارا ہو گیا

میری ستی نے مجھے اک چھوڑ دو صدمے دیے
ہاتھ سے شیشہ گرا دل پارہ پارا ہو گیا

بو جنون کی لے اُڑی سر سے ہوائے زلفِ یار
عشق اپنا مشک بنکر آشکارا ہو گیا

وصل کی شب بھور کر دی اُسکی آرائش نے ہائے
آفتاب ایک ایک افشان کا ستارا ہو گیا

شوخ تم بچپن مین دل کیا ملتا جلتا رنگ ہے
تم سے سیماب وش دل پارہ پارا ہو گیا

اک شوخی اُنکی کر جاتی ہے سب کچھ بزم مین
اس سے باتین ہو گئین اِس سے اِشارا ہو گیا

جنکے افشان رات وہ نکلے تو اُف رے اشتیاق
ٹوٹ پڑنے پر اُتارے ہر ستارا ہو گیا

کیا اُٹھا سکتا دلِ نازک کڑی بات آہ کی
ٹھیس لگتے ہی یہ شیشہ پارہ پارا ہو گیا

یار تجکو چاہتا ہے کیون نہ چاہون مین تجھے
تو تو اے دل اب مرے پیاریکا پیارا ہو گیا

خال و عارض نے فلک کی ساری دولت چھین لی
چاند کوئی بن گیا کوئی ستارا ہو گیا

گُھٹ رہے تھے میرے ارمان حسرتین بیچین تھین
عشق مین اچھا ہوا دل پارہ پارا ہو گیا

دیدہ و دل مین غضب کی پھوٹ تمنے ڈالدی
چلگئی باہم جو چتون کا اشارا ہو گیا

جان دُون کیون نہ مین جب یون کہے وہ ناز سے
دل تمھارا تھا کبھی اب تو ہمارا ہو گیا

اشک کے قطرے سے غنیمت ہین قفس مین بلبلو
آب و دانہ بند تھا کچھ تو سہارا ہو گیا

ہلگئین آنکھ سے آنکھین مٹ گئی بیگانگی
دل مین جب جا ہوا آباد گھر تمھارا ہو گیا

اُسنے دیکھا اک نظر دل ہاتھ سے جاتا رہا
آنکھون آنکھون مین قیامت کا اشارا ہو گیا

ہجر کی شب مین نہ چمکا صبح کا تارا کبھی
ہائے وہ بھی میری قسمت کا ستارا ہو گیا

ہم اگر ڈوبین تو ڈوبین اسکو کچھ پروا نہین
جیسے پانی بہہ گیا ہو چشمِ دریا بار کا

چاہتی ہے نیند اب کے سونے نہ پائے آنکھ مین
پاؤن پھیلانا تو دیکھو حسرتِ دیدار کا

دل کی حالت پر نہ کیونکر آنکھ بھر آتی تری
درد ہوتا ہی ہے کچھ بیمار کو بیمار کا

اے زلیخا نقدِ جان اسمین گرہ سے جائے گا
حسنِ یوسف ہے یہ کچھ سودا نہین بازار کا

بیٹھ کر پردے مین بھی سفاکیون کی مشق ہے
خون اب کرتا ہے ظالم حسرتِ دیدار کا

وہ نہ خود دیکھے نہ کوئی دیکھنے پائے اُسے
شرم کیا ہے آنکھ کی پرہیز ہے بیمار کا

خون پانی ایک کرنے کو ہین دونون ملکے آج
خون میرے زخم کا پانی تری تلوار کا

طور کی موسیٰ سے کیا پوچھین وہ کیون سُننے لگے
اُن کو تو نشہ چڑھا ہے شربتِ دیدار کا

رفتہ رفتہ چھپتی جاتی ہو نگاہون سے نقاب
جیسے جیسے نور چھنتا ہو ترے رُخسار کا

نازنین معشوق دیکھے ہونگے بہتیرے مگر
دستِ قاتل مین لچکنا دیکھیے تلوار کا

وصف آنکھون کا مسخر کر رہا ہے بزم کو
بندھ گیا کیا شعر مین جادو نگاہِ یار کا

وصل کی شب یاد اب کسکو ہو اتنا ہی خیال
خواب دیکھا تھا کسی دن طالعِ بیدار کا

ضعف مین اتنی سُبکباری بھی کچھ تھوڑی نہین
رنگ ہلکا ہو چلا ہے چہرۂ بیمار کا

اب بجائے اشکِ خون حسرت ٹپکتی ہے یہان
تم جو بگڑے کیا بنایا دیدۂ خونبار کا

ہمکو موقع ملگیا گردن مین باہین ڈالدین
بیٹھے رونا رو رہے تھے وہ گلے کے ہار کا

ہم تو اپنی سخت جانی کی حیا سے کٹ گئے
ناز سے کہتے ہین وہ کیا کاٹ ہے تلوار کا

میگساری کی تلافی آپ خجلت سے ہوئی
کھلکے غوطے بھی نہ دامن تر ہوا میخوار کا

چند بیتون کی غزل ہوتی ہے اچھی اے جلیل
کون دیکھے گا یہ دفتر آپ کے اشعار کا

اشک بھی نکلے مری آنکھوں سے یہ کہتے ہوئے
حال اب دیکھا نہین جاتا ہے اس بیمار کا

وعدۂ محشر کے چھینٹے دے رہے ہین اسلئے
تاکہ مرہی جائے پیاسا شربتِ دیدار کا

رُخ تو رُخ ہے خط کی سرسبزی ذرا دیکھے کوئی
ایک اک کانٹے مین عالم ہے یہان گلزار کا

آئینہ پیشِ نظر رہتا ہے یہ اچھا نہین
پھر بُری ہوگی جو چسکا پڑ گیا دیدار کا

تو سلامت ہے تو قاتل اپنا تھل بیڑا کہان
اب گلے تک آگیا پانی تری تلوار کا

قیس کے ملبوسِ عریانی پہ لیلےٰ رو پڑی
جا بجا پیوند دیکھا زخمِ دامندار کا

سامنے کی چوٹ کھاکر بچ گیا تھا دل مرا
پھنسکے اُسنے جال ڈالا گیسوِ خمدار کا

مین لئے نیکر جیب سے دیکھا تو نکلا دل مرا
گر پڑا تھا آج اک پھول اُسکے پاس ہی ہار کا

ہاتھ کے ساتھ آنکھ بھی بسمل پہ پڑتی ہے ضرور
جوڑ یہ اچھا نکالا آپ نے تلوار کا

بام سے کسنے دکھایا جلوۂ برقِ جمال
غش پڑا ہون مین ادھر سایہ اُدھر دیوار کا

اسقدر مضبوط کیون باندھا گیا بندِ نقاب
دل شکستہ ہو نہ وعدہ آپکے دیدار کا

ہمتو یوسف ہین بکے لائے تھے سینون مین آپ
دل ہمارا اک تماشا ہوگیا بازار کا

خون مین ڈوبی ہوئی پلکین اور ان پر لختِ دل
پھولون مین تُلتا ہے ہر کانٹا مرے گلزار کا

زخم دینا بخیہ کرنا دونون ہین قاتل کے ہاتھ
دھار اِدھر تلوار کی ڈورا اُدھر تلوار کا

کون سحرِ سامری کا نام لیتا ہے جلیل
چل رہا ہے اِن دنون جادو نگاہِ یار کا

حال کیا دیکھین چمن مین نرگسِ بیمار کا
روگ کوئی دے گیا ہے حسرتِ دیدار کا

کوچۂ جانان مین عالم ہے یوہین گلزار کا
اور پھر چھڑکاؤ ہے میرے دیدۂ خونبار کا

یون کھلے مُنہ شب کو سونا اور زیرِ آسمان
چاند اُڑا لیجائے گا سونا ترے رخسار کا

فضلِ خدا سے اب ہے اُسے چودھوان برس
پورا ہے چاند چاند کا ٹکڑا نہین رہا

سنبل کے بال بکھرے گلون کے پھٹے لباس
کس کسکو تیرے دور مین سودا نہین رہا

ہم پر نہین گزر گئین ساری مصیبتین
اچّھا ہوا کہ حشر کا جھگڑا نہین رہا

جادو نہین تو کیا ہو کہ ہوتے ہی سامنا
سینے مین دیکھئے تو کلیجا نہین رہا

چلمن سے تاک جھانک جو ہوتی رہی تو ہین
اکدن یہ دیکھ لینگے کہ پردا نہین رہا

اچھا ہوا کہ وصل کی شب ہو گیا وصال
اب حشر تک تو صبح کا دھڑکا نہین رہا

بیتابیون کے لطف تھے عہدِ شباب تک
دھڑکن ہو جسمین اب وہ کلیجا نہین رہا

جب سے یہ سُن لیا ہے قیامت قریب ہے
اُنکی زبان پہ وعدۂ فردا نہین رہا

تیرِ نگاہِ ناز کے قربان جائیے
ثابت کسی جگہ سے کلیجا نہین رہا

لی ہے کمر سے تیغ تو پھر دیکھتے ہو کیا
جلدی کرو کہ وقت اب اتنا نہین رہا

باری ہماری آئی تو صیاد نے کہا
اب تیرے دام مین کوئی پھندا نہین رہا

کیون بیوفا بتون کی شکایت ہے اے جلیل
مردِ خدا وفا کا زمانا نہین رہا

دیکھنے مین آے وہ جلوہ نہین ہے یار کا
دیکھ لے موسیٰ کو جس کو شوق ہو دیدار کا

مانگتے ہین یار سے ہم بوسہ لبون رخسار کا
ہمکو بھی ملجائے کوئی پھول اِس گلزار کا

آنکھ بہ نکلی جو دیکھا جلوہ روے یار کا
بھرتے ہی چھلکا پیالہ شربتِ دیدار کا

ہے ادا کے ساتھ شہرہ ابروِ خمدار کا
ہاتھ جب نکلا تو نکلا نام بھی تلوار کا

وائے قسمت کچھ جو بیداری تھی اپنے بخت مین
وہ بھی حصہ ہو گئی اب دیدۂ بیدار کا

اب تو وہ ہین اور کنگھی آئنہ ہے رات دن
پڑ گیا اُن پر بھی پھندا گیسوے خمدار کا

ہمسے بگڑ گئی ہے تو اب تیغ کھینچیے
سر رکھکے کیا کرینگے جو سودا نہین رہا

دونون طرف سے ملال تھا جبتک ملے نہ تھے
جب آنکھ لڑ گئی کوئی جھگڑا نہین رہا

دیوانگی بھلی تھی جو محرم بنا گئی
ہمسے کسی حسین کو پردا نہین رہا

ہین گر پری یہ گیسوؤن والے ہوا کرین
اب ہم کو وہ دماغ وہ سودا نہین رہا

پچھتائین کیون جو ہمنے حسینون پہ جان دی
یہ تو ہوا کہ موت کا دھڑکا نہین رہا

مرقد مین ہون جنان سے کوئی حور بھیجیے
پروردگار مین کبھی تنہا نہین رہا

جلوہ دکھا کے پھر مجھے دیوانہ کر گئے
جب سن لیا کہ جوش پہ سودا نہین رہا

کون اُسکو دیکھ سکتا ہے موسیٰؑ کو دیکھیے
پردے سے بھی سوا ہے جو پردا نہین رہا

مجکو تو خیر صبر کی طاقت ہے یا نہین
اُنکا بھی اب وہ دل وہ کلیجا نہین رہا

دستِ جنون اگر ہین سلامت تو ایکدن
سُن لیجیے گا دامنِ صحرا نہین رہا

صحرا کی اب ہوا جو لگی ہو گیا ہرن
مجنون کے بس کا ناقۂ لیلےٰ نہین رہا

بازارون سے ہونے لگا دل کا لین دین
سر بیچکر یہ لینے کا سودا نہین رہا

قدرِ کمال کی تجھے امید ہے جلیل!
وہ دن نہین رہے وہ زمانا نہین رہا

وان عاشقون سے ملنے کا وعدا نہین رہا
ٹوٹے ہوئے دلون کا سہارا نہین رہا

قاتل کو آکے حشر مین جانا کہ کون ہے
اب ہمکو اپنے خون کا دعویٰ نہین رہا

چہرے سے وہ نقاب اُٹھاتے نہین کبھی
کہتے ہین کوئی دیکھنے والا نہین رہا

ملنے لگا ہے مجھسے بلا واسطہ وہ شوخ
اب آپکے اُسکے بیچ مین پردا نہین رہا

کیا دن وہ تھے کہ ناز اُٹھانے کا شوق تھا
ہم ہین وہی مگر وہ کلیجا نہین رہا

ہو تصوّر کا بھلا مانع ہوے دشمن تو کیا
میرا جانا کم ہوا یا تیرا آنا کم ہوا

لے مبارک اے دلِ آشفتہ آہین اور کھینچ
زلف تھی برہم مزاجِ یار بھی برہم ہوا

چلتے پھرتے جی بہلجاتا تھا ہجرِ یار مین
اور وحشت بڑھ گئی جب جوشِ سودا کم ہوا

ہر ادا مین ایک جدت ہر نگہ مین تازہ حسن
بن سنور کر آپ جب نکلے نیا عالم ہوا

جو کبھی رنگِ حنا کا بار اُٹھا سکتے نہ تھے
ہاے اُن ہاتھون سے کیونکر غیر کا ماتم ہوا

اب کُھلتا ہے لبِ شکوہ نہ روتی ہے یہ آنکھ
ایک بوسہ کتنے زخمون کے لئے مرہم ہوا

یاد کر کے اب مری جانبازیان کہتے ہین وہ
ہونے کو لاکھون ہوے پر کوئی ایسا کم ہوا

چرخ کی انجم سے زینت گل سے فرشِ خاک کی
حُسن جس عالم مین پہونچا اور ہی عالم ہوا

عشق کی سرکار مین نعمت کی ہمکو کیا کمی
غم نہ کھانے کو ملا جس روز دونا غم ہوا

لوے گیسو نے اُڑا دے دم کے دم مین سب کے ہوش
کُھلتے ہی جوڑا زمانہ درہم و برہم ہوا

وصل کی مستی مین وہ لب تھے لبِ ساغر ہمین
لے لئے لپٹا کے دو بوسے جو نشہ کم ہوا

جھک کے لیتے کیا قدم مقتل مین فرصت تھی کہان
تیغ کی قاتل نے سیدھی جب ذرا سر خم ہوا

انجمن مین بیٹھکر رنگِ چمن دکھلا دیا
روے نازک کا پسینہ پھول پر شبنم ہوا

اب غزل کہہ کہہ کے شہرت چاہتے ہو کیا جلیل
عشق کے ہاتھون سے یہ جو کچھ ہوا کیا کم ہوا

پروا نہین اگر دلِ شیدا نہین رہا
ہان غم یہ ہے کہ غم کا ٹھکانا نہین رہا

افسوس جسکے واسطے بیمار ہم ہوے
قاتل وہ ہو گیا ہے مسیحا نہین رہا

دل سرد ہو گیا مگر ارمان نہ کم ہوے
میلا وہی ہے گرچہ تماشا نہین رہا

دیکھی ہین جب سے اُنکی تلون فرامیان
کچھ موت زندگی کا بھروسا نہین رہا

کوئی حسین ہو مجھے اک نگاہ کر لینا
جگر کو تھام کے چپکے سے آہ کر لینا

تم آئنے مین کرو سیر اپنے جوبن کی
ہماری آنکھ سے بھی اک نگاہ کر لینا

رہے بچاؤ کا پہلو بھی قتل کرنے مین
مری خطا پہ مجھی کو گواہ کر لینا

وہ ہمسے بزم مین اظہار شرمِ الفت کا
وہ ہم کو دیکھ کے نیچی نگاہ کر لینا

ہمارے بعد رہے پاس رازِ الفت کا
کہین نہ حال تم اپنا تباہ کر لینا

نیازمند ہون کافی ہے ناز کرنے کو
سلام جائے انہین گاہ گاہ کر لینا

کوئی سنے نہ سنے مجکو دردِ دل کہنا
اثر کرے نہ کرے مجکو آہ کر لینا

تم اپنے سینہ و بازو کو شوق سے دیکھو
ہمارے حال پہ بھی اِک نگاہ کر لینا

چلا ہے مجکو یہ سمجھا کے ہاے وہ بیدرد
جو دِل مین درد اُٹھے آہ آہ کر لینا

مزے مین بڑھکے ہے زاہد کی بیگناہی سے
گناہ کرتے ہی عذرِ گناہ کر لینا

ستم ہے اُنکے لیے جو نباہ کرتے ہین
تمھین تو کھیل ہے دو دن کی چاہ کر لینا

کٹیلی آنکھونکا چلتا ہوا یہ جادو ہے
نگاہ ملتے ہی ہر دل مین راہ کر لینا

دہان تو چرخ سے بھی بانکپن کا ہو اظہار
ہلال دیکھ کے ٹیڑھی کلاہ کر لینا

وہ اپنے ہاتھ سے ہمکو سزا جو دیتے ہین
ہمین بھی کوئی نہ کوئی گناہ کر لینا

وہ جس سے ملتے ہین اُس سے ضرور کہتے ہین
جلیل سے نہ کہین رسم و راہ کر لینا

اپنی بیتابی کا ہر روز اک نیا عالم ہوا
دردِ دل کچھ بڑھ گیا دردِ جگر جب کم ہوا

غیر کے آتے ہی محفل مین نیا عالم ہوا
میرے دل کی آگ بھڑکی اُن کا غصّہ کم ہوا

مٹ گئے پچھلے الم تازہ ستم کے سامنے
زخم پر جو زخم قاتل نے دیا مرہم ہوا

یہ رات اتنی جو بڑھ گئی ہے سیاہی اتنی جو چڑھ گئی ہے
کہین کھُلا ہے ضرور جوڑا کسی کے گیسوے عنبرین کا
جو غیر سے یار تو ملا ہے تو دیکھ کیسا ڈبو رہا ہے
تجھے مرے آنسوؤن کا دریا مجھے پسینا تری جبین کا
نہ بحر جاری سحاب سے ہے نہ چاہ لبریز آب سے ہے
وہ دامنِ تر کا اک لقب ہے یہ نام ہے میری آستین کا
جو دیکھ لے اسکی صورت انسان اگر ہو کافر تو لائے ایمان
جمال کیا ہے بُتِ حسین کا، کمال ہے صورت آفرین کا
نہ شوقِ نظارہ مجھ سے پوچھو یہ کہکے سوتا ہون روز شب کو
اُٹھون جو مین صبح کو الٰہی تو مُنہ دکھانا کسی حسین کا
کچھ ایسی کی مین نے جبہ سائی کہ مٹ گئی بخت کی بُرائی
ملا جو اُس در سے داغِ سجدہ ستارہ چمکا مری جبین کا
زبان سے ہو شکر ادا کہان تک بڑا ہی تھا دلنواز ناوک
کچھ اِس اَدا سے جگر پہ بیٹھا، مزہ ملا یارِ ہمنشین کا
پھرا عدم سے نہ کوئی ہمدم کہ حال یارون کا پوچھتے ہم
عجیب دلچسپ ہے وہ عالم کہ جو گیا ہو گیا وہین کا
عرق عرق ہے جو رُوے گلگون یہ خوب موقع ہے اب چوکون
مین سرنوشت اپنی دھو ہی ڈالون پسینہ لیکر تری جبین کا
جلیل کیا بات اِس سخن کی غزل مین ہے تازگی چمن کی
جو شعر ہے شاخ نسترن کی، جو لفظ ہے پھول یاسمین کا

تارِ نگہ مین گوندھ لو پھر عاشقون کے دل
رونا یہ کس لئے ہے مرا ہار کیا ہوا

کچھ تفرقہ نہین ہے خزان و بہار مین
پھٹکی کلی صدا ہوئی گلزار کیا ہوا

مجرم نہین ہین حشر مین حسرت سے پوچھئے
یہ کون لوٹ لے گیا بازار کیا ہوا

کیا بیگنہ جلے جو کہا اُسنے حشر مین
میرا جلیل نام گنہگار کیا ہوا

گھٹا دیا رتبہ ہر حسین کا مٹا دیا رنگ حور عین کا
نہین ہے یہ چاند چودھوین کا شباب ہے میرے مہ جبین کا

یہ رات ہے وصل کی مری جان بھرے ہین دل مین ہزارون ارمان
نہین نہ نکلے زبان سے ہان ہان ارے یہ موقع نہین نہین کا

تباہ وحشت مین ہون مین دربدر ابھی بگڑ جائے یہ بنا گھر
جو دل مین رکھون تجھے ستمگر تو دل نہ رکھے مجھے کہین کا

یہ قتل سے میرے ہاتھ کھینچو، لہو بہا کر بہار دیکھو!
پڑے گی اُڑ کر جو چھینٹ اِسکی بنے گی وہ پھول آستین کا

ستم تھا بچپن کا وہ زمانہ غضب وہ دل کا پسند آنا
وہ گود مین میری لوٹ جانا مچل مچل کر کسی حسین کا

تمھین سے روے زمین معطر، تمھین سے سطح فلک منور
تمھین تو ہو پھول یاسمین کا تمھین تو ہو چاند چودھوین کا

اُدھر صبا نے یہ گُل کھلایا چمن مین کلیون کو گدگدایا
اِدھر ہنسی نے ستم یہ ڈھایا کہ منہ لیا چوم اُس حسین کا

افشان رہی جبین پہ نہ لب پر مسی رہی ۔ کہتے ہین یہ تو لوٹ ہوئی پیار کیا ہوا
دیوانہ نازکی کا ہون ہلکا سا طوق ہو ۔ اُترا ہوا گلے کا ترے ہار کیا ہوا
باہم نگاہ ملتے ہی دل کو قرار تھا ۔ کیا جانے آنکھوں آنکھوں مین اقرار کیا ہوا
لے تیغِ ناز چھوڑ نہ منجدھار مین مجھے ۔ بیڑا ہوا نہ پار تو پھر وار کیا ہوا
باہین گلے مین ہار کی ہون بوسے لے مسی ۔ مین نے بھی کر لیا جو تمھین پیار کیا ہوا
وہ توڑ ڈالتے ہین جہان گزری ایک رات ۔ پھولون کا ہار ہو گیا اقرار کیا ہوا
یارب کہان گیا دلِ پُرداغ دیکھے داغ ۔ باقی ہے ایک پھول وہ گلزار کیا ہوا
بازار چڑھ کے تُلنے لگا ہر نگاہ مین ۔ یوسف ہی بنگیا وہ طرحدار کیا ہوا
یون پوچھتے ہین کھو کے دلِ اعدار کو ۔ جو پھول تھا گلے کا مرے ہار کیا ہوا
رُخ سے نقاب اُٹھی کہ ہوا آنسوؤن کا جوش ۔ کچھ اور پردے پڑ گئے دیدار کیا ہوا
دل سے مٹے غبار تو دیکھین تڑپ مری ۔ اُنکو خبر نہین پسِ دیوار کیا ہوا
دیکھا تھا آپ نے مجھے اتنا تو پوچھتے ۔ کیون حال زار ہے تجھے آزار کیا ہوا
لڑیان ہین موتیون کی مجھے آبدار اشک ۔ مین نے کیا گلے کا اگر ہار کیا ہوا
آنکھین تو اپنی دیکھئے وہ کہہ رہی ہین کیا ۔ مُنہ سے اگر ہوا بھی تو اقرار کیا ہوا
کُھل جائیگا یہ اب وہ مسیحا ہین یا نہین ۔ اچھا ہے ہم جو ہو گئے بیمار کیا ہوا
کچھ توڑ تو نہ لینگے ذرا سیر دیکھ لین ۔ گر پھول ہین یہ آپ کے رُخسار کیا ہوا
کہتے ہین جھٹ تب مری گردن مین ہاتھ ہین ۔ یہ تو گلے کا ہار ہوا پیار کیا ہوا
نالون کے گل کترکے ابھی کھدے عندلیب ۔ اتنا جو کوئی کہہ دے کہ گلزار کیا ہوا
دل پہ نہین نگاہ کہ کیا کیا کھلے ہین گل ۔ بُلبُل کو ہے تلاش کہ گلزار کیا ہوا

کمسنی مین خاک ہو اُس سے صفائی کا بنا
کہدیا آئینہ رو جس دن مکدر ہو گیا

پیارے پیارے ہونٹھ چوم آیا ترے دستِ ناز نے
اب تو آنکھون سے لگا لینے کا ساغر ہو گیا

بڑھ گئی حسنِ سماعت سے سخن کی آبرو
کان مین اُن کے پڑا جو شعر گوہر ہو گیا

کی جفا تم نے تو معشوقون کو زیبا ہے جفا
آسمان کو کیا ہوا یہ کیون ستمگر ہو گیا

ایک لوہے کا تھا ٹکڑا وہ بھی بل کھایا ہوا
تیرے ابرو سے مشابہ ہو کے خنجر ہو گیا

دل پھنسا بیڈھب تھا لیکن مانگ نے کچھ راہ دی
کھائے جھٹکے زلف کے سیدھا مقدر ہو گیا

میکشو اُٹھو یہان اب لطف رہنے کا نہین
پھر گئی جب چشمِ ساقی دورِ ساغر ہو گیا

لوٹتا ہون رنگِ محفل دیکھکر پیرِ مغان
تیرے متوالون کا حلقہ دورِ ساغر ہو گیا

کوئی مطلب تھا نہ مضمون شوق کے دو حرف تھے
مین جو لکھنے کیلئے بیٹھا تو دفتر ہو گیا

اب لبِ نوشین سے کوئی دم نہین ہوتا جدا
مے پلا کر اسکو خود مے نوشِ ساغر ہو گیا

رہگیا پیکان تمہارا ٹوٹ کر اچھا ہوا
اور اک دل سینے مین دل کے برابر ہو گیا

وہ قیامت مین چلے تھے دو قدم اک شور اُٹھا
بس خدا کے واسطے پامال محشر ہو گیا

میرے آنسو اور زینت دامنِ محبوب کی
یہ اِسی پانی کا جوہر تھا جو گوہر ہو گیا

کرنی پڑتی سارے عالم سے رقابت مجکو آج
تھی خدا کی مصلحت جو تو ستمگر ہو گیا

ہم عبث سہمے ہوے تھے معرکے سے عشق کے
اک ذرا سی بات تھی سر کٹ گیا سر ہو گیا

اللہ اللہ حضرتِ اُستاد کا فیضِ سخن
چار دن خدمت مین جو بیٹھا سخنور ہو گیا

لکھ کے بھیجا یا تڑپنے کے مضامین اے جلیل
لیکے قاصد خط مرا لوٹن کبوتر ہو گیا

رونا ہے اب یہ آٹھ پہر یار کیا ہوا
آنکھون کو روگ لگ گیا دیدار کیا ہوا

مڑ کے بھی دیکھا نہ دل نے اسطرف
پیچھے پیچھے مین کئی منزل گیا

لاش ابھی میری اُٹھائی بھی نہین
ناز کی کہتی ہے شانہ چھل گیا

بس گیا اُٹھکھیلیون کی چال پر
لو تمہارے ہاتھ سے بھی دل گیا

دم جو نکلا خانۂ تن پھر کہان
خاک مین سارا گھروندا مل گیا

لوٹ ہین غنچے بھی اُنپر مثلِ دل
مُسکرا کر جس کو دیکھا کھل گیا

ہاے کیا لذت بھری تھی تیغِ ناز
زخم روتے ہین کدھر قاتل گیا

تم جو آے مجھپہ کیا احسان ہے
دل ملا تم کو مجھے کیا؟ مل گیا

واہ رے غفلت نہ چونکا گور تک
سوتے پاؤن سے مین تا منزل گیا

ہے مثلِ تل اوٹ ہوتا ہے پہاڑ
آنکھ باہم ملتے ہی دِل مل گیا

لُٹ کے آیا کوچۂ محبوب سے
ہاے مین کیون ساتھ لیکر دل گیا

اے جلیل آنسو بہاے تمنے کیون
اُن کو ہنسنے کا بہانہ مل گیا

دل کے لینے پر جو مائل وہ ستمگر ہو گیا
ناز دلجو عشوہ دلکش غمزہ دلبر ہو گیا

خوش ہوا ایسا کہ مین آپے سے باہر ہو گیا
یار کا ملنا نہ ملنا سب برابر ہو گیا

ہاے مارے ڈالتی ہے روٹھ جانے کی اَدا
تھا یوہین وہ شوخ قاتل کھچکے خنجر ہو گیا

کِسطرح دیکھون تمھین جب یہ بھی آگے سے ہٹے
آئنہ کمبخت تو چھاتی کا پتھر ہو گیا

حسن والون کے بگڑنے پر تصدق سو بناو
پڑ گیا جو پیچ گیسو مین وہ گھونگھر ہو گیا

اک ادا کی چال پر کٹ جاتے ہین لاکھون گلے
یہ چھری جب سے چلی بیکار خنجر ہو گیا

دل سے نکلے جتنے نالے خوش قدون کی یاد مین
سرو کوئی بنگیا کوئی صنوبر ہو گیا

تیغ و خنجر بھی ہین منت کشِ دستِ قاتل
کام اِنکا بھی اُنھین ہاتھون سے چلتے دیکھا

اے فلک سوئے وہ پہلو مین عدو کے جبدن
کبھی اُس دن تجھے کروٹ نہ بدلتے دیکھا

کبھی مجھ پر وہ نگاہین ہین کبھی دشمن پر
جب سے جادو یہ نہین روز انھین چلتے دیکھا

چٹکیون مین وہ مرے دل کو دبا کر بولے
دل ہی ڈالونگا تجھے پھر جو مچلتے دیکھا

تیر ناوک نہ سہی حسرتِ ناوک ہو گی
کچھ تو تھا جسکو کلیجے سے نکلتے دیکھا

صرف اُس لطف مین جانیکی تڑپ بھی دل کو
پھر مچلتے کبھی دیکھا نہ اُچھلتے دیکھا

اُنھین بجلی کا تڑپنا تو پسند آتا ہے
کبھی آ کر مجھے کروٹ نہ بدلتے دیکھا

کبھی تو لاکھ خوشامد پہ نہین دل راضی
کبھی اِک جھوٹے ہی وعدے پہ بہلتے دیکھا

رنگ لایا کہین مہندی کہین لالہ ہو کر
خون عاشق کا ہر اِک طرح اُچھلتے دیکھا

اُس طرف خنجرِ بُران ادھر ارمان میرا
آج ان دونون کو اِک ساتھ نکلتے دیکھا

حشر گھبرا کے اُٹھا پاؤن کی آہٹ جو سُنی
فتنے دوڑے جو انھین گھر سے نکلتے دیکھا

کیا ستائیگا وہ اِس دل پہ کسی کے دل کو
جسکو اِک آہ کی بجلی سے دہلتے دیکھا

غیر کا کام ترا نام گریبان میرا
جسکو دیکھا ترے ہاتھون سے نکلتے دیکھا

آج ہین زخم تو کل داغ بدن پر ہین جلیل
تم کو بھی نت نئی پوشاک بدلتے دیکھا

غنچۂ خاطر خوشی سے کھل گیا
آپ کیا آئے خزانہ مل گیا

حسرتِ دیدار مین لےاِن دل گیا
خون ہو کر آنسوؤن مین مل گیا

دیکھنا اُس شمع رو کو بزم مین
دشمنون سے کس طرح گھُل مل گیا

ڈر گیا ہے جی کچھ ایسا ہجر سے
تم جو پہلو سے اُٹھے دل ہل گیا

پاتے ہین جو مجکو جی سے بیزار
ہون ایک سے سب حسین کیونکر
پہلے تو تھے محوِ دید موئے
سمجھے تھے نہ ہم کہ تم پہ مرنا
شوخی مضمون کی بے اُڑکی ہے
کھینچین جو وہ تیر دل بھی دے ساتھ
نالے بلبل کے تھے کہ چھُریان
اُٹھنے نہ دیا کسی کے در سے
پھولون سے کہو کہ رُتی ہے اوس

کہتے ہین مزہ ہے عاشقی کا
ہے رنگ جُدا، کلی، کلی کا
اب لیتے مزہ ہین بیخودی کا
ہوجاے گا روگ زندگی کا
عالم ہے شعر مین پری کا
حق کچھ تو ادا ہو دوستی کا
دل ٹکڑے ہوا کلی، کلی کا
احسان ہے مجھ پہ لاغری کا
اب اس سے مزہ نہین ہنسی کا

کہتے تھے نہ ہم جلیل تم سے
انجام بُرا ہے دل لگی کا

دلِ پُرداغ کو زلفون سے نکلتے دیکھا
داغ کو جلتے ہوے اشک کو ڈھلتے دیکھا
دل مین آبیٹھے تو پھر اُن کو نہ ٹلتے دیکھا
فلکِ پیر کو نیرنگ کہان سے آیا
تیری محفل مین بھی عالم ہے رخِ عاشق کا
ٹھہرے ہونگے دلِ اغیار ترے ہاتھون سے
نہین معلوم بدلنے پہ ہے قسمت کسکی
ڈھلکے شانے سے دوپٹا جو رُکا سینے پر

ہم نے ان کالون کو طاؤس اُگلتے دیکھا
زخمِ دل ایک تجھے پھولتے پھلتے دیکھا
ہان جو دیکھا بھی تو جی نے کے نکلتے دیکھا
کہین تم کو تو نہین آنکھ بدلتے دیکھا
ایک دم مین اسے سو رنگ بدلتے دیکھا
ہمنے تو ان کو کلیجا ہی مسلتے دیکھا
آج بے وقت اُنھین پوشاک بدلتے دیکھا
بولے وہ مجھ سے کہ گرتے کو سنبھلتے دیکھا

ہے آنکھ مین رہتی تیری تصویر
اچھا ہے جواب آرسی کا

کچھ بول کے اُسنے باغ مین آج
مُنہ بند کیا کلی کلی کا

بدنام ہون چوری کا لگے داغ
کچھ ہو ملجاے دل کسی کا

مُنہ پھیر کے یون چلی جوانی
یاد آگیا روٹھنا کسی کا

کیا ہے سیر مین تکون مُنہ اُن کا
اور مُنہ دیکھین وہ آرسی کا

غنچون کو صبا نے گدگدایا
دشوار ہے ضبط اب ہنسی کا

دیکھو نہ جلیل کو مٹاؤ
مٹ جاے گا نام عاشقی کا

مجکو تو مرض ہے بے خودی کا
زاہد کو گمان ہے میکشی کا

ہر رنگ ہے تیرے آگے پھیکا
مہتاب ہے پھول چاندنی کا

چل جاے گا کام کچھ کسی کا
مُنہ مڑ نہ گیا اگر چھری کا

ہر وقت ہین موت کی دعائین
اللہ رے لطف زندگی کا

آئینہ بنا رہے ہو دل کو
دل ٹوٹ نہ جاے آرسی کا

ہم کہتے تھے جوڑے مین نہین پھول
آخر نکلا وہ دل کسی کا

کہیے ابھی اک ادا پہ کٹ جائین
دم دیکھتے تھے فقط چھری کا

مٹتی نہین دشمنی کسی کی
رنگ آہین ہے میری دوستی کا

بوسے کو جگہ ملی لبون پر
اب رنگ جمے گا کیا مسی کا

پیارے پیارے تھے پھول سے ہونٹھ
دھبا یہ بُرا لگا مسی کا

اٹھلا اٹھلا کے اُن کو چلنا
مٹ جاے بلا سے دل کسی کا

لکھا ہے نخلِ تمنا کی پتّی پتّی پر
یہ وہ نہال ہے جس مین ثمر نہین آتا

شرابِ عشق کی مستی عجیب مستی ہے
گیا جو ہوش تو پھر عمر بھر نہین آتا

نقاب پھونک کے کہتی ہی اُسکی برقِ جمال
نظر کرے کوئی اِتنا نظر نہین آتا

اثر کو نالۂ موزون ترانہ کیون ترسے
کہ سروِ باغ مین بلبل ثمر نہین آتا

ہزار نکتۂ باریک تر زمو اینجاست
جلیل شعر کا فن عمر بھر نہین آتا

اب شغل نہین ہے میکشی کا
اب لطف نہین ہے زندگی کا

یہ رنگ گلاب کی کلی کا
نقشہ ہے کسی کی کمسنی کا

کیا شکوہ کرون مین بیخودی کا
ہوتا نہین کوئی بھی کسی کا

شاکی نہین اِس لحاظ سے وہ
مُنہ چوم نہ لے گلہ کسی کا

مُنہ دھونے مین کس نے دانت دیکھے
ہے موتی محل گھر آرسی کا

برہم نہ ہو سُن کے دل کی قیمت
سودا ہے یہ ہنسی خوشی کا

ہے سُرخیِ پان عیان گلے سے
جلوہ ہے یہ شیشے مین پی کا

مجھ سے وہ خفا ہین اس سے خوش ہین
کیا مرتبہ ہے میری بیکسی کا

وہ دل کی جگہ لگائین برچھی
پہلو نکلے تو دل لگی کا

ہے چار طرف خدا کا جلوہ
پردہ تو کہین اُٹھے خودی کا

ہم مرتے ہین ناصحا تجھے کیا
مختار ہر اِک ہے اپنے جی کا

بلبل کی بہار مین نہ پوچھو
مُنہ چومتی ہے کلی کلی کا

مُنہ یار کا دیکھتی ہے ہر صبح
اللہ رے نصیب آرسی کا

چہرے پہ نہ غازہ ہے نہ بالون پہ ہے افشان
یہ جھگڑے بھرا اُن کو سنورنا نہین آتا

آنکھون مین سما جائین وہ دل مین اُتر آئین
کوٹھے سے جلیل اُن کو اُترنا نہین آتا

فغان مین درد، دعا مین اثر نہین آتا
جو تم نہین ہو تو کوئی اِدھر نہین آتا

سُنا ہے جب سے کہ خوابِ عدو مین تم آئے
قرار دل کو مرے رات بھر نہین آتا

چمن مین روتی ہے شبنم تو پھول ہنستے ہین
تجھے تو یہ بھی مری چشمِ تر نہین آتا

یہ کیا ہے آج جو سینے مین دل اُچھلتا ہے
جوابِ خط تو لیے نامہ بر نہین آتا

تری نگاہ کو جب دیکھتا ہون کہتا ہون
کہ میری آہ مین ایسا اثر نہین آتا

کچھ اپنے محوِ تصور کی بھی خبر ہے تمھین
غریب ہوش مین دو دو پہر نہین آتا

تمھے خیال مین جو آے اُس سے کہدینا
مری سمجھ مین تو کچھ نامہ بر نہین آتا

اب آپ شربتِ دیدار اپنا رکھ چھوڑین
مریضِ ہجر تو بچتا نظر نہین آتا

کیا ہزارون کو سیدھا فلک کی گردش نے
مرا نصیب مگر راہ پر نہین آتا

خطابِ قاتلِ عالم کسی طرح مل جاے
وہ قتل کرتے ہین گو قتل گر نہین آتا

تمہارے ہجر نے کچھ ایسی پھوٹ ڈالی ہے
ہمارے نالۂ دل مین اثر نہین آتا

نہ پوچھیے کہ جنون لیگیا کدھر مجکو
اُدھر کہ ہوش جدھر بھول کر نہین آتا

تڑپ دکھائیے کیا اُسکو جو یہ کہتا ہو
مجھے نظر کہین دردِ جگر نہین آتا

شررفشان ہوے نالے تو اور گل پھولا
وہ کہتے ہین کہ ابھی سے اثر نہین آتا

نگاہِ لطف سے محرومِ ضعف نے رکھا
نظر وہ کیسے کرین مین نظر نہین آتا

بتون کے ذکر سے رکتی نہین زبان کمبخت
جبھی تو اپنی دعا مین اثر نہین آتا

کسی کو جلا کر نہ اے شمع خوش ہو | جو کچھ ہو گا وقتِ سحر دیکھ لینا
جو فرصت ملے آئنہ دیکھنے سے | مرا حال بھی اک نظر دیکھ لینا
جو دل بچکے نکلا تو غمزے سے بولے | وہ جاتا ہے او بے خبر دیکھ لینا
تڑپ لاش کی گر یہی قبر مین ہے | تو اک دن سرِ رہگزر دیکھ لینا

ادھر سے رہین تیرِ نظر چلنے والے
جلیل آج اپنا جگر دیکھ لینا

تسکین جو دل کی تمھین کرنا نہین آتا | دل کو بھی مری جان ٹھہرنا نہین آتا
مٹھی مین دبا کر دلِ مضطر کو وہ بولے | ہان اب تو کہے مجکو ٹھہرنا نہین آتا
اک نقش تمھارا ہے کہ وہ دل مین جما ہے | اک تم ہو کہ پہلو مین ٹھہرنا نہین آتا
ڈر ہم کو ہے بدنام نہ دشمن ہون تمھارے | تم کہتے ہو عشاق کو مرنا نہین آتا
مہندی کی جگہ ملتے ہین خونِ دلِ عشاق | کمسن ہین ابھی انکو سنورنا نہین آتا
دل لے کے مرا مجھ سے ابھی کر گئے انکار | پھر آپ کہین گے کہ مکرنا نہین آتا
کہیے تو ابھی لیلے وہ چٹکی مرے دل مین | ہاتھ اسکو مگر سینے پہ دھرنا نہین آتا
کیا سوچ ہے کیون وصل کا وعدہ نہین کرتے | کیا تم کو زبان دیکے مکرنا نہین آتا
بھر جاتے ہین سب زخمِ سنان و تبر و تیر | اک زخمِ زبان ہے جسے بھرنا نہین آتا
سن لو جو کسی روز تو کھلجاے یہ تم پر | آتا ہے گلہ کہ نالہ مجھے کرنا نہین آتا
چلتے ہو جو کرتے ہوے پامال دلون کو | کیا پاؤن زمین پر تمھین دھرنا نہین آتا
کی موت نہ آنے کی شکایت تو وہ بولے | ہان ایسے ہو بھولے تمھین مرنا نہین آتا
اللہ تری زلف کے سودے سے بچائے | وہ جن ہے جسے چڑھ کے اترنا نہین آتا

خون جو میرا کیا یہ کچھ نہین
کہتے ہین کیون خون کا دعوی کیا

اِس اَدا سے وہ چلے مستانہ چال
سایہ گھڑیون خاک پر لوٹا کیا

وہ ہوے رو پوش تو اُنکا خیال
خواب بنکر آنکھ مین آیا کیا

دل دیا جسکو اُسی پر جان دی
کام جو ہم نے کیا پورا کیا

مجھ سے چھپ کر میرے گھر مہمان ہوے
دل مین آکر آنکھ سے پردا کیا

دل کہان ہے ؟ واہ یہ اچھی کہی
لے گے دل پھر تم نے اچھا کیا

دیکھکر اُن کو یہ دن دیکھا جلیل
ہاے شوقِ دید نے اندھا کیا

مرے جذبِ دل کا اثر دیکھ لینا
تم آؤ گے تھامے جگر دیکھ لینا

قیامت ہے اُنکا اِدھر دیکھ لینا
کرینگے یوہین دل مین گھر دیکھ لینا

بُرا کیا ہے باندھو اگر تیغ و خنجر
مگر پہلے اَپنی کمر دیکھ لینا

وہ دیکھا کہ دشمن بھی یارب نہ دیکھے
غضب تھا اُسے اِک نظر دیکھ لینا

نشانہ بناؤ گے تم کیا عدو کو
ہمین ہونگے مدِ نظر دیکھ لینا

ملے ایک دن بھی اگر تم عدو سے
ملین گے نہ ہم عمر بھر دیکھ لینا

دکھانا مرا نامۂ شوق قاصد
مگر پہلے اُن کی نظر دیکھ لینا

ابھی ہے تڑپنے کا ارمان باقی
ذرا پھر ادا سے اِدھر دیکھ لینا

اُنھین تن کے سینے کا عالم دکھانا
مجھے ڈر ہے اُن کی کمر دیکھ لینا

مزے لین گے ہم دیکھکر تیری آنکھین
اُنھین خوب تو نامہ بر دیکھ لینا

عبادت کہو۔ دل کی تسکین سمجھو
شبیہ اُس کی شام و سحر دیکھ لینا

وہ عدو کو رات بھر گھورا کئے | مین فلک کو صبح تک دیکھا کیا
کیا سدھایا ہی کسی نے دل کو بھی | جب اشارہ کر دیا لوٹا کیا
ہاے وہ کہنا کسی کا قبر پر | اللہ اللہ تم نے بھی پردا کیا
شکر ہے بیکس نہو کر ہم رہے | درد جب اُٹھا تو غش آیا کیا
میرے مرنے پر ابھی ہنستے تو ہو | پھر کہو گے چار مین رسوا کیا
کہدو تصویر خیالی بھی چھپے | لطف کیا تم نے اگر پردا کیا
دیکھے سر بوسے لئے تلوار کے | جان اپنی بیچ کر سودا کیا
جاؤ بھی گردن نہ میری کٹ سکی | مفت اپنا ہاتھ بھی جھوٹا کیا
کھینچکر پہلو مین بوسے لے لیا | اُن کا وعدہ مین نے خود پورا کیا

ہاے دیکھا سوے غیر اُسنے جلیل
اور تُو اے سخت جان دیکھا کیا

حق نے پیدا ہی تجھے ایسا کیا | جس نے دیکھا تجکو بس دیکھا کیا
کیا بتائین دل لگا کر کیا کیا | آہ کی، فریاد کی، نالا کیا
ملنے مین عذر نئے کئے حیلا کیا | پھر یہ کہتے ہو کہ مین نے کیا کیا
اُسکو یادِ غیر مجکو رشکِ غیر | وہ اُدھر اور مین اِدھر تڑپا کیا
دھیان مین حورون کے محو تھے ابھی | تو تو زاہد بے پئے لوٹا کیا
چھوڑ دون کمبخت آئینے کی آنکھ | سامنے میرے کسے تجھے گھورا کیا
دل سے میلا لگ گیا بازار مین | جو حسین گزرا کھڑا دیکھا کیا
غیر شاکی ہو تو ہو وہ غیر ہے | تم نے کس دل سے مرا شکوا کیا

کیا کیجیے غم اپنا بیان ہو نہین سکتا
چُپ ہو رہون یہ بھی مری جان ہو نہین سکتا

فرما گئے وہ دیکھ کے مجھے داغِ جدائی
یہ پھول کبھی نذرِ خزان ہو نہین سکتا

شمشیر بکف وہ ہین تو مین نالہ بلب ہون
اب رحم وہان، ضبط یہان ہو نہین سکتا

مجکو تو یقین ہے کہ چھپے گا نہ مرا خون
قاتل کو گمان ہے کہ گمان ہو نہین سکتا

ہے خشک گلا اشک مرے لیکے چھڑک لو
یون خنجرِ بیداد روان ہو نہین سکتا

تاثیر ہے روح فزا دیکھ لی اے شیخ
ابتو یہ کہو پیر، جوان ہو نہین سکتا

حق یہ ہے کہ دیدار کو درکار ہین آنکھین
ہونے کو ترا جلوہ کہان ہو نہین سکتا

تدبیر سے فطرت کا بدلنا نہین ممکن
وہ آفتِ جان راحتِ جان ہو نہین سکتا

زاہد سے کہو خدمتِ مے چاہیے برسون
دو دن مین کوئی پیرِ مغان ہو نہین سکتا

وہ چال چلے تم کہ گلے کٹ گئے لاکھون
اِس ناز سے خنجر بھی روان ہو نہین سکتا

در پردہ گری برقِ نظر خرمنِ جان پر
وہ آگ لگی جس مین دُھوان ہو نہین سکتا

کیا عشق بتان مین ہین جلیل آپ ہی نالان
ناقوس سے بھی ضبطِ فغان ہو نہین سکتا

مجکو بدنام آپ کو رُسوا کیا
دل کی بیتابی نے جو چاہا کیا

حُسن نے ہر عیب کا پردا کیا
آپنے جو کچھ کیا اچھا کیا

یاد اب تک ہے اُنھین میری فنا
کہتے ہین افسوس مین نے کیا کیا

میری وحشت بھی تماشا ہو گئی
جو اِدھر گزرا کھڑا دیکھا کیا

چال قاتل کی قیامت کر گئی
مین اِدھر خنجر اُدھر تڑپا کیا

ہان نہ کی تسکین نہ کی پروا نہ کی
چال کی غمزے کئے نقرا کیا

درد کا ہے مزہ محبت مین
اے قمر داغ کیا ہوا نہ ہوا

جان لینے کو تھی ادا کیا کم
مین تو منت کشِ قضا نہ ہوا

منہ دوا کا نہ درد نے دیکھا
داغ مرہم سے آشنا نہ ہوا

اور سب بیڑیان تو مر کے کٹین
قطعِ الفت کا سلسلا نہ ہوا

ہاتھ تک جوڑنا پڑے ہم کو
دل کے ہاتھون جلیل کیا نہ ہوا

خط چاند سے چہرے پہ عیان ہو نہین سکتا
شعلے سے لپٹ جائے دھوان ہو نہین سکتا

رکنے سے رکین اشکِ روان ہو نہین سکتا
آنکھون سے مرا راز نہان ہو نہین سکتا

یارب کچھ اِس انداز سے نالان ہو مرا دل
وہ بھی یہ کہین ضبطِ فغان ہو نہین سکتا

میرے دلِ صد چاک مین تم کیون نہین رہتے
ایسا تو ہوا دار مکان ہو نہین سکتا

ہونے دو اگر ضعف سے آنکھون مین سُبک ہون
خوش ہو نہین کسی دل پہ گران ہو نہین سکتا

ملجائے گا اُس زلف سے جب حد سے بڑھے گا
برباد تو آہون کا دھوان ہو نہین سکتا

بو الفتِ گیسو کی جو چھوٹی تو خطا کیا
تم جانتے ہو مشک نہان ہو نہین سکتا

جب وصل کی درخواست پہ کرتے ہین وہ انکار
قسمت بھی یہ کہتی ہے کہ ہان ہو نہین سکتا

تصویر تری آنکھ سے کیا جائے نکل کر
نازک ہے بہت نقلِ مکان ہو نہین سکتا

اِس آگ کو درکار ہے تلوار کا پانی
رونے سے تو کم سوزِ نہان ہو نہین سکتا

تم دیکھ لو خود ہاتھ مرے سینے پہ رکھکر
حالِ دلِ بیتاب بیان ہو نہین سکتا

کہتا ہے جلیل اب تو یہ اندازِ خموشی
حال آپ کا محتاجِ بیان ہو نہین سکتا

دل سے صبر و قرار سب بھاگے
مگر اک داغِ دل جدا نہ ہوا

دب گئے قد سے تیرے سب فتنے
حشر بھی آج تک بپا نہ ہوا

نہ جلایا نہ مار ہی ڈالا
کوئی وعدہ ترا وفا نہ ہوا

پاؤں پھیلا کے بخت یون سوتے
ہائے نالہ مرا رسا نہ ہوا

تجکو نفرت ہے شیشے سے واعظ
مجکو حسرت ہے دل مرا نہ ہوا

آج ہی آ جو تجکو آنا ہے
کل خدا جانے مین ہوا نہ ہوا

ہم ترستے نہ پھول کی بو کو
تجھ سے اتنا بھی اے صبا نہ ہوا

اب تو صورت بھی اُس کی یاد نہین
دل کو بچھڑے ہوئے زمانہ ہوا

دل مرا بھی مرا ہوا نہ **جلیل**
آشنا ہو کے آشنا نہ ہوا

بیوفا یار باوفا نہ ہوا
دل ہوا دل کا مدعا نہ ہوا

زلف کا عمر بھر رہا سودا
مثلِ سایہ کبھی جدا نہ ہوا

نہ کھچی تھی ابھی کمان اُنکی
بولے تیور وہ دل نشانہ ہوا

کہتے ہین پھر رچے گی کیا مہندی
گر کبھی خونِ مدعا نہ ہوا

غم دیا تم نے داغِ ہجر دیا
سچ ہے کیا کیا مجھے عطا نہ ہوا

اتنی اے دودِ آہ کوتاہی
بڑھ کے تو گیسوِ رسا نہ ہوا

بولے جھنجلا کے جب گلا نہ کیا
اک مصیبت ہوئی گلا نہ ہوا

اور تھوڑی سی ہمت اے ساقی
ایک ساغر سے کچھ بھلا نہ ہوا

نہ ملا یارِ سرو قد افسوس
شجرِ آرزو ہرا نہ ہوا

یارب قبولِ عام ملے اِس کلام کو
دل کی جگہ بغل مین ہو دیوان جلیل کا

جمے یہ دل مین الٰہی خیال احمدؐ کا
کہ روز خواب مین دیکھون جمال احمدؐ کا

تڑپ رہا ہون اِسی آرزو مین برسون سے
خدا دکھائے مزار اسکے سال احمدؐ کا

کیا ہے کس نے اشارے سے چاند دو ٹکڑے
کہو فلک سے کہ دیکھے کمال احمدؐ کا

خدا نے بخشدی اُمت کو نعمتِ دارین
گیا نہ ایک بھی خالی سوال احمدؐ کا

فلک ہے درپئے ایذا خبر نہین اِس کی
کہ ہے غلام یہ آشفتہ حال احمدؐ کا

جو لوگ شوقِ زیارت مین جان دیتے ہین
نصیب اُنھین ہے ہمیشہ وصال احمدؐ کا

فراق مین یہی صورت ہے اک تسلی کی
زبان پہ نام ہو دل مین خیال احمدؐ کا

اُسی کے واسطے محشر مین سرفرازی ہے
زہے نصیب جو ہو پائمال احمدؐ کا

کلیم طور پہ جانے کی کیون کرین تکلیف
کہو کہ دیکھ لین آکر جمال احمدؐ کا

اِدھر اُدھر نہ بھٹکتا پھرون قیامت مین
اُٹھون تو ساتھ ہو یا ذوالجلال احمدؐ کا

خدا وہ روزِ مبارک تجھے دکھائے جلیل
کہ آئے قاصدِ فرخندہ فال احمدؐ کا

ناوک اُس کا کبھی خطا نہ ہوا
طائرِ سدرہ تک نشانہ ہوا

کوئی دونون مین بے وفا نہ ہوا
دل سے غم غم سے دل جدا نہ ہوا

تیرے قدمون سے کیون جدا رہتا
ہائے پامال دل حنا نہ ہوا

اُڑگیا رنگِ رُخ بھی ہوش کے ساتھ
سچ تو یہ ہے کوئی مرا نہ ہوا

بات کرتے جو کاٹ ڈالو گے
بات گویا ہوئی، گلا نہ ہوا

ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا
جسنے دُرِ سخن سے بھرا مُنہ جلیل کا

یارب بتون کو کعبۂ دل سے نکال دے
صدقہ نبیؐ کا واسطہ اپنے خلیل کا

آنکھین جو تونے دی ہین تو اِتنا کرم ہو اور
محوِ جمال کر دے رسُولِ جمیل کا

خود فرشِ خاک پر ہے نظر عرشِ پاک پر
اللہ رے حوصلہ ترے عبدِ ذلیل کا

پیاسا کسی کے شربتِ دیدار کا ہون مین
چھینٹا نہ دے بہشت مجھے سلسبیل کا

اللہ تک پہونچ کا ذریعہ یقین ہے
حجت کو دخل ہے نہ گزر ہے دلیل کا

بُت چاہتے ہین کعبۂ دل کو کرین خراب
قصہ سُنا نہین مگر اصحابِ فیل کا

کسکی مجال ہے ترے اوصاف لکھ سکے
یان ہے قلم شکستہ پرِ جبرئیلؑ کا

راہِ طلب مین خار کوئی تشنہ رہ نہ جائے
ہان آبلو تو اب ہے رکھنا سبیل کا

ہرہر کے آہوانِ حرم رہتے ہین دُھن مین
پھندا گلے مین ہے کسی چشمِ کحیل کا

(فہرست تمام شد)

نمبر شمار	مطلع		صفحہ
۱۷۱	کرون مین ضبط یہ اے غمگسار کیونکر ہو	وہ شوخ دل مین ہے دل کو قرار کیونکر ہو	۱۶۳
۱۷۲	ہمین الزام دیتے ہو کہ ہم پر کیون فدا تم ہو	ہماری آنکھ سے دیکھو تو ہو معلوم کیا تم ہو	۱۶۳
۱۷۳	ستم سے بھی کہین کر دے نہ محروم آسمان مجکو	کہون مین کیون کہ دیتا ہے فرہ درد نہان مجکو	۱۶۴
۱۷۴	ادھر صیاد کا کھٹکا ادھر فکر خزان مجکو	ملے گلشن مین رہنے کو نہ دو آشیان مجکو	۱۶۵
۱۷۵	بوسے مے پاکے مین جاتا ہوا میخانے کو	اک پری تھی کہ لگا لے گئی دیوانے کو	۱۶۶
۱۷۶	لے گیا جوش جنون کون سے ویرانے کو	ہوش بھی ڈھونڈ رہے ہین ترے دیوانے کو	۱۶۷

ردیف ہ

نمبر شمار	مطلع		صفحہ
۱۷۷	واہ کیا حسن ہے کیا شان ہے اللہ اللہ	دل تو کیا جان بھی قربان ہے اللہ اللہ	۱۶۸
۱۷۸	انگڑائیان وہ لیتے ہین کس ادا کے ساتھ	اچھا سلوک کرتے ہین شرم و حیا کے ساتھ	۱۶۹
۱۷۹	آنچل وہ منہ پہ ڈال کے چلنا ادا کے ساتھ	سایے کو دیکھ کر وہ جھجکنا حیا کے ساتھ	۱۷۰

ردیف ی

نمبر شمار	مطلع		صفحہ
۱۸۰	ہم اپنا آپ کا پاتے تو آتے اپنی آنکھون سے	گھر اشکون کے روضے پر چڑھ جاتے اپنی آنکھون سے	۱۷۱
۱۸۱	ہاے پھر آج مدینے کی فضا یاد آئی	حالت ایسی ہوئی دل کی کہ قضا یاد آئی	۱۷۲
۱۸۲	مے عشق محمدؐ کی مرے دل مین بھری ہے	اتری ہوئی اس شیشۂ نازک مین پری ہے	۱۷۲
۱۸۳	سوز دل کی مجھے ملجائے دوا تھوڑی سی	یا نبیؐ دیجیے دامن کی ہوا تھوڑی سی	۱۷۳
۱۸۴	مجھے درد دل کی دوا چاہیے	غبار رہ مصطفےٰ چاہیے	۱۷۴

ردیف و

نمبر شمار	مطلع	مطلع	صفحہ
۳۱	آنکھیں دکھا کے اور ہی عالم دکھا گیا	اک مست مجکو اپنا پیالہ پلا گیا	۳۰
۳۲	زیبا یہ نہ تھا تمکو دل لے کے دغا کرنا	ان ہونٹون سے کیا کہنا ان ہاتھون نے کیا کرنا	۳۱
۳۳	پردہ نہ تھا وہ صرف نظر کا قصور تھا	دیکھا تو ذرے ذرے مین اُس کا ظہور تھا	۳۲
۳۴	برقِ نگاہِ یار؟ یہ کیسا ظہور تھا	دیکھا تو ڈھیر سرمے کا دم بھر مین طور تھا	۳۳
۳۵	مرا راز اے زبان افشانہ کرنا	مجھے سچ بول کر جھوٹا نہ کرنا	۳۴
۳۶	نادان تھے وہ شباب نے ہُشیار کردیا	فتنے کو خواب ناز سے بیدار کردیا	۳۵
۳۷	دردِ دل کہہ کے انفعال ہوا	کچھ اُسے کچھ مجھے ملال ہوا	۳۶
۳۸	چھری میرے گلے پر پھیر دو کیا ہو نہین سکتا	اب ایسے تم ہو نازک تم سے اتنا ہو نہین سکتا	۳۷
۳۹	مزہ ہوتا مرا نالہ جو آتشبار ہو جاتا	کسی کا دل جلانا پھر تمھین دشوار ہو جاتا	۳۸
۴۰	مگر نا قتل سے میرے تمھین دشوار ہو جاتا	لب زخم جگر جب دم لب اظہار ہو جاتا	۳۹
۴۱	ترا کہا جو دلِ ناصبور مین نے کیا	بڑی خطا ہوئی مجھ سے قصور مین نے کیا	۴۰
۴۲	عشق اب میری جان ہے گویا	جان اب میہمان ہے گویا	۴۱
۴۳	دل کسی بات سے نہ باہر تھا	آپ آتے تو آپ کا گھر تھا	۴۲
۴۴	جب ترے عشق کا پھندا مری گردن مین رہا	پھر برابر ہے قفس مین کہ نشیمن مین رہا	۴۴
۴۵	دلستانی کا ٹھکانا تری چتون مین رہا	نوجوانی کا خزانہ ترے جوبن مین رہا	۴۵
۴۶	دستِ نازک سے وہان خنجر نکل کر رہ گیا	آج مشتاقِ شہادت ہاتھ مل کر رہ گیا	۴۶
۴۷	غم نہین قاتل ترا خنجر جو چل کر رہ گیا	مرنے والون کا قلق سے دم نکل کر رہ گیا	۴۷
۴۸	تو جو میری لاش پر سایہ فگن ہو جائیگا	اے مرے قاتل وہی میرا کفن ہو جائیگا	۴۸

فہرست غزلیات

ردیفِ الف

از پاے تخت آصفِ نام آورِ دکن
مضمون بدست فکرتِ اہلِ سخن رسید

شکرِ خدا ہرانچہ دلم خواست یکبیک
درلحظۂ خوش از کرمِ ذو المنن رسید

بالیدم و بجامہ نگنجید از سرور
چون این خبر بگوشِ خبر خوبے من رسید

کلکِ ولاؔ نوشت بتاریخ انطباع
جانِ سخن بقالبِ طبعِ دکن رسید
۱۳۲۸ھ

ولہ

جس روز چھپا ہوا وہ مطبوعِ جہان
دیوانِ سخنورِ جلیلِ ذیشان

کیا خوب کہی ولاؔ نے اسکی تاریخ
سلطانِ قلمرو سخن کا دیوان
۱۳۲۸ھ

جناب سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری تلمیذِ مصنف

سکۂ رائج ہے ان کا ہر کلام
کیون نہون مقبول عالم مین جلیل

دیکھ کر اُن کے کلامِ نغز کو
چشمِ بداندیش ہوتی ہے علیل

چست بندش اُنکے ہر مضمون کی
لیکے چٹکی ڈالتی ہو دل مین نیل

جسکی مدت سے تمناسب کو تھی
چھپ گیا اب وہ کلامِ بے عدیل

فکر ہے تاریخ کی ہادیؔ اگر
کہہ۔ لسان الغیب دیوانِ جلیل
۱۳۲۸ھ

شد سرِ اعدا قلم نبوشتم این تاریخِ طبع　　　حبذا مطبوع دیوانِ جلیلِ بار شد

۲۹ ۱۳ ھ

شمس العلما خان بہادر جناب نواب عزیز جنگ بہادر ولا مؤلف آصف اللغات

تلمیذِ فصیح الملک داغِ دہلوی

بُشریٰ لِاَرْبابِ النُّھیٰ اقدِ انطبع　　　ھٰذا الکلامُ المعتلی المدوّن

ما احسنَ التالیفَ فی ثنائہٖ　　　نطقُ الوریٰ عند البیانِ الکَن

اشعارہٗ سمطٌ من الجواھرِ　　　فیھا المعانی المنجلی مخزّن

قال لو لا تاریخہٗ بدا ھۃٌ　　　نظمٌ بدیعٌ للجلیلِ احسن

۱۰ ۱۳ ھ

ولہٗ

قد اشاعَ الجلیلُ الاجلُّ الشہیرُ الکتابَ المسمّیٰ بتاجِ سخن

ھٰذا احلی الکلام لاھلِ اللسان　و شئٌ بدیعٌ لاھلِ الوطن

ما رأینا الکلام العلی مثل ھذا الفصیح البلیغ الجلی فی الزمن

حیثُ قال لو لا ما تاریخہٗ　　　ان نظم الاجل الجلیلِ حسن

۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

نظمِ جلیل چاپ شد از لطفِ کردگار　　　این مژدہ ہمچو روح روانے متن رسید

از حسنِ سعی اخترِ دمینِ خجستہ بخت　　　انجامِ کارِ طبع بوجہِ حسن رسید

آن داستانِ بلبل و گل باز تازہ شد　　　تا نکہتش بدستِ صبا در چمن رسید

جلیل کشور اشعار کے جو سلطان ہین | تو نام آپ کے دیوان کا ہے تاجِ سخن
سُنا رہا ہے وجاہت یہ مصرعِ تاریخ | جلیل آپ کو اب سج گیا ہے تاجِ سخن
۱۳ ھ ۲۸

جناب منشی عبدالوحید صاحب وحید برادر زادہ مصنّف

چھپا وہ سخن دلکش و آبدار | کہ ہے نقطہ نقطہ دُرِ شاہوار
وحیدِ اسکی تاریخ مین نے کہی | یہ اچھا ہے دیوان باغ وبہار
۲۸ ۱۳ ھ

جناب سید محمد عسکری صاحب وسیم برادر جناب ریاض تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شکرِ خدا جلیل کا دیوان چھپ گیا | جسکا ہے لفظ لفظ ہمارے لئے دلیل
ہر نقطہ ایک بوند شراب طہور کی ۔ | ہر سطر موجِ چشمۂ تسنیم وسلسبیل
دیوان کیا ہے معجزہ ہے اُسکی فکر کا | جو کعبۂ سخن کا ہے اے دوستو خلیل
وہ نائب امیر وہ سر تاجِ شاعران | شاہِ دکن نے جسکو دیا رتبۂ جلیل
تاریخِ طبع تاجِ سخن کی جو فکر ہے | کہدو وسیم ۔ تاجِ سخن لائقِ جلیل
ھ ۱۳ ۲۸

جناب نواب سید عمر خان صاحب وفا خلف نواب قوالدلہ بہادر تلمیذ مصنّف

کلامِ استادِ من چو شد طبع | بر اربابِ معنی گشت محبوب
وفا چون فکر کردم از پے سال | بگفتا ہاتفم ۔ دیوانِ مرغوب
۱۳ ۱۹ ف الہی

ولہٗ

دیدہ ہائے ما چہ روشن شد ز دیدارش وفا | طبع چون تازہ کلام خوشتر و زیبا بشد

جناب محمد داؤد علیخان صاحب واقف تلمیذ مصنف

اُستادِ سخن برنگِ خاقانی گفت | ہر شعر جو دُر و ے بادِ کنعانی گفت
شد تاجِ سخن چو طبع واقف ہاتف | سالش سخنِ ادیبِ لاثانی گفت

۱۹ ۱۲ ف الہٰی

ولہٗ

ایک عالم ہے آج متوالا | اُف رے کیفیتِ شرابِ سخن
کیا چمکتی ہوئی ہے یہ تاریخ | ابھی نکلا ہے آفتابِ سخن

ولہ

یہ تاجِ سخن ہے کہ جانِ سخن | بلندی میں ہے آسمانِ سخن
لکھو اسکی تاریخ واقف یہ تم | یہی ہے گلِ بوستانِ سخن

۱۹ ۱۳ ف الہٰی

جناب منشی سید وجاہت حسین صاحب وجاہت جھنجھانوی ایڈیٹر اصلاحِ سخن تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

جلیل استادِ سخن ہو گئے مبارک ہو | عجیب ٹھاٹھ سے سر پر سجا ہے تاجِ سخن
بڑے ہی دام ہیں بے شک بڑی ہی قیمت ہے | کچھ اسکا مول نہیں بے بہا ہے تاجِ سخن
جواہرات بھی ہیں ماند سامنے اسکے | خدا گواہ عجب پُر ضیا ہے تاجِ سخن
جو دیکھتا ہے وہ خوش ہو کے دل سے کہتا ہے | سرِ جلیل پہ اچھا پھبا ہے تاجِ سخن
وہ سر جلیل ہے جسکے لئے بنا ہے یہ | یہی سبب ہے کہ اتنا بڑا ہے تاجِ سخن
بہت دنوں سے بہت لوگ اسکے خواہاں تھے | بڑی ہی آرزوؤں سے چھپا ہے تاجِ سخن
ملا ہے تاجور ایسا اسے جلیل القدر | جو فخر و ناز کرے سب بجا ہے تاجِ سخن

یان شاہد معنی کی عجب جلوہ گری ہے — جو نظم ہے وہ نازو نزاکت سے بھری ہے
تاریخ ہو اسکی جو نہال آپ کو درکار — لکھد یجیے۔ دیوان نہین شوخ پری ہے

۱۳۱۹ ف الہٰی

جناب مولوی فصیح اللہ صاحب نیر بنارسی

مژدہ باد اے نیر مشتاق شد مطبوع خلق — نظم خوش آغاز نیک انجام دیوان جلیل
بے سرو ہم از پے سال مسیحی کن رقم — در جہان تاج سخن شد نام دیوان جلیل

۱۰ ۱۹ ۶

ولہ

اے خوشا نظم فصاحت آگین — از جلیل آبروے بزم انام
طبع دیوان شد و سالش نیر — گفت۔ تکمیل فلک تبہ کلام

۱۳۲۸ھ

جناب مولوی بخشی عبد الوارث احسان صاحب وارث تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

دیوان چھپا جلیل کا اب — تھا سارا زمانہ جس کا مشتاق
یہ نظم کہین ہے سحر و افسون — یہ نظم کہین ہے علم اشراق
اُستاد جلیل ایک ہی شخص — اک تازہ خیال کہنہ مشاق
اُستاد نہ مانین کیون انھین ہم — علم و فن مین ہین خوب ہی طاق
ہے پاک کلام ان کا بے عیب — اُستاد کا ٹھیک انپہ اطلاق
تخلیق مضامین ان کا حصہ — اللہ۔ جلیل بھی ہین خلاق
تاریخ لکھو تم اس کی وارث — ہے تاج سخن ادیب آفاق

۱۳۲۸ھ

عظمت و شانِ سخن کہتی تھی ہو گا عروج | قرب نظامِ دکن ہے یہ آلِ جلیل
نامی وہ دیوان چھپا جسکی یہ تاریخ ہے | فتنۂ فکرِ جمیل سحرِ حلالِ جلیل

جنابِ منشی نثار احمد صاحب نثارؔ برادر زادہ مصنف

چھپا دیوان ایسا عاشقانہ | تصدق جس پہ ہو گنجینۂ حسن
نثارؔ اچھی کہی تاریخ تم نے | یہ ہے تاجِ سخن آئینۂ حسن

جنابِ منشی محمد عبد الحکیم صاحب انجم رامپوری تلمیذِ مصنف

تھی انجم کو یہ فکر کہ تاریخ کے لئے | مل جائے کوئی مصرعِ تابان جلیل کا
دیوان کو لیکے ایک یہ کہتا نکل گیا | دل کی جگہ بغل مین ہو دیوان جلیل کا

جناب میر مظہر علی صاحب المتخلص بہ نورؔ تلمیذِ مصنف

چھپا جب کلامِ لطیفِ جلیل | ہوے دیکھ کر شاد اہلِ زمن
کہی اسکی تاریخ مین نے یہ نورؔ | پسندِ جہان ہے یہ تاجِ سخن

جناب مولوی نہال احمد صاحب نہالؔ خلفِ مصنف

گفتا من تاجِ سخن با صد ادائے دلبری | تاریخ طبعم کن رقم روشن چو ماہ و مشتری
این مصرعِ مشہورِ خسرو در دلِ من آمدہ | بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ولہٗ

جناب منشی مسعود حسن صاحب مسعودؔ اہلمد مال کلکٹری پرتاب گڈھ برادر زادہ مصنف

یہ دیوان ہے اک شاہد خوش جمال
یہ دیوان ہے اک ماہ اوج کمال
کہی اس کی تاریخ مسعود نے
یہ دیوان ہے کیا بہتر و بے مثال
۲۸ ۱۳ھ

جناب مرزا محمد امراؤ مرزا صاحب ناداںؔ برادر زادہ فصیح الملک داغ دہلوی

چھپا مطبع میں دیوان جلیل اب
بہار آئی پھلا پھولا چمن ہے
بلاغت نے نرالے گل کھلائے
فصاحت شعر کی گویا پھبن ہے
زبان حال سے بندش کی چستی
یہی کہتی ہے مجھ میں بانکپن ہے
اسی سے ہے ہر اک صحبت کی زینت
گل گلزار و شمع انجمن ہے
سنادے پڑھ کے سال طبع ناداں
گل اقبال یہ تاج سخن ہے
۲۸ ۱۳ھ

ولہ

جلیل اب اپنا چھپواتے ہیں دیوان
یہ شہرت لکھنؤ سے تا دکن ہے
یہ لکھدے مصرع تاریخ ناداں
ع- زیر ملک ہے تاج سخن ہے
۲۸ ۱۳ھ

جناب مولوی محمد عبد الغفور خان صاحب نامیؔ تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

شکر خدا چھپ گیا آج وہ تاج سخن
جس میں جواہر ہیں سب جس میں لآل جلیل
ان کی غزل سننے سے وجد کرے آدمی
حال بدل دے جو نظم ہے وہی قال جلیل
شعر و سخن میں کہاں ان کی نظیر آج کل
ہند و دکن میں کہاں آج مثال جلیل

ولہٗ

طبع ہوا ہے کلام شاعرِ بے مثل کا | ہند و دکن مین ہے اب شہرۂ نامِ جلیل
طبع کا اے لمعہ سال مین نے لکھا حسبِ حال | تاجِ سخن بے بہا ہے یہ کلامِ جلیل

ولہٗ

مطبوع ہوئی نظمِ جلیلِ ذی شان | ہین اسکی فصاحت کے مُقرِ اہلِ زبان
تم بھی اے لمعہ بہرِ تاریخ کہو | افصح ہے جلیلِ خوش بیان کا دیوان

جناب مولوی محمد متین الدین صاحب متین مچھلی شہری تلمیذِ فصیح الملک داغ دہلوی

وحید زمان جانشینِ امیر | جنابِ مکرم جلیلِ حسن
ہے کون آپسا شاعرِ باکمال | یہ بے شبہہ ہین ماہرِ علم و فن
کھلائے ہین کیا کیا مضامین کے پھول | یہ دیوان ہے بے خزان اک چمن
جواہر کا ٹکڑا ہے ہر ایک لفظ | تو ہر ایک نقطہ ہے دُرِ عدن
لکھو اے متین اسکی تاریخِ طبع | طلسمِ دل آویز باغِ سخن

جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنوی

با حُسنِ طبع جلوۂ تازہ گرفتہ است | مجموعۂ کلامِ سخن سنج بے عدیل
ہر مصرع اش بحُسنِ مضامینِ نو فرید | ہر شعر او بخوبیِ تمثیل بے مثیل
در ہر غزل تسلسلِ لطفِ بیان ببین | از شرم آب آب شود موجِ سلسبیل
محشر نوشت مصرعِ تاریخ بہرِ طبع | جلوہ طرازِ تاجِ سخن بر سرِ جلیل

چبھتی لفظین تیر و سنان | تیور تیسر چھری چتون
صفحون مین ہین انکے شعر | یا محمل مین لیلیٰ پُرفن
کوثر نے تاریخ لکھی | جانِ سلطان تاجِ سخن

ولہٗ

طبع شدہ دیوانِ جلیل | اک شگفتہ تازہ چمن
خامۂ کوثر کرد رقم | جانِ دو عالم تاجِ سخن

ولہٗ

طبع گردید چون کلامِ جلیل | از دلم دور گشت رنج و ملال
چون بدریاے فکر غوطہ زدم | دُرِ تاجِ سخن۔ نوشتم سال

ولہٗ

شُکر خدا کا طبع ہُوا | تازہ کلامِ فخرِ زمن
کیا رنگین تاریخ ہوئی | گلشنِ جنّت تاجِ سخن

جنابِ سید نواز شہ علی صاحب المعروف ابنِ شعلہ دہلوی

قد انطبع النظم للشاعر | الذی ذھنہٗ کجو ذی فریغ
فقال لنا المعۃ تاریخہٗ | کلامُ الجلیل کلامٌ بلیغ

ولہٗ

چھپ گیا کیا خوب دیوانِ جلیلِ نامور | ہند مین جسکی فصاحت کا ہے شُہرہ جابجا
لمعہ نے لکھی ہے کے طبع کی تاریخ یہ | شاعرِ ماہر جلیل القدر کا دیوان چھپا

ہے مرے حالِ راز پر کوثر | کرمِ خاص و لطفِ عامِ جلیل
طبعِ دیوان سے چار چاند لگے | خوب روشن ہوا ہے نامِ جلیل
خوب چُبھتا ہوا ہے طبع کا سال | نشترِ آرزو کلامِ جلیل
۱۳۲۹ھ

ولہٗ

فضلِ ایزد سے چھپا تاجِ سخن | یعنی دیوانِ جلیلِ نکتہ دان
بندشیں سب چست ترکیبیں درست | شوخیاں لفظوں میں ٹکسالی زبان
نظم پروین ہے کہ الفاظِ بلند | مصرعِ روشن کہ خطِ کہکشان
دائرے حرفوں کے ہیں کرسی نشین | ہے زمینِ شعر ہفتم آسمان
ہے فصاحت اور بلاغت موجزن | آمدِ مضمون کہ ہے دریا روان
کاغذِ رنگین بہارِ باغِ خلد | بیل بوٹے ہیں کہ گلزارِ جنان
جدولوں پر سبزۂ خط کا یقین | سطروں پر زلفِ مسلسل کا گمان
روشنائی سے خجل لیلیٰ کی زلف | ہے بیاضِ صفحہ روئے مہ رخان
ہے لبِ جودت سے سالِ عیسوی | قفلِ گنجِ ناظمِ شیرین بیان
۱۹۱۰ء

ولہٗ

للہ الحمد طبع گردیدہ | نظمِ رنگینِ افتخارِ وطن
ضوفشان است مصرعِ کوثر | مہر دوّارِ آسمانِ سخن
۱۳۲۹ بجگہ

ولہٗ

طبع شد صد شکر نظمِ دلفریب | طبع زاد شاعرِ شیرین زبان
از سرِ ہوش است سالِ ہجری | دلکش و رنگین و خندان گلستان
۱۳۲۹ ھ

ولہ

طبع ہوا دیوانِ جلیل | نکلی ہے بن ٹھن کے دلہن
رنگِ بیان پر حور فدا | طرزِ ادا پر صدقے دمن

جاء دیوان شعره مطبوعاً — وهو من حسن طبعه مقبول

قلت فاریخ عامه الفصلی — انما النظم للجليل جليل

۱۳۱۹ ف الہی

ولہ

طبع دیوان شدہ از نظمِ دُر افشانِ جلیل — اے زہے مرتبۂ نظم و خہے شانِ جلیل

کلکِ قاصد بنوشت از پے سالِ ہجری — بے بہا تاجِ سخن آمدہ دیوانِ جلیل

۱۳۲۸ھ

جناب مولوی سید نور الرسول صاحب قدرتؔ جاگیردار تلمیذ مصنف

جلیلِ یوسفِ مصرِ سخن نے — لگایا خوب بازارِ مضامین

لکھو تم مصرعِ تاریخ قدرت — یہ ہے دلچسپ گلزارِ مضامین

۱۳۲۸ھ

جناب مولوی حکیم عابد علی صاحب کوثرؔ خیرآبادی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

قدر دانی شہِ دکن نے جو کی — بڑھ گیا جاہ و احتشامِ جلیل

نظرِ مہرِ شاہِ آصف سے — برجِ ہفتم پہ ہے مقامِ جلیل

فلکِ شاعری پہ چمکا ہے — ماہ و خورشید بن کے نامِ جلیل

رہے لبریز فیضِ ساقی سے — مے عیش و طرب سے جامِ جلیل

ہو بنارس کی صبح و شامِ اودھ — عیش و عشرت میں صبح و شامِ جلیل

بصد اعزاز و اقتدار رہے — حیدرآباد میں قیامِ جلیل

ہو مثالِ امیرِ شاہِ سخن — سارے عالم میں فیضِ عامِ جلیل

ہوں ازل سے فدائے نامِ امیر — دین میرا ہے احترامِ جلیل

شاگردِ امیرؔ لکھنوی کے | اُستادِ شہِ دکن سخندان
عابد۔ زاہد۔ خلیق۔ حافظ | چہرے سے عیاں ہے نورِ ایمان
خالق کا کلام دل مین محفوظ | کعبے مین دھرا ہوا ہے قرآن
ہین منبعِ خُلق و خیر و خوبی | ہین مخزنِ لطف و حلم و احسان
نازان اُن پر زبانِ اُردو | یہ نثر کی روح نظم کی جان
حُسنِ معنی فدائے مضمون | مضمون طرزِ ادا پہ قربان
اشعارِ جلیلؔ جانِ اُردو | اُردو کی زبان پہ اُنکا احسان
دیوان ہے اسمِ بامسمّٰی | تاجِ سخن اسکو نام شایان
پایا ہے جلیلؔ سا مُصنّف | جو کشورِ نظم کا ہے سُلطان
لکھدو یہ فروغؔ طبع کا سال | تاجِ سخنِ حسین ہے دیوان

جناب سید عباس حسن صاحب المتخلص بہ فصاحتؔ لکھنوی خلفِ جناب امانتؔ مرحوم

نامور ہین جانشین اُن کے جلیلؔ | جو امیرؔ اُستاد تھے فخرِ زمن
پُرمعانی یہ انھین کا ہے کلام | جن سے ماہر ہین سب استادانِ فن
ہے یہ گلزارِ مضامین جدید | جس غزل کو دیکھو ہے رشکِ چمن
دائرے حرفون کے ہین مثلِ صدف | اور اک اک نقطہ ہے دُرِّ عدن
اے فصاحتؔ سال اس دیوان کا | لکھ دو ہوا یہ واقعی تاجِ سخن

جناب مولوی ابوطیب محمد یحییٰ صاحب قاصدؔ مولوی فاضل

حُسنُ شعرِ الجلیلِ فی الشعراءِ | لعلی فضلہم علی الجُہلاءِ

جنابِ محمد حفیظ الدین صاحب عنصر تلمیذِ مصنف

جلیل نکتہ داں کا ہے یہ دیوان — کہ جن کا نام مشہورِ زمن ہے
لکھا میں نے یہ عنصر سالِ ترتیب — یہی گلدستۂ بزمِ سخن ہے

ولہ

مُبارک چھپا وہ تاجِ سخن — دلِ عالم ہے جس کا بیعانہ
سال اس کا اگر کوئی پوچھے — کہدو عنصر چراغِ میخانہ

جنابِ مرزا محمد حسن صاحب المتخلص بہ فائز بنارسی

دیوانِ جلیل ہست منہاجِ سخن — کز فکرِ بلند یافت معراجِ سخن
فائز پئے طبعِ عیسوی سال بگو — اوجِ سرِ آرزو شد از تاجِ سخن

ولہ

اے تعالی اللہ این منظومۂ معجز طراز — در لطافت فی المثل روح و روانِ سلسبیل
گر مُصنف را بپرسی شہرۂ آفاق ہست — می بود نامش جلیل و باشد اوصافش جمیل
جانشینِ آن امیرِ کشورِ معنی کہ بود — چرخِ مینائی عروجِ دودمانش را دلیل
طالعش یکدرجہ افزود شد اُستادِ نظام — بسکہ بود اُستادِ نظم آن نکتہ سنجِ بے عدیل
کرد فائز منطبع بر لوحِ دل مصراعِ سال — حرزِ جان شد آشکارا از طبعِ دیوانِ جلیل

جنابِ مولوی سید امیر حسن صاحب فروغ لکھنوی وکیل ہائیکوٹ حیدرآباد

سکہ زنِ مُلکِ شاعری ہیں — سلطانِ سخن جلیلِ ذی شان

جناب نواب عزیز یار جنگ بہادر عزیز ناظم عطیات صرف خاص تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

چھپ چکا کہتے ہیں دیوانِ جلیل — ہے یہ شہرت در انجمن
طبع کی تاریخ تم بھی اے عزیز — صاف کہدو - طرۂ تاجِ سخن

جناب مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی

ناظورۂ ریاضِ سخن حضرتِ جلیل — سرخیلِ اہلِ فضل کمالات انتساب
فہرستِ اہلِ فن میں انھیں امتیاز ہے — اُردو ہے ان کی ذات سے ہر قت بہرہ یاب
زندہ ہے ان کے نام سے نامِ امیر بھی — ہیں نکتہ سنج نکتہ شناس اور نکتہ یاب
اُردو میں یہ بھی قابلِ قدر اک اضافہ ہے — مطبوعِ طبع کیوں نہ ہو دیوانِ انتخاب
رنگِ اثر میں ڈوب کے نکلا ہے یہ کلام — ہر شعر میں نہاں دلِ عاشق کا اضطراب
وہ شوخ ہے کلام وہ رنگین نظم ہے — معشوق جیسے ہو کوئی مستِ مئے شباب
پیچیدہ یوں ہے حُسنِ معانی کلام میں — جیسے کسی کی زلف شکن در شکن میں تاب
تاریخِ سال طبع لکھی یہ عزیز نے — جذبات کا مرقعِ رنگینِ لاجواب

۱۹۱۰

جناب غلام مصطفےٰ صاحب عشقی ساکن حیدرآباد دکن

نظمِ رنگین ہے لالہ زارِ ابد — بے خزاں ہے یہ نو بہارِ ابد
چھپ گیا اب جلیل کا دیوان — ہے جو در اصل یادگارِ ابد
سالِ عشقی ہے فصلی و ہجری — نورِ باغ - غمگسارِ ابد
یہ وہی سال کہدو - فیضِ عظیم — نظمِ مخدوم ہے بہارِ ابد

۱۹۱۰ء — ۱۹۱۰ء

جس نے یہ تاجِ سخن دیکھا کہا　　عزتِ بزمِ سخن دونی ہوئی
۱۸ ۱۳ ف الٰہی　　۲۰ ۱۳ ھ

ولہٗ

مجھ سے کی میرے دل نے فرمائش　　سالِ ترتیب ہو کوئی نایاب
حرفِ منقوط میں لکھا میں نے　　باغِ فکرِ جلیل ہے شاداب
۲۷ ۱۳ ھ

ولہٗ

چھپ کے شایع ہُوا وہ دیوان آج　　جس کا ہے صفحہ صفحہ رشکِ چمن
نسخِ تاریخ ہے عتیق اگر　　لکھدو۔ طالع ہے آفتابِ سخن
۱۹ ۱۳ ف الٰہی

ولہٗ

صفت تاجِ سخن کی اس سے بڑھکر کیا کرے کوئی　　کہ مضموں ہے اگر لیلیٰ تو یہ لیلیٰ کا محمل ہے
عتیق اس کے سنِ ترتیب کی جب فکر کی میں نے　　صدا کانوں میں آئی۔ چراغِ خانۂ دل ہے
۱۹۰۹ع

ولہٗ

اللہ اللہ یہ ہے وہ تاجِ سخن　　جس کا عالم میں نہیں مثل و عدیل
کہہ زُبر اور بینہ میں لے عتیق　　سالِ ترتیب اسکا ہے۔ نظمِ جلیل
۲۷ ۱۳ ھ

ولہٗ

مُصنف نے مُرتب کرکے دیوان　　زمانے پر بڑا احسان کیا ہے
زُبر اور بینہ میں ہے یہ تاریخ　　کہ یہ دیوان جلیل القدر کا ہے
۲۷ ۱۳ ھ

ولہٗ

ہے وہ تاجِ سخن کہ سب شُعرا　　اسکو لے لیکے اپنے سر پہ دھریں
میں نے منقوط میں کہی تاریخ　　آفریں دوست۔ رشکِ غیر کریں
۱۰ ۱۹ ع

ولہ

خواجہ تاشم بگفت دیوانے ہست غمخوارِ عاشق و معشوق

حرف حرفش کند بہ بیباکی شرحِ اسرارِ عاشق و معشوق

ہست از گرمیِ سخن دروے گرم بازارِ عاشق و معشوق

سالِ طبعش عیان ازین مصراع طرزِ گفتارِ عاشق و معشوق

۶ ۱۹ ہ

جنابِ سید محمد انور الدین صاحب عتیق تلمیذِ مصنف

شکر خالق را کہ شد تاجِ سخن بے مثال و بے نظیر و بے عدیل

سالِ ہجری در زبر ہم بینہ ہاتفم گفتا۔ زہے نظمِ جلیل

۱۳۲۰ھ

ولہ

چو آراستہ گشت تاجِ سخن ز دُرہائے مضمون و رنگِ نوی

سرِ خود نہادند پیشِ اے عتیق حزین و کلیم و شریف و غنی

۱۳۲۸ھ

ولہ

دیکھکر اس بڑھیا دیوان کو لوگ کہتے ہیں مہِ کامل ہے یہ

مصرعِ تاریخ تم لکھو عتیق مو تیوں میں تولوں اتنا بڑا ہے یہ

۱۳۲۰ ھ

ولہ

یہ وہ ہے تاجِ سخن جس سے عتیق قدرِ اربابِ سخن دونی ہوئی

خیر سے جب یہ مرتب ہو گیا میرے دل کو خوشی دونی ہوئی

فصلِ ہجری کے دو مصرع کہے خیر سے اربابِ فن دونی ہوئی

ولہٗ

ظُرفہ مطبوع شد چو تاجِ سخن | سالِ طبعش بخواں نظرِ عجیب
کن بمضمونِ عاشقانۂ او | دلِ آزادہ پُرہ زحبِّ حبیب

۱۳۰۰ھ

ولہٗ

جلیلِ نکتہ پرور گفت دیوان | چہ دیوانے زرونقِ صبحِ اُمید
بتاریخِ سروش انمارۂ نکر | رُخِ شعر و غزل را زیب جمشید

۱۹ ۱۳ ف الہی

ولہٗ

جلیلِ نکتہ پرور خواجہ تاشم | بفنِ شعر مشہورِ جہان شد
وقارے از درِ شاہِ دکن یافت | کہ وجہِ افتخارِ دوستان شد
زہے تاجِ سخن دیوانش دیدم | کہ از مضمونِ رنگین گلستان شد
نظر کردم بشعرِ آبدارش | خجل تسنیم و کوثر را جنان شد
بجستم سال از بینِ السطورش | سرِ شعر و غزل جوئے روان شد

۱۹ ۱۳ ف الہی

ولہٗ

چھپا جلیل کا دیوان یعنی تاجِ سخن | دُعا ہے میری کہ مقبولِ حضرتِ حق ہو
ہوئی تلاش جو تاریخ کی تو دل نے کہا | سرِ جلیل سے تاجِ سخن کو رونق ہو

۱۰ ۱۹ ۶

ولہٗ

چاپ شد مطبوعِ دل تاجِ سخن | غیرتِ تصنیفِ آباد و غنی
سرِ پے تاریخ بنہاد ندیمش | حسرتی و کیف و شمشاد و غنی

۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

اے خوشا رنگینیِ فکرِ جلیلؔ،	صفحہ صفحہ روکشِ گلشن شدہ
دُرافشان است تاریخِ ظہیرؔ	شمعِ جانِ شاعری روشن شدہ

ولہٗ

ثنا کیا ہو تاجِ سخن کی ظہیرؔ	یہ سارا ہے فیضِ جنابِ امیرؔ
لکھو تم یہ تاریخ ترتیب کی	یہ دیوان ہے آپ اپنی نظیر

ولہٗ

دیکھنا کس شاعرِ شیوا بیان کا ہے کلام	سب سے افضل سب سے برتر سب سے عالی ہے کلام
ہے اسی کے واسطے موزون یہ تاریخ اے ظہیرؔ	صاف ہے کتنی زبان کتنا یہ اچھا ہے کلام

جنابِ منشی عابد حسین صاحب عابدؔ سہسوانی تلمیذِ امیرؔ مینائی لکھنوی

گشت چون مطبوع دیوانِ جلیلِ نغز گو	طرفہ واعجوبہ وابستہ تصنیفِ جلیل
سالِ طبعِ او طلب کردم زفکرِ خویشتن	گفت دل۔ مطبوع شد شائستہ تصنیفِ جلیل

ولہٗ

دیوان کہ ہست تاجِ سخن نامِ نامیش	ترتیب داد طبعِ سخن پرورِ جلیل
عابدؔ بگفت مصرعِ تاریخِ طبعِ او	جلوہ طرازِ تاجِ سخن بر سرِ جلیل

ولہٗ

نکتہ پرور جلیلِ خوش گفتار	گفت دیوانِ بے نظیر و بدل
از پے سالِ طبعِ او برگیر	سرِ حرف و کلام و شعر و غزل

جناب مولوی سید ظہیر الدین حسین خان صاحب ظہیر دہلوی

کلامِ فصیح و بلیغِ جلیل　　شرابِ سخن ہے بجامِ ملک
یہ کہنا روا ہے بلا پاے ریب　　کہ تاجِ سخن ہے کلامِ ملک

ولہ

جب ہوا مطبوع دیوانِ جلیلِ نامور　　ہو گیا حاصل عروجِ اوجِ معراجِ سخن
فکرِ سالِ طبعِ دیوان تھی مجھے بجد ظہیر　　کہدیا پیرِ خرد نے ۔ جوہرِ تاجِ سخن

ولہ

فروزاں ہُوا وہ مہِ دلفروز　　کہ روشن ہوا جس سے نامِ جلیل
شگفتہ ہوا وہ ریاضِ سخن　　مُعطّر ہے جس سے مشامِ جلیل
پئے سالِ تاریخ از راہِ لطف　　مرے پاس پہنچا پیامِ جلیل
کہ لکھ سالِ تاریخ فصلی ظہیر　　ہے تاجِ سخن گو کلامِ جلیل

جناب قاضی محمد ظہیر الدین صاحب ظہیر تلمیذ تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

زہے تاجِ سخن کز جلوہ اش عالم منوّر شد　　بحُسن و دلبری رشکِ بتانِ ماہ پیکر شد
ز انوارِ جمالش صد ہزاران دیدہ شد روشن　　ز اعجازِ کمالش صد ہزاران دل مُسخّر شد
پئے سالِ مسیحی فکر چون کردم ندا آمد　　چو مہ مطبوعِ دیوانِ جلیلِ نیک اختر شد
ہم از بہر سنِ ہجری ظہیر این مصرعے برخوان　　بوے گلشنِ دیوان نسیمِ جان مُعطّر شد

فکرِ تاریخ کیون نہو ہم کو | اے ضیا ہم ہین بندۂ احسان
مادہ صاف سنِ ہجری مین | تاجِ خورِ سخن - ہوا ہے عیان
۱۳۲۸ھ

ولہ

جمع دیوانِ بمیثال کیا | حبذا اے جلیلِ نام آور
ہاتفِ غیب کی ندا آئی | اب فصاحت کا چھپ گیا دفتر
۱۳۲۸ھ

ولہ

وہ چہ دیوانے مُرتّب ساختہ | شاعرِ جادو بیان شیرین سخن
از برائے سالِ طبعش اے ضیا | گفت ہاتف۔ طُرۂ تاجِ سخن
۱۳۲۸ھ

جنابِ مرزا طاہر بخش صاحب طاہر تلمیذِ جنابِ فائز بنارسی

بطبع آمد آن نظمِ پاکیزہ بندش | کہ باشد از و زیبِ بزمِ متانت
ہمین سالِ طبعش رقم کرد طاہر | رہے دفترِ لاجوابِ فصاحت
۱۳۲۸ھ

ولہ

مطبوع بود نظمِ جلیلِ ذیشان | مقبولِ نگاہِ نکتہ سنجانِ زمان
در سالِ مسیح گفت طاہر تاریخ | تاجِ سخنِ جلیل ہے تاجِ جہان

ولہ

بخشا شرف جنابِ حسنؑ کے جو نام نے | کیا مُحترم جلیل کا اسمِ جمیل ہے
تاریخِ طبع خامۂ طاہر نے کی رقم | تاجِ سخن جو ہے وہ کلامِ جلیل ہے
۱۳۲۸ھ

صاحبِ عالم جناب حافظ مرزا منیر الدین صاحب ضیا تیموری دہلوی

طبع سرشد نظمِ آن جلیلِ حسن | کہ ورانیست در زمانہ عدیل
کلکِ من سال او نوشت ضیا | ہمہ تاجِ سخن کلامِ جلیل

ولہٗ

چھپ گیا تاجِ سخن شکرِ خدا | ہے یہ دیوانِ جلیلِ نیک نام
سامنے اسکے نبات و قند و شہد | ایسے پھیکے بے نمک جیسے طعام
وہ مزے وہ ذائقے وہ لطف ہین | جن سے لذت یاب روحِ خاص و عام
تم یہ کہدو اس کی تاریخ اے ضیا | شاعرِ شیرین زبان کا ہے کلام

جناب میر عزیز حسین صاحب ضیا دہلوی تلمیذِ فصیح الملک داغ دہلوی

دیوانِ ضیا بارِ جلیلِ سخن آرا | بنگر تو کہ مشاطۂ فکرش چہ گہر سفت
چون در پے تاریخ شدم ہاتفِ غیبی | با تاجِ سخن گوہرِ شہوار ہمہ گفت

ولہٗ

جانشینِ امیرِ مینائی | ہین جنابِ جلیلِ نکتہ دان
خوش کلام و فصیح صاحبِ علم | شعر گوئی مین فخرِ اہلِ زبان
اُن کی تحقیق کا زمانہ ہے | واقفیت کا معترف ہے جہان
دوستون کو خوشی نہو کیونکر | چھپ گیا ہے جناب کا دیوان
شعر ہر اک غضب کیلا ہے | نوکِ خنجر کہین کہ اسکو سنان

جناب مولوی عبدالواسع صاحب صفاؔ مدرس دار العلوم بلدہ حیدرآباد
تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

جلیلِ سخن سنج کا ہے وہ دیوان
کہ خلقِ خدا جسپہ شیدا ہوئی ہے

بہت دن سے تھا اشتیاق اس سخن کا
بہت دن مین پوری تمنا ہوئی ہے

مضامینِ نایاب کہتے ہین گویا
کہ فکرِ رسا دامِ عنقا ہوئی ہے

صفاؔ کی ہے تاریخ بھی صاف کتنی
عروسِ سخن جلوہ آرا ہوئی ہے

ولہٗ

حبّذا کیا خوب ہے فکرِ جلیلؔ
مرحبا کیا خوب ہے تاجِ سخن

مصرعِ تاریخ تم لکھو صفاؔ
لائقِ محبوب ہے تاجِ سخن

جناب منشی صفدر علی صاحب صفدرؔ مرزاپوری تلمیذِ مصنف

بحمد اللہ یون استاد کا دیوان نکلتا ہے
پری جس طرح کوئی قاف سے نکلے جوان ہوکر

ادائے حُسنِ بندش پر زمانہ ہوگیا مفتون
مسخر کرلیا ہر ایک کو جادو بیان ہوکر

ستم ہے سادگی مین بھی ادائین ہین قیامت کی
کلیجے مین حسینون کے جو چبھتی ہین سنان ہوکر

یہ دیوان آپکا ہے یا کوئی پھولون کی ڈالی ہے
چمن مین کہہ رہے ہین یہ عنادل نغمہ خوان ہوکر

وزیر اسوقت گر ہوتے تو اُنسے پوچھتے ہم بھی
لیا ملکِ معانی کس نے شاہِ شاعران ہوکر

مزارِ میر و مرزا سے صدائے آفرین نکلی
یہ رُوحِ مصحفی کہتی ہے میری ہمزبان ہوکر

بلند اب اس سے کیا ترتیب کی تاریخ ہو صفدرؔ
زمینِ شعر بھی اترا رہی ہے آسمان ہوکر

یہ جلیل القدر شاگردون مین بھی ممتاز تھے حال پران کے عنایت رہتی تھی سب سے سوا
عزتِ قائم مقامیِ امیر ان کو ملی جانشینی کا شرف بھی پا گئے نامِ خدا
اللہ اللہ کیسی پائی ہے طبیعت نور کی کیا زبانِ صاف ہے کیا شوخیِ طبعِ رسا
جس غزل کو دیکھیے ہے صاف اندازِ امیر شیشۂ ہر شعر مین ہے رنگِ مینائی بھرا
مثل جو اُستاد کا ہو ہے وہ شاگردِ رشید یہ صفت جس مین ہو وہ ہے لائقِ مدح و ثنا
بلبلِ ہندوستان تو ہوگیا سدرہ نشین اب دکن مین ہر طرف انکا ہے طوطی بولتا
سر مہاراجہ یمین السلطنتہ ہین ان سے شاد شاہِ آصف خوش ہین راضی ہین وزیر بادشا
کیون نہ اب بختِ رسا پر اپنے انکو ناز ہو شاعرِ دربارِ سلطانی کا منصب پا لیا
مصرعِ تاریخِ سالِ طبع اب کہیے تہمیر چھپ گیا دیوانِ اُستادِ سخن کا واہ وا
۲۸ ۱۳ ھ

جناب مولوی علی احمد صاحب صابر تلمیذِ مُصنّف

چھپ گیا جب جلیل کا دیوان بڑھ گیا اور بھی وقارِ سخن
نام تاجِ سخن ہے اے صابر اور تاریخ - تاج دارِ سخن
۱۹ ۱۳ ف الہی

جنابِ منشی محمد احمد صاحب صریر اُستادِ والیِ ریاستِ رام پور خلیفِ امیر مینائی لکھنوی

کیفیتِ شرابِ سخن کچھ نہ پوچھیے لاکھون ہین آج مست ایاغِ جلیل کے
تاریخ بھی یہ خوب شگفتہ ہے اے صریر چیدہ سبھی یہ پھول ہین باغِ جلیل کے
۲۸ ۱۳ ھ

نقطے ہین پُر نور انجم کی طرح | صفحۂ کاغذ ہے سطحِ سیمِ خام
پھول خوشبودار یا الفاظ ہین | دائرے ہین یا مئے مضمون کے جام
بوے گلہاے معانی پھیلی ہے | نکتہ سنجون کے معطر ہین مشام
شیفتہ لکھد یجئے تاریخِ طبع | شاعرِ شیرین زبان کا ہے کلام

جناب سیّد محمد نوح صاحب شہیر تعلقہ دار و آنریری مجسٹریٹ مچھلی شہر

یادگار جناب منیر مرحوم

لوحش اللہ ہو گئی شایع وہ نظمِ لاجواب | دل فریبی مین ہے جو محبوبۂ رنگین ادا
کیا سجی ہے زیورِ الفاظ سے نظمِ عروس | کاغذی ملبوس ہے دیبا و اطلس سے سوا
حُسنِ معنی کو سوادِ خط چھپا سکتا نہین | ابر مین خورشیدِ تابان کی نہین چھپتی ضیا
بے سواد اس کو اگر دیکھے تو ہو روشن سواد | روشنیِ طبع کے ظاہر ہون جوہر برملا
اس پری زادِ سخن کو جسنے دیکھا اک نظر | پھیر مین آسیبِ اُلفت کے وہ دیوانہ ہوا
اسکے نظارے سے رہ سکتے نہین قابو مین دل | تاب اس جلوے کی لائینگے حواس و ہوش کیا
دیکھ کر بے ساختہ کہہ اُٹھتے ہین اہلِ نظر | بارک اللہ بارک اللہ مرحبا صد مرحبا
ہے وزیر بادشاہ شاعران کا یہ کلام | کہتے ہین تاج سخن اہلِ سخن اسکو بجا
یعنی یہ دیوان ہے تصنیفِ زیباے جلیل | اپنے خواجہ تاشون مین سب کا مُجواب ہے ہُوا
ماہرِ فن باریابِ خدمتِ شاہِ دکن | حافظِ قرآن و دیندار و جوان و پارسا
تھے شہنشاہِ سخن حضرت امیرِ لکھنوی | جن کا ظلِ عاطفت تھا سایۂ بالِ ہما
فیضِ فن آموزیِ مرحوم کا ہے یہ اثر | شاعرِ اعلےٰ ہر اک شاگردِ ادنیٰ ہو گیا

خوب یہ تاریخ بامعنی ہوئی — عاشقون کی جان ہے تاجِ سخن

ولہ

یہ دیوان جلیلِ سخندان کا ہے — یہ دیوان زمانے کے سحبان کا ہے

جو ہے فکرِ تاریخ شیدا کہو — اچھوتا ہر اک شعر دیوان کا ہے

ولہ

ہوا ہے جو مطبوع تاجِ سخن — سخن کا زمانے مین چرچا ہے خوب

یہ تاریخ بھی حُسن کے ساتھ ہے — پریوش یہ دیوان نکلا ہے خوب

ولہ

کس قدر مین خوش ہوا تاجِ سخن جب پا گیا — گنجِ ہفت اقلیم گویا غیب سے ہاتھ آگیا

طبع کی تاریخ اے شیدا نکالی کیا بلند — وہ نیا دیوان نکلا چرخ بھی چکرا گیا

جناب مولوی سید کاظم حسین صاحب شیفتہ کنتوری

چھپ گیا دیوانِ تصنیفِ جلیل — فائدہ حاصل کرین اب خاص و عام

پہلے تھے معروف شاگردِ امیر — اب ہین مشہور استادِ نظام

عدل گستر، نکتہ پرور، ظلِ حق — خسروِ ملکِ دکن گردون مقام

آسمان پر ہے دماغِ شاعری — جب سے ہے تاجِ سخن دیوان کا نام

دخل تعقید و تنافر کو نہین — ہے فصاحت و بلاغت باتمام

یہ مضامین یہ خیالاتِ بلند — پھر بھی شعرون مین ہے وہی انسجام

صاف ہر مصرع ہے نرگس کی قلم — رشکِ سنبل سطرہائے مشکفام

جناب سید ولایت احمد صاحب شمیم خیرآبادی سب انسپکٹر پنشنر تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

کھلے ہین عجب رنگ کے اسمین گل | یہ تاجِ سخن ہے کہ تازہ چمن
جو ہے فکر تاریخ کی اے شمیم | تو کہدو۔ ہر اک شعر تاجِ سخن

۱۰ ۱۹ ۶

جناب سید کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

اللہ رے جلیل کی مشاطگیِ طبع | بیٹھے ہین شاہدانِ معانی دُلھن بنے
پائے کبھی یہ معنیِ نو کی بلندیان | کتنا ہی سربلند یہ چرخِ کہن بنے
بالیدگی ہوئی یہ نسیمِ خیال سے | مضمون کے پھول ہو کے شگفتہ چمن بنے
توصیف کو گلاب کا لائے صبا قلم | تحریر کو سیاہیِ مُشکِ خُتن بنے
شوکت بہارِ باغِ معانی کو دیکھکر | گلزار کے جو پھول تھے داغِ کہن بنے
ہین یہ امیرِ ملکِ معانی کے جانشین | جب تو وحیدِ عصر و شہیرِ زمن بنے
دیوان جب چھپا تو یہ ہاتف نے دی ندا | کہدو۔ جلیل جالِ تاجِ سخن بنے

۲۰ ۱۴ ۶

جناب منشی محمد امین صاحب شیدا برادر زادہ مصنف

یہ دیوان ہے یا شاعری کا چمن ہے | بلا کا ہے جوبن غضب کی پھبن ہے
کہو اس کے چھپنے کی تاریخ شیدا | کہ جانِ سخن اور درجِ سخن ہے

۱۰ ۱۹ ۶

ولہٗ

عشق کا ارمان ہے تاجِ سخن | حُسن کا سلطان ہے تاجِ سخن

ولہٗ

ہے یہ دیوان بھی کیا پُر اثر اللہ اللہ | ایک اک بیت کا ہے دل مین گھر اللہ اللہ
خامۂ شاد نے کیا خوب لکھا طبع کا سال | چھپ گیا نسخۂ دردِ جگر اللہ اللہ
۱۹ ۱۳ ت الٰہی

جنابِ صاحبزادہ مصطفےٰ علی خان صاحب شرر مرحوم سکرٹیری ریاست امیٹھی تلمیذِ مصنّف

اک پریخانہ ہے دیوانِ جلیل | اک حسینِ دلربا ہر شعر ہے
ہر غزل نازک خیالی مین ہے فرد | رنگ مین ڈوبا ہوا ہر شعر ہے
دیکھتے ہین شوق سے اربابِ فن | کہتے ہین جادو بھرا ہر شعر ہے
سال کیا اچھا کہا مین نے شرر | معجزہ بندش بنا ہر شعر ہے

جناب مولوی سید عبد الغفور صاحب شرر بہاری استھانوی

مددگار ناظم ندوۃ العلماء تلمیذِ مصنّف

وصفِ تاجِ سخن، نہین ممکن | ایسا دیوان جہان مین کم ہے
فکرِ تاریخِ طبع ہے جو تمہین | لے شرر لکھدو۔ ساغرِ جم ہے
۱۳۱۰ ف بعدد

ولہٗ

خوب نکلا ہے چھپ کے تاجِ سخن | کوئی مصرع نہین ہے اسمین سقیم
سال کا تھا خیال مجکو شرر | آئی آوازِ غیب۔ فیضِ عظیم
۱۹۱۰ ع

ولہ

خوشا وقتے کہ شد تاجِ سخن طبع　　خوشا دورے کہ تقدیم است محجوب

زہے بختِ سعید و فکرِ تاریخ　　خہے جوشے کہ دل را دادہ اسلوب

شدہ ہر بیتِ دیوان بیتِ معمور　　جلیلم بارک اللہ گفتہ خوب

بیانت جوہرِ نطقِ خدا داد　　کلامش دلکش و دلگیر و محبوب

چو فکرِ سالِ طبعِ فارسی شد

ندا آمد بگو۔ دیوانِ مرغوب

۱۹ ۱۳ ف الٰہی

جناب مولوی سعید الدین صاحب سعید تلمیذ مصنف

چھپا تاجِ سخن الحمد للہ　　زمانے مین یہ چرچا جابجا ہے

ہر اک پُر درد مضمون اس سخن کا　　مریضِ دردِ الفت کی دوا ہے

بہارِ گلشنِ معنے نہ پوچھو　　کہ بلبل شیفتہ ہے گل فدا ہے

سعیدِ خوش بیان نے اسکی تاریخ　　یہ لکھی۔ دفترِ خوبی چھپا ہے

۱۳ ۲۹

عالی جناب راجہ راجایان مہاراجہ کشن پرشاد بہادر یمین السلطنة

پیشکار سرکار عالی المتخلص بہ شاد

کلام وہ نور کا نکلا کہ چاند جس کے گرد ہالہ　　فلک سے بھی مرتبہ دبالا ہر اک غزل کی زمین کا ہے

ہوا جو تاریخ کا مین خواہان تو بول اُٹھا شاد ہو کے شادان　　یہ کیون نہو دلپذیر دیوان امیر سے جانشین کا ہے

۱۹ ۱۰

جناب محمد سعید خان صاحب زیبا تلمیذ جناب متین مرزا پوری

تقریظ برائے دیوان جلیل

۶۷ ۱۹ بکرمی

تاج دارِ سخن - ناز دارِ فنِ زیبا منشی جلیل حسن صاحب جلیل۔ صاحبِ دیوان اللہ تاج سخن
۱۹ ۱۳ ف الہی — ۲۸ ۱۳ ھ — ۱۷ ۱۳ ف ہندی

زندہ و سلامت باکرامت ہوں — آپکا دیوان رونقِ محفلِ سخن — جو وجہ سرفرازیِ اہلِ سخن ہو
۲۸ ۱۳ ھ — ۱۹ ۱۳ ف الہی — ۲۹ ۱۳ محمدی

جس کا اچھا نام اب تاجِ سخن ہے — بینظیر کیوں نہو — دیوان گویا باعث افتخار ہے
۱۷ ۱۳ ف ہندی — ۱۹ ۱۳ ف الہی — ۶۷ ۱۹ بکرمی

مگر جلیل پر دیوان خود نثار ہے — زیبا کو حکم شاگرد حضور انور — تاریخ طبع کا ہے
۶۷ ۱۹ بکرمی — ۱۰ ۱۹ ۶ — ۲۸ ۱۳ ھ

حسب ذیل یہ عرض ہے

۱۰ ۱۹ ۶

قطعۂ سالِ طبعِ دیوان نتیجۂ فکرِ سعید

۲۹ ۱۳ محمدی

جب اے جلیل تاج سخن طبع ہو چکا — اِک تاج زینتِ سرِ اہلِ سخن ہوا
۱۹ ۱۳ ف الہی — ۱۰ ۱۹ عیسوی

ہے فکرِ سالِ طبع تو لکھدے یہ پھر سعید — شعر اسکا سلکِ گوہرِ بحرِ عدن ہوا
۲۸ ۱۳ ھ — ۲۹ ۱۳ محمدی

تاریخِ طبع از سعیدِ مرزا پوری

۱۰ ۱۹ ۶

تاجِ سخن ہے یا ہے سرِ اہلِ دل کا تاج — یا کنزِ سربلندیِ خاصانِ فن ہوا
۱۰ ۱۹ ۶ — ۲۸ ۱۳ ھ

شاہِ سخن سعید ہوئے رکھ کے سر یہ پھر — دیوان جلیل کا کوئی تاجِ سخن ہوا
۱۰ ۱۹ ۶ — ۲۸ ۱۳ ھ

جنابِ منشی ریاض الحسن صاحب برادر زادۂ مصنف

کتنی پُر اثر یہ شاعری ہے | افسون ہے کوئی کہ ساحری ہے
ترتیب کی ہے یہ سحر تاریخ | ہر لفظ میں سحرِ سامری ہے

۱۹۰۹ع

جناب مولوی حافظ محمد ابراہیم صاحب المتخلص بہ سعدؔ

نظمِ جلیل ۔ جلیل آنکہ بود اوستاد | پیشِ سخن پروران در نظرِ اہلِ فن
بعد مرتب شدن طبع شدہ مرحبا | با روشِ دلکشا ہم بطریقِ حسن
تابشِ کانِ عدن از دُرِ لفظش عیان | یا کہ بود در گُلے تازگیِ صد چمن
تازہ مضامین او روشِ گلہائے باغ | بلبلِ دلہائے خلق ہست برو نغمہ زن
نقدِ سر ریزد او چون بجیبِ ورق | آمدہ در حصہ اش مخزنِ شعر و سخن
نیست درین قول شک ہست کلامِ جلیل | موجدِ رنگِ جدید ناسخِ طرزِ کہن
دعویِ اُستادیت گر سزد او را سزد | قائلِ او خلق ہست ہم صفتِ تو و من
کرد بجوشِ تمتی در شعرا سرفراز | وقعتِ او بود چون نزدِ رئیسِ دکن

فکرِ سنش بود چون سعد دبیرِ فلک
گفت ۔ کلامِ جلیل آمدہ تاجِ سخن

۱۳۲۹ھ

اُسکے دیکھے سے ہو مزاج صحیح اُس کا ہر نسخہ ہے دواے علیل

فرد فرد اُس کا والہ و شیدا آدمی آدمی ہے اُس کا قتیل

حُسن ظاہر مین حُسن باطن مین کوئی کہتا حسن ہے کوئی جمیل

ہے یہ دیوان فیض کا دریا تشنہ کامون کے واسطے ہے سبیل

اُسکے ہر شعر مین ہے بات نئی نُکتے نُکتے مین کُنہِ لطف دخیل

حافظِ مُتّقی کا ہے دیوان یہ نہ قرآن ہے نہ ہے انجیل

چوم لینا گناہ بھی تو نہین بعقیدت ہو گر ادب تاویل،

کعبے مین اُس کی جو ریان جائز شعر شعر اُس کا رشکِ بیتِ خلیل

اُس کی تعریف مین زبان قاصر مدح اُس کی کثیر بھی ہے قلیل

شعر پر اُسکے حرف کیا آئے اُس کا وصف و ثنا ہے بحرِ طویل

اُسپر الزام ہے خیالِ رکیک اُس کا حاسد رہے ہمیشہ ذلیل

اُس کی خوبی کی تا کجا تشریح اُسکی نُدرت کی تا بہ کے تفصیل

ہوئی سائل سے جبکی طلب تاریخ یاد فرمایا مجھکو کتنے میل

مین ہون دِلّی مین وہ دکن مین مقیم فرقِ عبدِ جلیل و عبدِ ذلیل

ایسی صورت مین کیا مناسب ہے کہ ذہن مین نکالے رگون کیل

جو مرے دل مین ہے وہ مُنہ پر ہے گلرخانِ بدیع ۔ شعرِ جلیل

وصفِ دیوان اگر کوئی پوچھے تو مین کہدونگا صاف ۔ سحرِ جلیل

دونون جملون کو جمع کر لیجے سنِ ہجری کی ہو گئی تکمیل

توپ توپ از نظم الفاظ و معانی جلوہ گر
فوج فوج از بحر دُر نا دار مضمون موجزن

جا بجا دُرہاے منثورِ مضامین منسلک
لفظ لفظش منتظم در نظم چون دُرِ عدن

بر بجاے لفظ پیدا جلوۂ خورشید و ماہ
بر بجاے نقطہ دو کیہ عیان پروین پرن

سطر سطر شس جید حور ا کہکشان بین السطور
مطلعِ دیوان بتابش مطلعِ خور بل قرن

از زرِ کامل عیارِ نظم دیوان زدہ دار
زر نگار و زر فشان و زر نشان زر پیرہن

اے چہ مستانہ کلام ست این کہ مستی میچکد
اے چہ رندانہ بیان ست این کہ شیدیمان سخن

بادہ خواران بادہ خوردند و تہی خمخانہ شد
از برائش بود لاکن لا کلام این لاے دن

بر ترست از تاج زاہد پایۂ دیوان بگو
جوہرِ تاجِ سخن - یا - طرۂ تاجِ سخن

۱۳۲۸ھ ۱۳۲۸ھ

ولہٗ

خوشا دیوانِ جلیلِ خوش سخن خوش فہم و خوشخو کا
سخن کا تاج دیوان ہے سخن کی جان دیوان ہے

کوئی دیوان اس دیوان کے لگ بھگ ہو نہیں سکتا
ہے ادبی بات اس دیوان میں یہ دیوان دیوان ہے

کہی تاریخ زاہد میں نے اسکی شان کے شایان
جلیل پاک سیرت کا جلیل الشان دیوان ہے

۱۳۲۸ھ

ابو المعظم جناب نواب سراج الدین احمد خان صاحب سائل دہلوی تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

سالہا سال سے تھی جو حسرت
مدتوں تک ہی ہے اس مین دعیل

گوش زد وہ ہوئی نوید اثر
جو ہے آج ایچ مسرتوں کی دلیل

آجکل چھپ رہا ہے وہ دیوان
اپنی خوبی کا جو ہے آپ عدیل

جانشینِ امیر کا ہے کلام
جس قدر اس کو ہو بجا تفضیل

امارت بھی ملی مُلکِ سخن کی، ہُوے اب صاحبِ تاجِ سخن بھی
سمجھتا ہے تمھین سرمایۂ ناز ریاضِ خوشنوا شیرین سخن بھی
تمھین یکتا سمجھتا ہے زمانہ تمھارے معتقد ہین اہلِ فن بھی
تمھین سب جانتے ہین مانتے ہین نہ اہلِ لکھنؤ اہلِ دکن بھی
تمھارے قدردان ہین آصف و شاد وزیرِ مُلک بھی شاہِ زمن بھی
مبارک ہون درِ آصف کے سجدے مبارک ہو تمھین تاجِ سخن بھی
۱۹۱۰ء

جناب منشی سید زاہد حسین صاحب زاہد سہارنپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

شکرِ یزدانِ جلیل آوازہ شد نامِ جلیل بعدِ اُستادی امیر لکھنوی اندر دکن
رنگ و بوے گلشن ست این بلبلِ رنگین نوا ہمنواے زاہد ست این طوطیِ شکرشکن
آدخ از ادرامش بے بہرہ شد گلباغ ہند بسکہ او انداختہ اندر دکن طرحِ دکن
اے زہے فکرش بلیغ و اے خہے نطقش فصیح ہر زباندان تر زبان گردید در مدحِ دہن
پیشِ او فوجِ سخن افگندہ سر گاہِ سخن چون شمن یا برہمن در ہیر منا پیش دشن
با بیانش خوش بیانان الکن و کژمژ بیان نغمۂ غوغائیانِ باغ غوغا و عرن
شعرِ او شعری شعار و نثرِ او نثرہ نثار بیتِ او بیت الغزل در ہر غزل بے ریب ظن
شاہدِ شنگولِ مضمونش ز غنچہ بر بیان دارد از سر تا بپا غنچ و دلل شنگی دہن
تازہ دیوانے مدوّن کرد چون اوراقِ گُل شد زبویائی وے مزکوم مغزِ اہلِ فن
گشت از گلہاے رنگارنگ معنی آشکار رنگِ نسرین و سمن یا ضیمران و نارون
وہ چہ خوشبوئیست کز وے شد مشامم مشکبو بہ چہ رنگینی ست کز وے گشت رنگین طبعِ من

جناب منشی محمد سرفراز علیخان صاحب رفعت بریلوی مقیم بنارس

تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

شکر ہے چھپ گیا کلامِ جلیل　　جن کی مشہور خوش بیانی ہے
مصرعِ سالِ طبع لکھ رفعت　　چشمۂ فیضِ جاودانی ہے

ولہٗ

جو تاجِ سخن چھپ کے مطبع سے نکلا　　ہوا یہ خبر سُنکے خوش ہر محقق
کیا نظم رفعت نے سالِ اشاعت　　کلامِ جلیلِ سخنورِ محقق

ولہ

زہے نصیب کہ اب چھپ چکا کلامِ جلیل　　دلی مُراد بر آنے کا وقت آ پہونچا
لکھی ہے خامۂ رفعت نے عیسوی تاریخ　　کلامِ شاعرِ خوش فکر کا چھپا اچھا

۱۰ ۱۹ ۶

جناب ریاض

جلیل اُستاد کے تم جانشین ہو　　تمھین کہتے ہین ہم اُستادِ فن بھی
طبیعت مین وہی اُستاد کا رنگ　　وہی شوخی وہی لُطفِ سخن بھی
عجب بندش عجب ترکیبِ اشعار　　وہی اشعار مین ہے بانکپن بھی
اثر انداز ہے بکھرا ہُوا رنگ　　عنادل بھی فدا صدقے چمن بھی
مسلسل نظم کی لے گی بلائین　　جُھکی پڑتی ہے زُلفِ پُرشکن بھی

وہ کلام آج چھپا ہے اے دل | جو لطافت مین ہے بمثلِ عدیل
وصفِ دیوان بھی ہے تاریخ بھی ہے | خوشنوا طوطیِ گلزارِ جلیل

جناب مولوی محمد عبد الرحیم صاحب رحیم تلمیذ مصنف

شد درین سال نکو تصنیفِ اُستادم چو طبع | گشت خندان غنچۂ دلہاے اربابِ ہنر
از پےِ تاریخِ آن چون فکر کردم اے رحیم | ہاتفم گفتا، کلامم سر بسر جادو اثر

ولہ

اُستاد کا مرے جو چھپا اندنون کلام | نخلِ مُرادِ اہلِ سخن بار ور ہوا
تاریخِ طبع اس کی سُنا دو یہ اے رحیم | مہر سخن جلیل کا اب جلوہ گر ہوا

ولہ

چھپ کے نکلا ہے وہ پری دیوان | جسپہ صدقے ہون شاہدانِ جمیل
مصرعِ سال اے رحیم لکھو | واہ دیوانِ بے نظیرِ جلیل

صاحب عالم جناب مرزا بختیار الدین بخت رزمی گورگانی دہلوی

طبع کی اُس کے اب ہے تیاری | ہے جو زیب دکن کلامِ جلیل
آئی ہے نکہتِ گلِ مضمون | ہے سراپا چمن کلامِ جلیل
مثل رکھتا نہین کہین اپنا | زیرِ چرخِ کہن کلامِ جلیل
طبع کے بعد ہو عزیزِ جہان | مثلِ دُرِّ عدن کلامِ جلیل
لکھو رزمی یہ طبع کی تاریخ | گلِ تاجِ سخن کلامِ جلیل

واہ کس شان کا دیوان نکلا	حُسن مین رشکِ مہِ تابان ہے
جس نے دیکھا اُسے وہ بول اُٹھا	جس قدر وصف کرون شایان ہے
خوبیِ طرز پہ ہے جان نثار	شوخیِ رنگ پہ دل قربان ہے
مصرعِ سال بھی ہے شوخ خیالؔ	شاہدِ شوخ ہے یا دیوان ہے

ولہٗ

شد طبع نفائس مقالاتِ جلیل	برہانِ فضائل و کمالاتِ جلیل
دانش تاریخِ عیسوی کرد رقم	حقا کہ نفیس ایست خیالاتِ جلیل

ولہٗ

این تاجِ سخن کش نبود ہیچ عدیل	بر تارکِ اربابِ سخن ہست اکلیل
تاریخِ اشاعتش ز دانش بشنو	شایع ز دکن بگشت دیوانِ جلیل

جناب مولوی محمد بشیر صاحب وکیل المتخلص بہ دلؔ

جہ دیوانِ گہر بارے طرحدارے پرانوارے	بصورت شوخ دلدارے بزگت تازہ گلزارے
پےِ تاریخِ طبعش مصرعِ نادر بگو اے دلؔ	گل اندامے نکیلے دلربائے لالہ رخسارے

جناب محمد ضمیر حسن خان صاحب دلؔ شاہجہانپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

کلامِ جلیلِ معانی طراز	بصد حسن مطبوع شد در دکن
چرا فکرِ تاریخش اے دل کنی	رقم کن عروس ست تاجِ سخن

ولہ

جناب حافظ خلیل حسن صاحب خلیلؔ مرادآبادی ملازم ریاست بلرام پور
تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

عجب دلچسپ دیوان ہے جلیلؔ نکتہ پرور کا
غزل جو اس مین ہے مطلع سے مقطع تک مرصع ہے
خلیلؔ اسکے لیے تاریخ بھی اچھی کہی تمنے
یہ دیوان کیا ہے اک نازک خیالی کا مرقع ہے

۲۸ ۱۳ ھ

ابو البیان جناب محمد سید عالم صاحب خنجرؔ مودودی مارہروی

جلیلِ سخنور کا دیوان ہے یہ
کہ گلہاے معنی کا تازہ یہ چمن ہے
جھلکتے مضامین ہین بیت الغزل کے
کہ خورشید رویون کی یہ انجمن ہے
نہ کیون شاعری آپ کی مستند ہو
کہ اُستاد ہین اور مشقِ کہن ہے
کہا سالِ تاریخ خنجرؔ یہ مین نے
پسندیدہ نایاب تاجِ سخن ہے

جناب مولوی سید ریاض حسن خان صاحب خیالؔ و دانشؔ رئیس رسول پور ضلع مظفر پور

چھپ رہا ہے آجکل تاجِ سخن
سر بسر رنگین یہ ایسا ہے کلام
ہے جلیلِ خوشنوا یکتاے فن
یہ اُسی یکتا کا یکتا ہے کلام
پُر اثر ہین جس قدر اشعار ہین
رنگ مین ڈوبا ہے جتنا ہے کلام
اب مزے لوٹین گے اربابِ مذاق
شہد سے بڑھ کر یہ میٹھا ہے کلام
کس حلاوت کی ہے یہ تاریخ بھی
شاعرِ شیرین زبان کا ہے کلام

۱۳ ۲۸ ھ

ولہٗ

جانشین اُن کے یہی مانے گئے — کیا یہ کچھ کم ہے کراماتِ جلیل

چھپ کے ہاتھوں ہاتھ جائے گا کلام — جا بجا پہونچے گی سوغاتِ جلیل

کتنی اچھی ہے یہ تاریخ اے حفیظ — حُسنِ انجامِ خیالاتِ جلیل

۲۰ ۱۳ ھ

جنابِ مولوی حافظ حفیظ اللہ خان صاحب حفیظ اعظم گڈھی

أری الدیوان دیوانا جلیلا — لحمد شاعر هاد نبیل

حفیظ قال المطبوع ارخنا — لا ابدع طبع منظوم الجلیل

۲۰ ۱۳ ھ

ولہٗ

چمنِ فکرتِ جلیل حسن — در صفاتِ چمن چه نیک آمد

از حفیظ است مصرعِ تاریخ — طبعِ تاجِ سخن چه نیک آمد

۲۸ ۱۳ ھ

ولہٗ

چھپا بفضلِ الٰہی جو حُسن و خوبی سے — کلامِ شاعرِ معجز بیان جلیل حسن

کہا حفیظ یہ ہاتف نے مصرعِ تاریخ — چھپا جلیل کا دیوان پہلا تاجِ سخن

۲۰ ۱۳ ھ

جنابِ سید ظفر حسین صاحب خاطر لکھنوی تلمیذِ مصنف

کھلا ہے معانی کا تازہ چمن — جمی ہے حسینوں کی یا انجمن

لکھو اس کی تاریخ خاطر یہ تم — کہ رنگین ہے کیا خوب طرزِ سخن

۱۰ ۱۹ ع

نہ ہر جا توان دید اوجِ کلام — نظر آید اما بتاجِ سخن
کلامِ جلیل است سہل الوصول — نباشد معمّا بتاجِ سخن
بتاریخِ طبعِ کاہش بگو — کہ دیوان معمّا بتاجِ سخن

ولہ

دیوانِ جلیل طبع گر دید دلا — از بہرِ سخنوران بود راہنما
تاریخِ مسیحیش اگر می خواہی — گو تاجِ سخن بود برائے شعرا

اضعف ابانام سید عبد الجلیل

جناب مولوی محمد عبد الجلیل صاحب نعمانی رام پوری

جلیلِ قدر بخُلقِ حسن جلیلِ حسن — سخنوری است کہ نبود در اہیم وعدیل
زیادگارِ جناب امیر مینائی است — چو میرِ عہد نگاریم می سزد بدلیل
کاہشِ آمدہ مطبوعِ طبعِ اہلِ سخن — بجمع و طبع تکمل شدہ چو عینِ جمیل
بفکرِ سال زمن گفت ہاتفِ غیبی — شکوہ و شانِ جلالت بود کلامِ جلیل

جناب سید تراب علی صاحب جمیل تلمیذ مصنف

یہ ہے دیوانِ جلیلِ نامور — ہے سخن سے جنکے معراجِ سخن
از سرِ ابہام لکھد واے جمیل! — سال دیوان کا ۔ دُر تاجِ سخن

۱۹ ۱۳ ف الہی

جناب حفیظ جونپوری تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

حضرتِ استاد کا ثانی کہاں — پھر غنیمت آج ہے ذاتِ جلیل

شکر صد شکر چھپا خوب ہی دیوانِ جلیل ۔۔۔ اِس کا ہر نقطہ ہے ہم سلکِ گہرِ لے عدن

حُسن و خوبی مین گلِ سر سبد اس کا ہر لفظ ۔۔۔ اس کا ہر دائرہ ہے خُلدِ برین کا دامن

اسکی بیتین ہین کہ حورانِ جنان کے ابرو ۔۔۔ اس کا ہر صفحہ حسینون کی جبینِ روشن

مستتر لفظ مین یون حُسنِ معانی ہے جیسے ۔۔۔ شمع فانوس مین بو غنچے مین حُجلے مین دُلھن

رنگ ہے شاہدِ مضمون کا زمانے سے الگ ۔۔۔ ہر ادا اس کی نرالی ہے نرالا جوبن

تم سے فرمائش تاریخ جو کی ہے اے جاہ ۔۔۔ فکر پھر کیا ہے یہ لکھدو ”سخنِ مستحسن“

۲۸ ۱۳ ھ

جنابِ محمد افتخار علی صاحب جگرؔ صدیقی تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی رح

قابل و حافظ جلیلِ شاعرِ نازک خیال ۔۔۔ خوش بیان ہین طبعِ عالی ہے نہایت نکتہ زا

جانشینِ حضرتِ اُستادِ مرحوم آپ ہین ۔۔۔ آپ کے فیضِ سخن سے باغِ معنی ہے ہرا

کیا شرف ہر یہ شرف بخشا خدائے پاک نے ۔۔۔ ہو گئے اُستادِ شاہِ آصفِ مہرِ سخا

آپکا دیوان ہے یا تاجِ سخن ہے واقعی ۔۔۔ صورتِ مہرِ درخشان ہے مضامین کی ضیا

شعر جو ہے اُس سے ہے حُسنِ معانی آشکار ۔۔۔ بیت جو ہے رنگِ اُستادی کا ہے اسمین بھرا

کیا مری تعریف مین ہون ایک خادم خواجہ تاش ۔۔۔ ہر سخنور ہو رہا ہے آپ کا مدحت سرا

فاضل الاخوان اشاعت آپکو دیوان کی ۔۔۔ ہو مبارک دل سے ہے ناچیز خادم کی دُعا

فکر جب تاریخِ دیوان کی مجھے پیدا ہوئی ۔۔۔ کان مین آئی مرے عرشِ مضامین سے صدا

ایک نکلا ہے یہ سالِ طبع دیوان اے جگرؔ ۔۔۔ ”نامِ نامی آپ نے اُستاد کا روشن کیا“

۲۸ ۱۳ ھ

جنابِ حافظ سید عبد الجلیل صاحب مارہروی

اے جلیلِ نکتہ دان و شاعرِ شیرین مقال
خوب ہی دیوان نکالا آپ نے تاجِ سخن

از سرِ انصاف بیکل نے لکھی تاریخ طبع
کیا نیا دیوان چھپا مجموعۂ عطرِ سخن
۱۳۲۸ھ

صاحبِ عالم جناب مرزا اکرم بخت صاحب المتخلص بہ ترحمؔ گورگانی دہلوی

چھپا جب جلیلِ سخندان کا دیوان
ہوئین دید سے خوبیان اُس کی ظاہر

طبیعت ہے کیسی خداداد پائی
فنِ شعر مین اُستاد اور ماہر

غزل گوئی مین صرف کامل نہین ہین
ہر اک طرح کی نظم لکھنے پہ قادر

فصاحت بلاغت نزاکت لطافت
زبان پاک و شستہ بیان صاف و طاہر

انوکھی ہے بندش نرالے ہین مضمون
زمانہ کہے کیون نہ پھر اس کو نادر

نہ کیونکر ہو محبوب و مقبولِ دُنیا
یہ دیوان ہے منظور. عالم ہے ناظر

ترحمؔ نے لکھی یہ تاریخِ ہجری
چھپے واہ کیسے مضامین نادر
۱۳۲۸ھ

ولہ

خوب لکھا آپ نے دیوان جلیل
لوگ اسے کہتے ہین سحرِ حلال

قابلِ تعریف ہے ہر ایک شعر
لائقِ توصیف ہے ہر اک خیال

کیون نہ کہے جانِ فصاحت اسے
ایسی نہ دیکھی نہ سُنی بول چال

ہین جو محبّ اُن کی دُعا ہے یہی
کر اسے مقبولِ جہان ذوالجلال

سالِ مسیحی کا یہ مصرع ملا
عقدۂ دل تاجِ سخن بے مثال
۱۹۱۰ع

جناب نواب سید نیاز حسین خان صاحب حاذؔ رئیس کانپور مقیم لکھنؤ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

تاریخ بھی کیا رنگ کی نکلی برہم پھولون کے ہین ہار یا یہ رنگین اشعار

جناب منشی محمد عبدالرحمن صاحب بسمل صدیقی ملازم ریاست رام پور

تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

رتبہ جہان مین تاج سخن کا بلند ہے شہرت مین آج شمس و قمر سے دوچند ہے
بسمل نے خوب مصرع تاریخ یہ کہا دیوان فخر نایاب ہے عالم پسند ہے

جناب سید بشارت علی صاحب بشیر نبیرہ جناب ظہیر دہلوی

زینت مطبع ہوا جبکہ کلام جلیل لالہ و گل سے ہوئی رونق صحن چمن
از سر بزم سخن شور اٹھا یہ بشیر زیب دہ انجمن ہے یہی تاج سخن

صاحب عالم جناب مرزا ابید بخت صاحب المتخلص بہ بیدار گورگانی دہلوی

چھپا ہے دکن مین جو تاج سخن مضامین مین پاکیزہ نادر سلیس
لکھا طبع کا سال بیدار نے خیالات نایاب چیدہ نفیس

جناب سید دولت علی صاحب المتخلص بہ کل از علی گڈھ

لکھا ہے واہ خوب ہی دیوان لاجواب یا انہین عدد کو ذرا قال و قیل کا
ہیکل کہا یہ ہاتف غیبی نے سال طبع تاج سخن کلام چھپا اب جلیل کا

ولہ

ولہٗ

جلیل کا چھپ گیا ہے دیوان مبارک اے اہلِ فن مبارک
گُلِ سخن کے جو ہیں عنادل اُنھین یہ رنگین چمن مبارک
نئے مضامین، نئے قوافی، بیان انوکھا، نرالی بندش
یہ تازہ گلدستۂ فصاحت تجھے بھی چرخِ کہن مبارک
تمام احبابِ نکتہ رس کو یہ شاہدِ نظم ہو ہمایون
حسودِ بدبینِ بے ہُنر کو مدام دل کی جلن مبارک
جو مین نے سرِ باغیون کا کاٹا تو نکلا اے برقؔ عیسوی سن
جلیلِ سُلطانِ ملکِ معنی کو ہو یہ تاجِ سخن مبارک

جنابِ حکیم برہم صاحب آنریری مجسٹریٹ گونڈہ رکھپو اڈیٹر اخبار مشرق وعطر فتنہ

تلمیذِ امیر مینائی لکھنوی

شد چو مطبوع کلام دلخواہ	نور افشاند بعالم چون ماہ
برہم این مصرع تاریخ نوشت	ہست دیوانِ جلیلِ ذی جاہ

ولہٗ

بارک اللہ اس سخن کا خوب ہی شُہرا ہوا	جس نے دیکھا عش کیا جسنے سُنا شیدا ہوا
مین نے اے برہم لکھا ترتیبِ دیوان کا یہ سال	رنگِ مینائی مین ہر اک شعر ہے ڈوبا ہوا

ولہٗ

نازک مین کچھ اس درجہ مضامینِ جلیل	جن پر ہے کسی حرف کا رکھنا دشوار

جس کا تھا سارے جہان کو انتظار — جس کے تھے مشتاق ارباب دکن

یہ سروش غیب کہتا ہے امیر — طبع کامل ہو گیا "تاج سخن"

ولہٗ

دیوان جلیل معجز بیان کا — مرغوب خاطر مطلوب عالم

لکھدین امیر آپ تاریخ اتمام — تاج سخن ہے محبوب عالم

جناب منشی محمد ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار ڈونگر گڑھ تلمیذ امیر مینائی لکھنوی

واہ رے جوہر تمھاری طبع موزون کے جلیل — یہ گہرباری یہ دُر ریزی تو نیسان مین نہین

آہ کو یہ مصرع تاریخ دیوان کا ملا — ہین خزانے مین جواہر شعر دیوان مین نہین

جناب مولوی احمد حسین صاحب برق از مدراس تلمیذ مصنف

چھپا ہے آج وہ دیوان کہ ثانی جسکا دنیا مین — نہین دیکھا ہے جب سے شاعری نے آنکھ کھولی ہے

کھلا شعر ہر اک دل مین چبھ جاتا ہے حاسد کے — غزل بانکی کہی ہے یا کوئی تلوار تولی ہے

نرالے طبع رنگین نے کھلائے ہین گل مضمون — یہ مجموعہ نہین اشعار کا گلچین کی جھولی ہے

نہین طرز بیان مین رنگ کچھ اصلا بناوٹ کا — یہ دیوان بھی ہے اک معشوق صورت جسکی بھولی ہے

کیے مقدور اے استاد فن تیری ستائش کا — زبان ہمنے ڈرتے ڈرتے اس بات پہ کھولی ہے

جہان ہے شاعرون کی انجمن تو صدر ہے اسکا — تو ہے سرخیل وان جس جا سخندانون کی ٹولی ہے

امیر نکتہ دان کی جانشینی تجھ کو شایان ہے — یہ تیری طبع گرما گرم اسی سانچے کی گولی ہے

یہ تاریخ کی جب فکر مین نے مادہ نکلا — سخن کے باغ کے طوطی کی یہ پاکیزہ بولی ہے

جناب مولوی لطیف احمد صاحب امیر مینائی ناظم امور مذہبی ممالک محروسہ سرکار عالی

خلف امیر مینائی لکھنوی

ہوا چھپ کر مری کوشش سے تیار | وہ دیوان جو سخن کے سر کا ہے تاج
بہت موزون ہے یہ تاریخ اختر | مری محنت ٹھکانے لگ گئی آج

ولہ

چھپ کے مطبع سے یہ دیوان جو اکبار آیا | مین یہ سمجھا کوئی معشوق طرحدار آیا
چار سو دھوم جو اس شاہد رعنا کی ہوئی | گوہر جان لئے ایک ایک خریدار آیا
مالک ملک سخن آپ کو جانا اس نے | جسکے قبضے مین یہ گنجینۂ اشعار آیا
ڈھل کے سانچے مین یہ تاریخ بھی نکلی اختر | نازسے یوسف ثانی سر بازار آیا

ولہ

دیوان کی سب نے جو کہین تاریخین | اختر سے کہا مین نے کہ تو بھی کچھ بول
برجستہ مصرع یہ زبان پر آیا | کیا تاج سخن مین بھی ہین موتی انمول

جناب نواب شمشیر بہادر متخلص بہ اخگر رئیس اجے گڑھ

سرتاج سخن جو کی مین نے | دیدۂ دل مین چبھ گیا ہر شعر
لے کے خامہ لکھا یہ سال اخگر | دلنشین ہے جلیل کا ہر شعر

جناب نواب حسن علی خان صاحب امیر جاگیردار تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

ولہٗ

مُسرت کی ہے دولت شاعری بھی — اسی کو کہتے ہین سب گنجِ بے رنج
چھپا دیوان جلیلِ نامور کا — نثار اُس پر کرین اہلِ کرم گنج
ہے تاریخِ سالِ طبع احسان — کیا مین نے رقم - نظمِ گہربیز سنج ۱۳۲۸ھ

جنابِ منشی سید علی احسن صاحب احسن مارہروی اڈیٹر فصیح الملک تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

کیا پوچھتے ہو کیون ہوئی شہرت جلیل کی — خود نام اُن کا ناموری کی دلیل ہے
وہ اپنے فن مین آج ہین مشہور و مُستند — اُنکی ہر ایک طرزِ سخن بے عدیل ہے
دیوان ہے جلیل کا یا ہے یہ آئنہ — روشن خیالیون کا جو اپنی کفیل ہے
موزون ہے نام تاجِ سخن اِس کلام کا — یہ اسمِ بامُسمّیٰ بے قال و قیل ہے
سرتا بپا کلام یہ ہے سہلِ ممتنع — الفاظ ہین گران نہ تلفظ ثقیل ہے
دیوان ہے یہ ضیافتِ احباب کیلئے — یا دوستون کے واسطے خوانِ خلیل ہے
موزونیِ خیال کی ہین یہ روانیان — یا گلشنِ سخن مین روان سلسبیل ہے
کیا ہو صفت جلیل کے حُسنِ کلام کی — یہ بات تو مزے کی ہے لیکن طویل ہے
ادنیٰ سا ہے یہ حُسن کہ ہر ایک شعر مین — افسانۂ جمال و حدیثِ جمیل ہے
کہتے ہین قُوّتِ روح اسی شاعری کو سب — مُضمر اسی مین فرحتِ قلبِ علیل ہے
تاریخہائے طبع کے دو مادّے ہین نذر — احسن اگرچہ میری بضاعت قلیل ہے
نایاب ایک مصرعِ تاریخ یون ہوا — یہ بے بہا جواہرِ نظمِ جلیل ہے ۱۳۲۸ھ
مہکا ہے دوسرا گلِ تاریخ اِس طرح — عطرِ سخن کلامِ سلیسِ جلیل ہے ۱۳۲۸ھ

عیسوی سالِ طبع لکھ آزاد | نام تلخِ سخن ہے خوب اس کا

جناب مولوی صدیق احمد صاحب آثرؔ ناظم سوم عدالت دیوانی بلدہ سرکارِ عالی فرزندِ مصنف

چشمِ بد دور چھپا آج وہ پُر نور کلام | جسکو سب صاحبِ فن دینگے جگہ آنکھوں مین
فکرِ تاریخ جو کی بول اُٹھا خود دیوان | مجھے اربابِ سخن دینگے جگہ آنکھوں مین

دلہٗ

مجکو ہوئی یہ سنکر کہ تاریخ ہو لطیف | دیکھین جو اِس کلام مین نازک خیالیان
مصرع یہ مصحفی کا آثرؔ ہو بہو ملا | مصراعِ شعر ہین کہ پھولون کی ڈالیان

ابو الاعجاز جناب منشی محمد حسان علیخان صاحب احسانؔ شاہجہان پوری تلمیذِ جناب جلال لکھنوی

جلیلِ سخنور کا دیوان چھپا | مبارک تجھے اے زمینِ دکن
مبارک تجھے لکھنؤ کا کلام | جو ہے باعثِ رونقِ انجمن
مضامین و اشعار سب انتخاب | غزلہائے رنگین کا دلکش چمن
دُعا ہے کہ مقبولِ عالم ہو یہ | کرین منزلت شاعرانِ زمن
مسیحی مین احسان لکھ سالِ طبع | مقالاتِ محبوبِ شیرین سخن

دلہٗ

مژدہ باد انظمِ رنگین چھپ گئی | بلبل و گل پر ہے احسانِ جلیل
شاعری دلکش تو برجستہ کلام | اہلِ مضمون ہین ثنا خوانِ جلیل
لکھدوئے احسان بہرِ سالِ طبع | شوخ گل چہرہ ہے دیوانِ جلیل

قطعاتِ تاریخِ تاجِ سخن
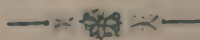
جنابِ منشی ممتاز احمد صاحب آرزو خلفِ امیر مینائی لکھنوی

چھپا دیوان لطافت آگیں کہ جسے دیکھنے ہو طبیعت جس میں — ہر ایک مضمون اس کا رنگین ہر ایک شعر اس کا بے بدل ہے
ہے آرزو فکرِ سال تم کو تو بات مطلب کی مجھ سے سن لو — یہ سال بے مثل ہے کہ دیکھو غزالِ رعنا ہے جو غزل ہے

جنابِ مولوی محمد ابو الحمید صاحب آزاد صدر منصف ضلع پربھنی تلمیذِ فصیح الملک داغِ دہلوی

اختر دالاگہر نے چھاپ کر "تاجِ سخن" — بہرہ ور سب کو کیا، مخلوق پر احسان ہے
ہے کلامِ نغز و رنگینِ جلیلِ خوش بیان — جس کا قول اعجاز، سحرِ سامری قربان ہے
دین جگہ دل میں خوشی سے سب کے سب اہلِ کمال — شاعری ہے جسم اور اس جسم کی یہ جان ہے
کی جو میں نے فکرِ سال آزاد ہاتف نے کہا — کہہ دو۔ یہ تاجِ سخن جانِ جہاں دیوان ہے

ولہٗ

چھپ گیا تاجِ سخن دیوان بھی — ہے گلِ مضمون کا یہ رنگین چمن
خیر مقدم کا کہو آزاد سال — اللہ اللہ یوسفِ مصرِ سخن

جنابِ منشی محمد ہارون خان صاحب آزادی تلمیذِ جنابِ نازش بنارسی

جس نے دیکھا جلیل کا دیوان — وہ یہ بولا کہ ہے سخن اچھا

دل آئینہ ہے اور اس مین خواص جام خسرو ہے
کسی کا راز دل ہو آشکارا ہو ہی جاتا ہے

سبق دیتے ہین لقمان کو فلاطون مان ہو کر
ہوا جو بندۂ بیدام دانا ہو ہی جاتا ہے

زہے تیر افگنی نکلے نہ نکلے تیر چٹکی سے
دل حساد مین خون تمنا ہو ہی جاتا ہے

کلام خسروی کیونکر نہ دنیا سے نرالا ہو
شہ یکتا کا ہر مضمون یکتا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے جہان دو گل کھلائے طبع رنگین نے
گلستان و بوستان کا رنگ پھیکا ہو ہی جاتا ہے

زبان پر طوطی ہندوستان کو وجد آتا ہے
بیان پر بلبل شیراز شیدا ہو ہی جاتا ہے

قلق کو داغ آتش کو جلن جامی کو بیہوشی
صبا کو بیکلی سودا کو سودا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے سامعین کا مثل قمری نعرہ زن ہونا
کہ اک اک شعر موزون سرو رعنا ہو ہی جاتا ہے

زمین سخت مین بھی معنی روشن نکلتے ہین
صدف مین در حجر مین لعل پیدا ہو ہی جاتا ہے

بناوٹ کی ضرورت کیا تصنع کی ہے حاجت کیا
طبیعت ہو جو بانکی شعر بانکا ہو ہی جاتا ہے

دیے ہین شاہ کو خالق نے کیا کیا چاند کے ٹکڑے
قمر جب دیکھتا ہے گھٹ کے آدھا ہو ہی جاتا ہے

نہ کیون روشن ہون سب کے دیدہ و دل شاہزادون سے
کہ مہر و ماہ سے گھر گھر اجالا ہو ہی جاتا ہے

مجھے دعوی نہین لیکن ثنا جب شہ کی لکھتا ہون
سخن کو اپنی یکتائی کا دعوی ہو ہی جاتا ہے

کوئی مانے نہ مانے مین تو ہون اس فیض کا قائل
زمین شکل سے مشکل ہو قصیدا ہو ہی جاتا ہے

جلیل آصف کے حق مین جو دعا دل سے نکلتی ہے
اثر فضل خدا سے اس مین پیدا ہو ہی جاتا ہے

نظر جس کی پڑی آئینۂ روے مبارک پر
نصیب اُسکو سکندر کا نصیبا ہو ہی جاتا ہے

سواری کا سمان سو بار دیکھا ہے مگر پھر بھی
سلیمان کا شہِ آصف پہ دھوکا ہو ہی جاتا ہے

زہے مہر دلعزیزی بخت و دولت بھی یہ کہتے ہین
تمھین جو دیکھ لیتا ہے تمھارا ہو ہی جاتا ہے

خدا رکھے شہِ جمجاہ کا ہے رعب داب ایسا
کسی کا بخت ٹیڑھا ہو تو سیدھا ہو ہی جاتا ہے

تجلی محو کر دیتی ہے ایوانِ معلّےٰ کی
درِ شہ کا تماشائی تماشا ہو ہی جاتا ہے

کسی آزاد کی اس در پہ آزادی نہین چلتی
کرم کا خُلق کا احسان کا بندا ہو ہی جاتا ہے

بہت دُور آپ کو کھینچے جو کوئی فائدہ کیا ہے
خدنگِ لطفِ شاہی کا نشانا ہو ہی جاتا ہے

دلون پر کیون نہ ہو قبضہ کہ دل کو شاد کرتے ہین
یہ وہ جادو ہے جس سے غیر اپنا ہو ہی جاتا ہے

مثالِ ماہِ تابان انجمن آرا جو ہوتے ہین
تو شاہانِ جہان کا حلقہ ہالا ہو ہی جاتا ہے

کمالِ شاہ کا اللہ اکبر کیا تصرف ہے
کوئی ارمان ہو دم بھر مین پورا ہو ہی جاتا ہے

جہان مجرم کوئی پھنسکر ہوا سائل رہائی کا
مروت آہی جاتی ہے اشارا ہو ہی جاتا ہے

عتابِ شاہ بھی خالی نہین شانِ ترحم سے
ہوا جو برطرف اُس کا وظیفا ہو ہی جاتا ہے

نکل جاتی ہے خدمت ہاتھ سے وزری نہین جاتی
یہی وہ بات ہے دل جس پہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

سزا کے واسطے دل مین کوئی پہلو نہین آتا
عطا کے واسطے کوئی بہانا ہو ہی جاتا ہے

مرے شہ کی سخاوت مُشک کی تاثیر رکھتی ہے
چھپا کر لاکھ دین عالم مین شہرا ہو ہی جاتا ہے

ہمیشہ فیض جاری ہے ہمیشہ خیر جاری ہے
لُٹاتا ہے جو موتی دل کا دریا ہو ہی جاتا ہے

عجب عہدِ مبارک ہے کہ جب چاہو جہان چاہو
خوشی کا عیش کا سامان مہیا ہو ہی جاتا ہے

مسافر کو سفر مین دُھوپ کی ایذا نہین ہوتی
کہ سر پر دامنِ دولت کا سایا ہو ہی جاتا ہے

اسی در پر تو پھل ملتا ہے نخلِ خاکساری کا
جو قدمون پر جھکا اُسکا سر اونچا ہو ہی جاتا ہے

جو دل سے ہو رہا حضرت کا پھر اُسکو کمی کیا ہے — موافق آسمان تابع زمانا ہو ہی جاتا ہے

مرے گلزار مین رنگِ خزان کب تک جما رہتا — کہ اک دن فصلِ گل کا دَور دَورا ہو ہی جاتا ہے

توقع شاہ سے رکھنا کبھی خالی نہین جاتا — یہ دیکھا ہے کہ فضلِ حق تعالیٰ ہو ہی جاتا ہے

اشارہ چاہیے پھر مشکل آسان ہو ہی جاتی ہے — سہارا چاہیے پھر بوجھ ہلکا ہو ہی جاتا ہے

کسی کا دردِ دل ہو بے اثر یہ غیر ممکن ہے — مریضون پر کرم فرما مسیحا ہو ہی جاتا ہے

مسیحا جب کرم فرما ہوا پھر پوچھنا کیا ہے — دوا ہو یا نہ ہو بیمار اچھا ہو ہی جاتا ہے

تجسس شاہدِ مقصود کا ضائع نہین جاتا — وہ اک دن زیبِ آغوشِ تمنا ہو ہی جاتا ہے

عقیدت جب ہوئی پوری تو کیا پردہ دوری — رُخِ محبوب دِل مین جلوہ آرا ہو ہی جاتا ہے

بجا ہے اب عروسِ شاعری کا دُون کی لینا — شباب آتا ہے تو جوبن دو بالا ہو ہی جاتا ہے

گلِ مضمون جو کل تک خشک تھے اس کا تعجب کیا — خزان کے دَور مین ہر دل کانٹا ہو ہی جاتا ہے

نہ مین اچھا نہ میرے شعر اچھے بات اتنی ہے — جسے اچھا کہین سرکار اچھا ہو ہی جاتا ہے

جلیلِ زار کو دیکھو جلیل القدر کو دیکھو — لقب جب شاہ سے ملتا ہے نیا ہو ہی جاتا ہے

تعجب کیون کسی کو ہو ہماری سرفرازی پر — خدا کا فضل ہوتا ہے تو ایسا ہو ہی جاتا ہے

یہ ایسی سرفرازی ہے یہ ذرہ نوازی ہے — نہ کچھ کہیے مگر لوگون مین چرچا ہو ہی جاتا ہے

حسد کوئی کرے کس واسطے سب پر یہ ظاہر ہے — کہ جو قسمت کا لکھا ہے وہ پورا ہو ہی جاتا ہے

لکھون اب شکریے کے ساتھ کچھ مدحِ شہِ والا — کہ اس موقع پہ دل مین جوش پیدا ہو ہی جاتا ہے

یہ مدحِ شاہ وہ مضمون ہے جسکے نظم کرنے کا — ارادہ مین نہین کرتا ارادا ہو ہی جاتا ہے

مطلع

کمالِ شاہ پر انسان شیدا ہو ہی جاتا ہے — جمالِ شاہ کو دیکھو تو سکتا ہو ہی جاتا ہے

شکریۂ سرفرازی

بہ پیشگاہِ جہان پناہ بندگانِ عالی متعالی ظلِ سبحانی خلیفۃ الرحمانی اعلیٰ حضرت

سکندر شوکت کیوان علم انجم خدم رستم دوران افلاطون زمان سپہ سالار مظفر الممالک

فتح جنگ حضور پرنور ہز ہائینس نواب میر محبوب علی خان بہادر نظام الملک آصفجاہ

سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ

جو دن پھرتے ہین تو سامان پیدا ہو ہی جاتا ہے
شبِ غم لاکھ طولانی ہو تڑکا ہو ہی جاتا ہے

چمن مین پھولنے پھلنے کی نوبت آ ہی جاتی ہے
دکن مین بارور نخلِ تمنا ہو ہی جاتا ہے

رہا جو شہ کی نظرون مین ترقی اُسکو لازم ہے
ملا دریا سے جو قطرہ وہ دریا ہو ہی جاتا ہے

چمک ذرے مین سُورج کی کرن سے آ ہی جاتی ہے
درِ شہ کا گدا ادنیٰ سے اعلیٰ ہو ہی جاتا ہے

توجہ چاہیے تھوڑی سی شاہِ بندہ پرور کی
فقیرون کا جہان مین بول بالا ہو ہی جاتا ہے

إنّ من الشعر لحکمۃ وإنّ من البیان لسحرا

الحمد للہ کہ این دیوان فصاحت بنیان رشک چمن و رونق انجمن

نتیجہ فکر

تاج سخن

استاذ السلطان نواب فصاحت جنگ بہادر جلیل جانشین امیر مینائی لکھنوی

در [illegible] پریس نولکشور اسٹیم لکھنؤ طبع گردید

جملہ حقوق محفوظ ہیں

تاجِ سخن

دیوانِ اول

مُصنّفہ

جانشینِ امیر مینائی لکھنوی جلیل القدر حافظ جلیل حسن صاحب جلیل المخاطب بہ

نواب فصاحت جنگ بہادر استادِ اعلیحضرت حضور پرنور نظام الملک آصفجاہ

سلطانِ دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

بہ تحسین مولوی عبد الغفور صاحب شہباز ندوی مددگار ناظم ندوۃ العلماء (تلمیذ مصنف)

باہتمام احقر العباد محمد جواد مالک

نامی پریس لکھنؤ میں طبع ہوا

طبع سوم ۱۵۰۰